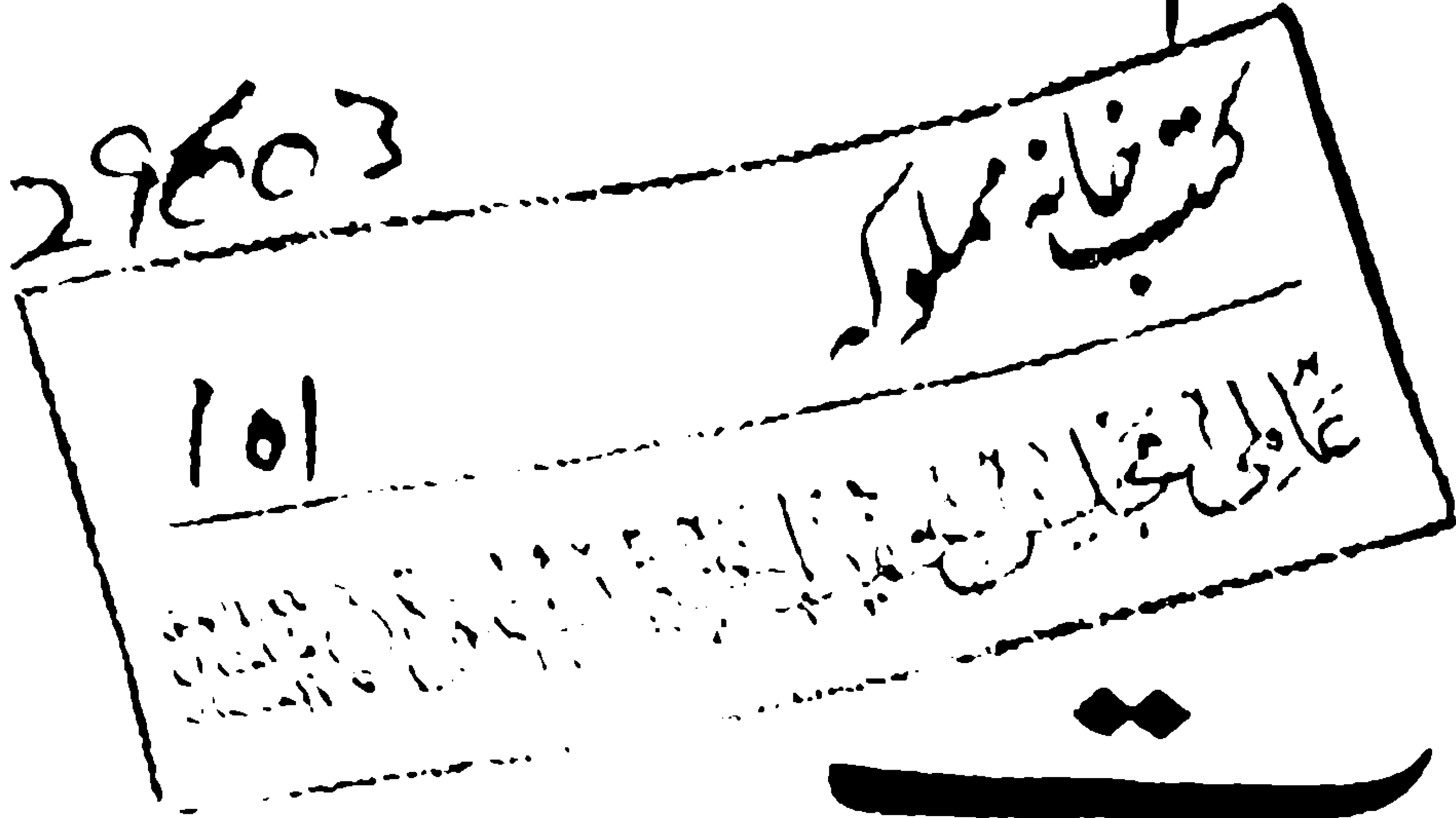
رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

برزخی حیات



مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفۂ مجاز عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ

خلیفۂ مجاز شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

خلیفۂ مجاز پیر طریقت حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم

ناشر

مکتبۂ تحفظِ ختم نبوت، مادھوپور سلطان پور، سیتا مڑھی، بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

انڈیا کے مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی جو عرب امارات میں تبلیغ واشاعت دین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ نے ''رحمت عالم ﷺ کی برزخی حیات'' کے نام سے ۲۰۲۱ء میں کتاب لکھی، جو مکتبہ تحفظ ختم نبوت مادھور پور سلطان پور سیتامڑھی بہار انڈیا سے شائع کی۔ اس مجموعہ میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی

مدیر المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد، سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو بعض ایسی خصوصیات عطاء فرمائی ہیں جو پوری انسانیت سے ممتاز ہیں، ان ہی میں ایک برزخی زندگی کی حیات بھی ہے، ایک درجہ میں تو حیات برزخی ہر آدمی کو حاصل ہوگی، اسی کی بناء پر وہ ثواب اور عذاب کو چکھ سکے گا۔ لیکن شہداء کو ایک خصوصی درجہ حیات برزخی کا حاصل ہوگا، جس کا ذکر خود قرآن مجید میں موجود ہے، انبیاء کی حیات بہت قوی ہے، انبیاء کو برزخ میں جو حیات ہوگی، وہ بہت اعلیٰ درجہ کی حیات ہوگی، اور اس دنیا میں لوگوں کو جو حیات عنصری حاصل ہوتی ہے، اسی درجہ کی حامل ہوگی، یہ ایک نازک اور مشکل موضوع ہے اور اس کی تشریح وتوضیح میں کسی قدر اہل سنت والجماعت کا اختلاف بھی رہا ہے۔

اس موضوع پر کتابیں بہت کم ملتی ہیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے محب عزیز حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی -- بارک اللہ فی حیاتہ واعمالہ -- کو کہ انہوں نے اس موضوع پر قرآن وحدیث اور سلف صالحین نیز اکابر علماء ہند کے اقوال سے استفادہ کرتے ہوئے آسان اور عام فہم زبان میں یہ کتاب مرتب کی ہے، جس سے اس مسئلہ کو سمجھنے میں سہولت ہوگی۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اجر آخرت کا باعث بنائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنتَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ!

خالد سیف اللہ رحمانی
(خادم: المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

۱۱ ربیع الاول ۱۴۴۳ھ
۱۸ اکتوبر ۲۰۲۱ء

تقریظ

متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

انبیاءِ کرام علیہم السلام بعد از وفات دنیوی بتعلق روح اپنی زمینی قبور میں دنیوی اجساد مطہرہ کے ساتھ زندہ ہیں، یہ عقیدہ قرآن کریم کی کئی ایک آیات کریمہ، رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اکابرین سے بنقل تواتر ثابت ہے اور اس پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے، اس عقیدہ کا منکر اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج، مبتدع اور گمراہ ہے۔

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے موضوع پر امت کے کئی اکابر علماء نے قلم اٹھایا ہے، موجودہ دور میں ہمارے بزرگ دوست صاحب نظر وصاحب نسبت عالم دین حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف قاسمی دامت برکاتہم نے

بھی اپنی تالیف ''رحمت دو عالم ﷺ کی برزخی حیات'' میں اس عقیدہ پر عمدہ گفتگو فرمائی ہے، آپ نے اس اجماعی عقیدہ کو دلائل کے ساتھ بیان فرما کر اہل السنۃ والجماعۃ کے موقف کی ترجمانی فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنی شایان شان اجر عطاء فرمائے۔ آپ کی اس تالیف اور دیگر تمام تالیفات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور انہیں آپ کی ذات، آپ کے اہل وعیال اور تمام متعلقین ومتوسلین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین!

محتاج دعا

(حضرت مولانا) محمد الیاس گھمن (مدظلہ العالی)

تقریظ

حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری مدظلہ العالی

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، نوساری گجرات، الہند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

حضرت نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ برزخی نصوص شرعیہ سے ثابت ہے اس مسئلہ کا تعلق عقیدے سے ہے، اس پر عربی واردو میں تصانیف موجود ہیں، ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب نور اللہ مرقدہ (سابق ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر، یوکے) کی اردو ضخیم تصنیف (سات سو بیانوے صفحات پر مشتمل کتاب ''مقام حیات'' المسمیٰ بہ مدارک الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء علیہم السلام مکین گنبد خضراء کی حیات برزخی کا بیان) میں اس موضوع پر کافی وشافی مواد موجود ہے۔ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ اس کتاب کے متعلق رقمطراز ہیں: ''حرفاً حرفاً اوّل سے آخر تک پورا رسالہ دیکھا۔ اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔'' (ص ۳۱)

اس میں لکھا ہے۔ تمام اہل سنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں عقیدہ ہے کہ: آنحضرت ﷺ اسی طرح تمام دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اجسام عنصریہ مبارکہ کے ساتھ قبروں میں موجود اور حیات ہیں۔ علماء دیوبند جو خالص اہل سنت والجماعت ہیں اور اس صدی میں اہل سنت کے سب سے بڑے ترجمان ہیں۔ اس لئے قدرتی طور پر اس بات پر کل بزرگان دیوبند کا وہی عقیدہ ہے جو جمہور کا ہے۔ (ص ۷۳۰)

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ کے لئے حیات برزخی ثابت ہے۔ شہداء کے متعلق بھی قرآن کریم میں وارد ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الآیۃ) اور انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے اقویٰ ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عام امت کے جمیع احوال کا بہ طور مشاہدہ علم ہوتا ہے، ایسا علم تو آپ کو حیات دنیوی میں بھی نہیں تھا، ایسا عقیدہ رکھنا درست نہیں...... مگر برزخ کے حالات کو عالم مشاہدہ کے حالات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ قیاس الغائب علی الشاہد ناجائز ہے۔ کم از کم دو سو جگہ اس کو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔

(فتاوی محمودیہ ج ۳ ص ۹۷ و ۳۰۳، ۳۰۴۔ مطبوعہ میرٹھ)

زیر نظر کتاب ''رحمت دوعالم ﷺ کی برزخی حیات'' (جس کے مصنف حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی زید مجدہم ہیں) میں حضرت نبی کریم ﷺ کی برزخی حیات کو مدلل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور جن نیک مقاصد کی خاطر یہ کتاب تحریر فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ ان میں کامیابی عطاء فرمائے اور مصنف کو اس نوع کی علمی و دینی خدمات کے لئے موفق فرمائے۔ آمین

املاہ العبد احمد عفی عنہ خانپوری

۱۴ ر جمادی الاخریٰ ۱۴۴۲ھ

بہ قلم: عبد القیوم راجکوٹی

تقریظ

مفتی محمد عارف باللہ القاسمی

(استاذ حدیث وفقہ و جامعہ عائشہ نسوان حیدرآباد، الہند)

حضرات انبیاءِ کرام کی شخصیت خصوصی امتیازات کی حامل ہوتی ہے، اسی لئے چاہے دنیوی زندگی ہو یا برزخی زندگی یا اس کے بعد کی ابدی اخروی زندگی ہو ان سب میں ان کے مقام و مرتبہ کی عظمت اور بلندیٔ شان کو اللہ نے نمایاں کیا ہے اور ان کی عظمت وشان کے مطابق انہیں امتیازات وخصائص عطاء کئے ہیں، ان ہی خصائص میں سے ایک اہم ترین خصوصیت حضرات انبیاء کو اللہ نے یہ عطاء کیا ہے کہ وہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز اور دیگر عبادات میں مشغول ہیں اور انہیں وہاں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے رزق عطاء فرماتے ہیں۔ یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے، چنانچہ احناف، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کے سارے فقہاء و متکلمین اسی طرح علامہ ابن تیمیہ، علامہ شوکانی، شیخ عبدالوہاب مجدی رحمۃ اللہ علیہ اور مکتب اہل حدیث کے ترجمان مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات نے اپنی کتابوں اور تحریروں میں یہی عقیدہ لکھا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (الدر السنیہ ص ۲۳۰، نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۰۴، رسائل ابن تیمیہ ص ۳۹۱، منح الجلیل ج ۶ ص ۱۹۶، الروضۃ البہیۃ ص ۱۴، فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۵۵)

مشہور محقق علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''إِنَّ حَيَاتَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ لايعقبها مَوْتٌ بَلْ يَسْتَمِرُّ حَيًا وَالْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ'' نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زندگی پر موت نہیں ہے بلکہ آپ (اپنی قبر میں بھی) مسلسل زندہ رہیں گے اور سارے انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۹)

خیر القرون سے اب تک کے جن حضرات کی علم وتحقیق پر امت مسلمہ کا اعتماد ہے ان سب کی تحریروں میں الفاظ وعبارت کے جزوی فرق کے ساتھ یہی عقیدہ لکھا ہوا ہے جو اس بات کا واضح اور بین ثبوت ہے کہ حضرات انبیاء کو ان کی قبروں میں زندہ ماننا امت مسلمہ کا متفق علیہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اسی لئے علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ حضرات نے اس عقیدہ پر مسلمانوں کے اجماع واتفاق کا دعوی کیا ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰۰، القول البدیع ص ۱۷۲، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳)

لیکن اس اجماع واتفاق کے باوجود بھی بعض خصوصی نظریات کے حامل افراد نے اس متفق علیہ مسئلہ کو نزاعی بلکہ علامتی مسئلہ بنادیا اور پھر ''حیاتی'' ''مماتی'' جیسے الفاظ امتیاز کے لئے استعمال کئے گئے۔ چنانچہ اس اختلافی بحث کے اغاز کے ساتھ ہی حضرات علماءِ کرام نے علمی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ کو بھی امت کے سامنے واضح کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور غلط کے بالمقابل صحیح اسلامی عقیدہ کی ترجمانی کا فریضہ انجام دیا اور دے رہے ہیں۔

اسی احقاق حق اور ابطال باطل کی ''سعی مشکور'' کی ایک مضبوط کڑی یہ کتاب ہے جو ''رحمت دو عالم ﷺ کی برزخی حیات'' کے نام سے موسوم ہے، جس میں ''انبیاء علیہم السلام کی برزخی حیات'' کے مسئلے کا حق ادا کیا گیا ہے اور دلائل وبراہین کی فراوانی کے ساتھ علمی نکتے اور سینہ بسینہ منتقل ہونے والے اسرار نے اس کتاب کی قدر وقیمت کو مزید بڑھا دیا ہے اور کیوں نہ ہو کہ مصنف کتاب حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف صاحب قاسمی مدظلہ العالی نے اشاعت حق کے جذبہ میں ڈوب کر، اپنے قلب کو اللہ کی طرف متوجہ کرکے اور اس سے شرح صدر اور صدق وصواب کی توفیق طلب کرتے ہوئے پوری کتاب لکھی ہے۔ تحریر ایسی جامع اور مدلل ہے کہ مسئلہ مذکورہ کو سمجھنے اور اس کے تمام دلائل سے واقفیت اور کامل بصیرت کے لئے کافی وشافی ہے۔ ان شاء اللہ! حق کے طلب گاروں کے لئے شمع راہ بنے گی اور انہیں خصائص وکمالات نبوت سے روشناس کرانے ساتھ الٰہی انوارات سے مستفیض ہونے کا سلیقہ بھی بتائے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی عمر میں صحت وعافیت کے ساتھ برکت دے اور ان کی دیگر وقیع علمی خدمات کے ساتھ اس خدمت کو بھی شرف قبولیت عطاء فرمائے اور اسے دارین کی ہر سعادت وخیر کا ذریعہ بنائے۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد خاتم النبیین والحمد للہ رب العالمین

محمد عارف باللہ القاسمی

(استاذ حدیث وفقہ جامعہ عائشہ نسوان، حیدرآباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَ اَكْرَمِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ وَقَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ وَ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا اَحْمَدَ وَ مُحَمَّدٍ وَ حَامِدٍ وَمَحْمُوْدٍ، عَدَدَ خَلْقِكَ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَ زِنَةَ عَرْشِكَ وَرِضَا نَفْسِكَ وَعَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَعَدَدَ صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَكْتَ أَنْتَ وملائكتك وَخَلَائِقُكَ وَعَدَدَ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ أَنْتَ وَمَلَائِكَتُكَ وَخَلَائِقُكَ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰاتُ وَالْأَرْضُ اِلٰى أَبَدِ الْاٰبَادِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا، أَمَّا بَعْدُ!

حقیقت یہی ہے کہ حمد وتعریف کا مستحق رب ذوالجلال ہے اور صلوۃ وسلام کے لائق حضرت خاتم النبیین ﷺ کی مبارک ذات وصفات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی احدیت وصمدیت کی معرفت کی روشنی بغیر خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت اور رحمت کے محال اور ناممکن ہے۔ اہل اسلام وایمان کو کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ذریعہ ایک غیر معمولی تصور وخیال سے اوپر ایک یقین کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جو حق وصداقت کا مرکز ہدایت ہے۔ کلمہ توحید میں ختم نبوت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگانا چاہئے کہ تنہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار نجات کے لئے ناکافی ہے جب تک کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار ختم نبوت کے ساتھ نہ کرلے، اس کی تفصیل کتاب ''سچے اور جھوٹے نبی میں فرق'' میں دلیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

الغرض عرض کرنا یہ ہے کہ ہمارے حضور پرنور خاتم النبیین ﷺ وسیلہ اور ذریعہ ہیں بارگاہ قدس کی تمام تر انوارات وتجلیات اور ازاول تا آخر تمام تر سعادت اور حصول عافیت وراحت اور مغفرت وجنت کا۔ ایک لمحہ بھی امت کا کوئی فرد محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے ایمانی اور روحانی یا جسمانی طور پر جدا نہیں رہ سکتا ہے۔ نہ ہی بغیر نبوی حیات مبارکہ طیبہ کے زندگی کو زندگی مل سکتی ہے۔ امت کے ہر فرد کی حیات وممات حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیات کامل سے جڑی ہوئی ہے اور حیات رحمت دوعالم ﷺ سے امت کے ہر شخص کو ہر وقت روحانی وجسمانی دونوں فیض ملتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ کچھ اہل بصیرت محسوس کر کے محظوظ ومسرور ہوتے ہیں اور دوسرے بے شعور ومغرور ہوتے ہیں۔

ایک لمحہ کے لئے سوچئے کہ جس ذات قدسی صفات کے لئے کہا گیا ہو۔ ''وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ'' جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ ''وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ وَغَوٰى'' جس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔ ''اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ'' اگر تم اللہ اور رسول سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم کو اپنا بنالے گا۔

''وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا'' اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے۔ ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ'' اور ہم نے آپ ﷺ کے لئے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کردیا ہے۔ توحید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے حبیب کو ذکر کیا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور سراج منیر بنایا۔

کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ مذکورہ صفات کا تعلق آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے تھا اور اب نہیں رہا۔ ہمارا اور تمام امت کا ایمان ویقین ہے کہ قرآن وحدیث میں جتنی صفات نبوت ورسالت اور ختم نبوت آپ کی حیات طیبہ سے تھیں وہ تمام کی تمام صفات آج بھی بعینہٖ حضرت سے وابستہ ہیں۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ آپ ﷺ کو حیات دوعالم حاصل ہے۔

صرف ایک درود شریف کو لے لیجئے کہ جس طرح آپ کی حیات میں آپ ﷺ کے پاس درود شریف پڑھا جاتا تھا تو آپ سنتے تھے، ابھی بھی جو آپ کے پاس پڑھا جاتا ہے اسی طرح سنتے ہیں اور جس طرح آپ ﷺ کو دور سے درود وسلام کا تحفہ کسی کے ذریعے بھیجا جاتا تھا اور پہنچایا جاتا تھا۔ اب اس عظیم کام پر حق تعالیٰ نے فرشتوں کو متعین کر دیا ہے کہ دور سے درود پڑھنے والے کا فرشتے پہنچاتے ہیں۔ امت بھی کتنی خوش نصیب امت ہے کہ رحمت سید کائنات سے رابطہ وتعلق اسی طرح بحال وباقی ہے جس طرح تھا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ پر درود وسلام کی پیشی میں اس حیات اور ابھی کی حیات میں فرق ہے۔ اس لئے امت کا ربط وتعلق ہر دو حیات سید کائنات سے مربوط ومضبوط ہے۔

حیات رحمت کائنات ﷺ کی یہ کتنی عظیم واضح اور کھلی ہوئی دلیل ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کے قریب درود شریف پڑھتا ہے آپ بنفس نفیس سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جو دور سے پڑھا جاتا ہے تو فرشتے خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ جب آپ دنیا میں جلوہ افروز ہیں تو ہم جو قرب سے مشرف ہیں اور درود پڑھتے ہیں، مگر وہ جو دور ہیں، یا جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو پھر یہ مبارک اور ضروری ربط اور جوڑ کس طرح رہ سکے گا؟

حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا میری روح کی طرح میرا جسم مبارک بھی قبر میں سلامت رہے گا اور تمہارا صلاۃ وسلام صرف میری روح نہیں سنے گی بلکہ مبارک کان بھی سنیں گے اور جس طرح تم اس دنیا میں میرے جواب کا شرف حاصل کرتے ہو، میرے اس دنیا سے بہترین زندگی کی طرف چلے جانے کے بعد بھی سلام کے جواب سے مشرف ہوتے رہو گے۔

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے چودہ سو کتالیس سالوں سے یہ سلسلہ ربط اور تعلق سعادت مند امت کا قائم ودائم ہے اور جب تک امت ہے قائم ودائم رہے گا اور کیوں نہ ہو کہ یہی تو مایہ اور سرمایہ ایمان ہے۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے: ”أَلَا وَأَنَا حَبِيبُ اللهِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَهُ آدَمُ فَمَنْ دُونَهُ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ“

(مشکوۃ، باب فضائل سید المرسلین ﷺ)

یاد رکھو! میں اللہ کا محبوب ہوں، یہ کوئی غرور کی بات نہیں اور میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں، جس کے نیچے آدم اور اولاد آدم ہوگی اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں اور میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں ہی وہ ہوں جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔ (مشکوۃ، رحمت کائنات ص ۲۷)

نعمت پر حمد کی جاتی ہے نہ کہ فخر یہی تو دلیل ہے ختم نبوت کی۔

"أَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ أَنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ" میں رحمت کا نبی ہوں، میں رحمت کا رسول ہوں۔ (ﷺ)

"أَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ عَلَى اللهِ وَلَا فَخْرَ" میری عزت اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے پہلے اور پچھلے لوگوں سے زیادہ ہے اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں۔

"أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ" مجھے سب مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے، اور مجھ پر نبوت ختم کردی گئی ہے۔ (اب نبوت نہ کسی کو ملے گی، نہ کوئی نیا نبی بنا کر بھیجا جائے گا)

"أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ" میں محمد ہوں (ﷺ) اور میں احمد ہوں (ﷺ) اور میں مٹانے والا ہوں (ﷺ) یعنی میرے ذریعہ سے عقیدہ کی غلاظت ونجاست کو مٹایا جائے گا اور میں حاشر ہوں (ﷺ) یعنی سب لوگ میرے قدموں پر اکٹھے کئے جائیں گے اور میں عاقب ہوں (ﷺ) اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔ (بخاری ومسلم)

"صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا" ہمارے حضور خاتم النبیین ﷺ نے حتمی اور آخری بات فرمادی: "مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَحَدٌ إِلَّا لَيَعْلَمُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ إِلَّا عَاصِيَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ"

زمین وآسمان کی ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر نافرمان جن اور انسان (نہیں جانتے اور مانتے) صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ عَدَدَ خَلْقِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَعَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضَى (سنن دارمی ج ۱ ص ۱۱، رحمت کائنات ص ۲۸)

محترم قارئین! انبیاء علیہم السلام کو اللہ کی جانب سے نبوت جب ملتی ہے تو نبوت ورسالت کے ساتھ کچھ ایسی صفات اور خصوصیات اور ممیزات بھی ملتی ہیں جو غیر نبی کو قطعاً نہیں ملتی۔ ہماری غلطی اور کم علمی اور بدفہمی یہی تو ہے کہ ہم ان کو عام انسانوں کی موت وحیات سے جوڑ دیتے ہیں۔ صرف اتنی سی بات اگر ہم ملحوظ رکھیں تو کبھی بھی عقیدہ حیات النبی یا حیات سید دو عالم یا حیات رحمت کائنات یا حیات رحمت دو عالم ﷺ میں کوئی شک وشبہ ہی پیدا نہ ہو۔

ہر روز مؤذن اذان میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ اعلان رسالت کر کے شہادت دیتا ہے کہ جس طرح اللہ ایک ہیں اور ایک ہی رہیں گے، اپنے تمام کمالات ذاتیہ اور کمالات صفاتیہ کے ساتھ۔ محمد رسول اللہ ﷺ جس طرح بعثت کے بعد نبی اور رسول تھے اور ہیں اور رہیں گے انہیں تمام صفات حیات کے ساتھ۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ نَبِيُّ اللهِ حَيٌّ اللہ کے نبی آج بھی زندہ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی صفت نبوت کی طرح صفت حیات بھی ان سے جدا نہیں ہوتی، نہ ہی حیات ان سے جدا ہو سکتی ہے۔ جب کہ روایت بتا رہی ہے کہ اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ یہ نماز کامل مکمل حیات کی دلیل ہے۔

آپ کے ہاتھ میں یہ کتاب انہی تمام مضامین کی قدرے تفصیل ہے:

(۱) ہمارے بزرگوں میں حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اونچے درجے کے اولیاء میں گزرے ہیں۔ ان کا واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور شدت شوق میں یہ اشعار پڑھے:

فِيْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِيْ كُنْتُ أُرْسِلُهَا تُقَبِّلُ الْأَرْضَ عَنِّيْ وَهِيَ نَائِبَتِيْ

وَهَذِهٖ دَوْلَةُ الْأَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ فَامْدُدْ يَمِيْنَكَ كَيْ تَحْظٰى بِهَا شَفَتِيْ

(ترجمہ) جب میں جناب سے دور تھا (وطن میں) تو اپنی روح کو بھیج دیتا اور وہ اس پاکیزہ زمین کو چوم لیا کرتی تھی۔ اب تو میں اپنے بدن کے ساتھ حاضر ہوں، اس لئے از راہ کرم اپنا ہاتھ مبارک ظاہر فرمادیں تاکہ میرے ہونٹ بھی بوسہ لے کر شرف حاصل کرسکیں۔

فوراً حضور خاتم النبیین ﷺ کا دست مبارک مزار مبارک سے ظاہر ہوا، انہوں نے دوڑ کر بوسہ دیا اور بے ہوش ہوگئے۔ اس وقت حضور سرور کائنات ﷺ کے نور سے سورج بھی ماند ہوگیا تھا۔

لکھا ہے کہ اس وقت نوے ہزار آدمیوں کا مجمع تھا جس میں بڑے بڑے قطب اور ابدال اور بزرگ بھی موجود تھے۔ (رحمت کائنات ص ۳۰۸)

(۲) حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی کے متعلق مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''فضلہ تعالیٰ اس جوار پاک شہ لولاک میں پہنچے اور شرف جواب صلاۃ وسلام حضرت خیر الانام علیہ السلام سے مشرف ہوئے۔''

(امداد المشتاق ص ۱۲)

(۳) حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھا دربار رسالت سے وعلیکم السلام کے پیارے الفاظ سے ان کو جواب ملا۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر)

(۴) حضرت مولانا حبیب اللہ بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ کئی دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور سید دوعالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے، ایک قصیدے میں فرمایا:

أَتَانِيْ رَسُوْلُ اللهِ فِيْ عَيْنِ يَقَظَتِيْ وَ جَالَسَنِيْ مُسْتَقْبِلًا وَهِيَ قِبْلَتِيْ

''سید دوعالم ﷺ کی زیارت میں نے بیداری میں کی اور آپ ﷺ نے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کا شرف بخشا۔''

مولانا کا انتقال ۱۰۴۱ھ صبح کو ہوا۔ (نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۱۲۷)

(۵) علامہ بحر العلوم لکھنوی نے تاریخ کازرونی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ایک کافر بدو سید دوعالم ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہوا اور آتے ہی فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور ساتھ ہی قسم کھا کر یہ کہا میں نے اس سے پہلے نہ اس مقدس اور بابرکت قبر کو دیکھا ہے اور نہ اس کی عظمت سنی ہے، لیکن اس قبر عالی وقار کی عظمت اور محبت میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈال دی ہے۔ پھر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

مَرَرْتُ عَلَى الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ مُحَمَّدٍ فَكَلَّمَنِيْ وَالْقَبْرُ غَيْرُ مُكَلِّمٍ

میرا گزر محمد رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر ہوا تو قبر مبارک نے میرے ساتھ کلام کیا حالانکہ عام طور پر قبر بولا نہیں کرتی۔

وَ بِالْقَبْرِ آثَارُ النُّبُوَّةِ قَاءِمٌ تَصَدَّعُ فِيهِ قَلْبُ كُلِّ مُسْلِمٍ

آپ ﷺ کی مزار سے نبوت کے آثار ایسے قائم ہیں جو ہر مسلمان کے دل میں اثر انداز ہوتے ہیں۔

وَإِنْ أَنَا لَمْ أَعْهَدْكَ يَا سَيِّدَ الْوَرَى فَقَبْرُكَ أَنْبَأَنِي أَنْ فِيهِ مُكَرَّمٌ

اس سے پہلے اگر چہ میں جناب سے ناواقف تھا مگر جناب کی قبر نے مجھے اطلاع دی کہ میرا محبوب اس میں آرام فرما ہے۔ (ارکان اربعہ ص ۲۸۰، رحمت کائنات ص ۳۱۳)

(۶) دسویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم عبدالوہاب شعرانی نے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں۔ اپنے متعلق ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات میں سے مجھ پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے دربار عالی کا حاضر باش ہوں۔ اکثر اوقات یوں ہوتا ہے کہ میرے درمیان اور روضہ اقدس کے درمیان فاصلہ بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔ میں اپنے ہاتھوں کو روضہ اطہر پر پاتا ہوں اور اسی طرح محبوب دو عالم ﷺ کے ساتھ کلام کرتا ہوں جس طرح اپنے پاس بیٹھے ہوئے کے ساتھ بات کی جاتی ہے۔'' (السنن الکبری ص ۴۲۱، رحمت کائنات ص ۳۱۱)

(۷) تاریخ مدینہ منورہ کے مستند مرتب، ابن النجار نے ابراہیم بن بشار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ میں حج کے بعد مدینہ منورہ آیا اور سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا حجرہ مطہر کے اندر سے آواز آئی وَعَلَيْكَ السَّلَامُ اور ایسا ہی جواب اولیاء کرام اور صلحاء امت کی ایک جماعت نے سنا ہے۔

(وداء الوداء ج ۴ ص ۱۳۵۲، رحمت کائنات ص ۳۱۳)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ کا حیات النبی ﷺ پر یقین واعتماد

تحصیل لیاقت پور کے قصبہ اسلام پور میں شیعہ سنی کے درمیان مناظرہ ہونے والا تھا کہ اسی تاریخ کو امیر شریعت کی اس علاقہ میں تقریر کا اعلان ہوا جس میں شیعہ اور سنی بھی شریک ہو گئے۔ حضرت امیر شریعت نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: ''میں جنگ لڑنے نہیں آیا اور نہ ہی مناظرہ اور مباحثہ کا قائل ہوں نہ برہان اور دلائل کے زور سے کسی کو کوئی بات منوانے کے لئے تیار ہوں، شیعہ حضرات سے صرف اتنا کہوں گا کہ دو چار آدمی اپنی طرف سے ایسے تیار کریں جو صالح فطرت ہوں میں ان کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کو تیار ہوں۔ وہاں سرکار دو عالم ﷺ کے آستانہ مقدس پر عرض کیا جائے گا کہ حضور اصحاب ثلاثہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار فرمائیں، اگر حضور ﷺ نے جواباً فرمایا کہ یہ میرے ہیں تو تمہیں بھی ان پر ایمان لانا پڑے گا اگر حضور نے کوئی جواب مرحمت نہ فرمایا تو پھر میں تمہارا ہی مسلک اختیار کرلوں گا۔''

حضرت امیر شریعت کا یہ فرمانا تھا کہ جلسہ گاہ کی فضا اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی اور اس کا یہ اثر مرتب ہوا کہ پھر کبھی مناظرانہ انداز میں وہاں پر جلسے جلوس منعقد نہ ہوئے اور تمام سامعین پر یہ بات واضح ہوئی کہ حضرت امیر شریعت بلکہ تمام اکابر علمائے دیوبند حیات انبیاء علیہم السلام کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ یہ عقیدہ ان کے نزدیک اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند سے لے کر (سابق) مہتمم دارالعلوم دیوبند قاری محمد طیب کی ذات تک سب اس بات کے قائل ہیں کہ حضور پرنور سرور کائنات ﷺ روضہ اقدس میں حیات حسنی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ (ماہنامہ نقیب ختم نبوت امیر شریعت نمبر حصہ دوم صفحہ ۲۰۲)

اس موقع پر علماء کی علمی سیرابی کے لئے ایک نادر تحریر جو حضرت علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ کی ہے اور تمام تر حیات انبیاء علیہم السلام کے تمام گوشوں کو اجاگر کرتی ہے اور تمام شکوک وشبہات کو رفع کرتی ہے بہت ہی قیمتی اور غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ قارئین علماء کی خدمت میں پیش ہے۔ یہ تحریر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نے اپنی تحقیقی اور علمی حیات انبیاء پر کتاب تسکین الصدور میں نقل کیا ہے۔ عاجز نے وہیں سے لیا ہے۔

حضرت مولانا یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ کی نادر علمی تحریر

(۱) شہداء کے لئے بنص قرآن حیات حاصل ہے اور مزید دفع تجوز کے لئے یُرْزَقُوْنَ کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جیسے آج کل کا محاورہ بھی ہے۔ فُلَانٌ حَيٌّ يُرْزَقُ۔ عام اہل برزخ سے ان کی حیات ممتاز ہے۔

(۲) جب انبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے تو بدلالۃ النص یا بالاولی خود قرآن کریم سے ان کی حیات ثابت ہوئی۔ (عَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ) اور جب مرتبہ اعلیٰ وارفع ہے تو حیات بھی اقویٰ واکمل ہوگی۔

(۳) اسی حیات کی اکملیت کے بارے میں دو حدیثیں آئی ہیں۔

إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ اور حدیث: اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔

اور ان ہی احادیث کے شواہد کے طور پر دیگر احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ حج اور اس کے علاوہ روایات۔

(۴) روح کے تعلق اجساد سے پانچ قسم کے ہیں:

۱...... فی حالۃ الجنین۔

۲...... بعد الولادۃ فی الدنیا اور اس کی دو صورتیں ہیں:

۳...... حالت نوم اور حالت یقظہ میں۔

۴...... بعد الموت فی البرزخ۔

۵...... بعد البعث فی المحشر۔

ضعیف ترین اوّل ورابع ہے، قوی ترین خامس اور متوسط دنیوی ہے۔ کما حققہ المتکلمون وابن القیم في کتاب الروح والقاري في شرح الفقه الأکبر۔

(۵) انبیاء کرام کی نوم جیسے ممتاز ہے عام نوم سے۔ إِنَّ عَيْنَايَ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔

اسی طرح ان کی موت کی حالت بھی عام اموات جیسی نہیں، النوم أخو الموت، اور عام موتی میں تحقیق موت کے لئے انقطاع الروح عن الجسد بالکلیہ ہوتا ہے اور یہاں بالکلیہ نہیں ہوتا اور پھر علو مرتبہ جتنا ہوتا ہے۔ اتنا ہی تعلق قوی ہوگا۔

(۶) مفارقت روح عن الجسد سے مفارقت تعلق الروح عن الجسد لازم نہیں آتا۔

(۷) اگر نبی کریم ﷺ کے جسد مبارک کو تروح کی کیفیت حاصل ہو جیسے معراج میں جسد پر روح کیفیت طاری ہوئی تَجَسُّدِ أَرْوَاح اور تَرَوُّحِ أَجْسَاد دونوں کی نظریں عالم شہادت میں ہیں تو عالم ارواح میں کیوں استبعاد کیا جائے جب کہ اس کا تعلق عالم غیب سے ہے۔

(۸) دنیا میں، صوفیہ کرام کے یہاں ابدان مثالیہ سے تعدد وقت واحد میں متعدد امکنہ میں ظہور اور آثار کے ثبوت پر مشہور واقعات ہیں انبیاء کرام کی نقل وحرکت بالأجساد المتروحۃ اس کی نظیر ہوگی۔

(۹) الغرض انبیاء کرام کے لئے حیات، بقاء، اجساد، نقل وحرکت، ادراک وعلم سب چیزیں حاصل ہیں۔

(۱۰) یہ حیات دنیوی حیات کے مماثل بلکہ اس سے اقوی ہے، دنیا میں ہمیشہ جسد کو روح کی خاصیت حاصل نہیں ہوتی ہے اور برزخ میں ہوتی ہے۔ اب اگر اس کو ''حیات دنیوی'' سے بعض حضرات نے تعبیر کیا ہے تو اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کیا ہے۔ بہرحال وہ حیات دنیوی بھی ہے اور حیات برزخی بھی، صرف حیات برزخی نہیں جس میں عام شہداء یا اموات بھی شریک ہوں بلکہ اقوی واکمل ہے۔ اس لئے حیات دنیوی کے مماثل بلکہ اس سے بھی اقوی ہے۔ اختلاف تعبیرات میں نزاع لفظی ہے، اس دنیا سے رسمی تعلق منقطع ہونے کے بعد برزخی دور شروع ہوتا ہے۔ اب جو چاہے اطلاق کیا جائے۔

(۱۱) اگر احادیث ونصوص میں حیات کا ثبوت ہے اور پھر عدم نکاح بالازواج المطہرات اور عدم توریث وغیرہ کی علت اصل حیات کو کہا جائے تو درست ہے۔ بہرحال حکم شرعی کی کوئی علت ہی ہوتی ہے اور یہاں تو علت از قبیل العلل المعتبرۃ کے ہوگی نہ علل مرسلہ کی قسم سے اور اس علت کی تنقیح، اصولی تنقیح الفاظ اور تحقیق المناط سے زیادہ قطعی ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب! (تسکین الصدور ص ۲۵)

کتاب کے مضمون کا خلاصہ

(۱) موت فنا کا نام نہیں بلکہ ہر مرنے والا دوسری زندگی میں منتقل ہوجاتا ہے جس کا نام برزخ ہے۔ یعنی (پردہ) وہ زندہ لوگوں کو نظر نہیں آتا مگر زندہ ہوتا ہے، جیسا کہ سورۃ آل عمران میں فرمایا کہ شہید زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔

(۲) عام انسان اسی برزخ میں قیامت تک رہیں گے (المؤمنون نمبر ۱۰۰) مگر بعض سعادت مند ادھر فوت ہوئے ادھر جنت میں چلے گئے، جیسا کہ سورہ یٰسین کی آیت نمبر ۲۶ میں ایک سعادت مند کا ذکر ہے کہ اسے اسی وقت جنت میں داخل کردیا گیا اور بعض لوگ سیدھے دوزخ میں چلے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کافر قوم ادھر ڈوبی اور ادھر آگ میں داخل کردی گئی۔ (سورہ نوح نمبر ۲۵)

(۳) عام انسانوں کے یہ دنیاوی بدن گل جاتے ہیں، ہڈیاں ہوجاتے ہیں یا بعض لوگ جلا کر راکھ بنا دیئے جاتے ہیں، مگر ان کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے تاکہ عذاب محسوس کریں۔

(۴) بعض سعادت مندوں کے یہ بدن سلامت رہتے ہیں اور روح کا تعلق ان کے ساتھ رہتا ہے تاکہ جنت میں ملنے والی نعمتوں کا لطف اٹھائیں، سلام کہنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔

(۵) تمام انبیاء علیہم السلام کے بدن اسی طرح سلامت ہیں اور ان کے روح کا تعلق بہت زیادہ ان کے ساتھ ہے، ان پر سلام کہنا ضروری ہے اور ان کو زندہ سمجھنا بہت ضروری ہے۔

(۶) امام الانبیاء ﷺ روضہ اقدس میں آج بھی زندہ ہیں، آپ ﷺ کو آج بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کا رسول ماننا ضروری ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے ضروری تھا۔ کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا

معنی آج بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ہر مؤذن آپ کی رسالت کی شہادت دے کر گویا یہ اعلان کرتا ہے کہ آپ آج بھی رسول ہیں۔

(۷) ہر اس مسلمان کے لئے جو طاقت رکھتا ہو یہ واجب ہے کہ مدینہ منورہ جا کر روضہ اقدس کی زیارت کرے۔

(۸) جو سعادت مند روضہ اقدس کے پاس آپ ﷺ پر سلام پڑھتا ہے حضور انور ﷺ خود سنتے ہیں اور اسکا جواب دیتے ہیں جسے بعض سعادت مند بھی لیتے ہیں۔

(۹) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خواب اور بیداری میں زیارت حق ہے اور اہل اللہ، اہل بصیرت کو بحالت بیداری آج بھی ہوتی ہے، یہ ایک حقیقت ہے۔ انکار کرنا عدم بصیرت کی دلیل ہے۔

(۱۰) آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنا آپ ﷺ کے ساتھ عشق اور محبت کی علامت ہے، جہاں بھی کوئی درود شریف پڑھتا ہے اس کے نام کے ساتھ خدمت اقدس میں فوراً پہنچا دیا جاتا ہے اور اسے قیامت میں آپ ﷺ کا قرب حاصل ہوگا۔

(۱۱) جس خوش بخت کو سید دو عالم ﷺ کی زیارت خواب میں یا عالم مثال میں ہو جائے، وہ یقین کرے کہ اسے آپ ﷺ ہی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اور جو آپ ﷺ فرمائیں اسے حق سمجھے۔

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَھُوَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

حیات رحمت دو عالم ﷺ کی ترتیب کا سبب

حیات رحمت دو عالم ﷺ کی ترتیب کا اصل سبب تو اللہ تعالیٰ کی محض توفیق اور فضل ہے۔ مگر بظاہر اس کا ذریعہ یا اس طرف توجہ کا داعیہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ رخصت وفرصت کے موقع پر ناموس ختم نبوت کے عوامی پروگرام کے تحت رامپور سگھری حضرت مولانا رضوان قاسمی صاحب کی دعوت پر جانا ہوا تو حضرت مولانا عبد القوی صاحب نے اس عاجز کو حکم دیا کہ حیات انبیاء پر کچھ تحریر کرے، وقتی طور پر معذرت کر دی کہ اس موضوع پر تقریباً ساٹھ کے قریب کتابیں چھپ کر عوام وخواص کے مطالعہ میں آچکی ہیں۔ ان شاء اللہ! کتاب کے آخر میں ان تمام کتابوں کی فہرست مصنف کے نام کے ساتھ دیدی جائے گی۔

خیر کا ظہور و وجود

عاجز سالانہ فرصت پر وطن میں تھا، ادھر کرونا کا رونا عام ہو اہی تھا۔ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل خاص کے دامن میں رکھ کر ۱۵ / مارچ ۲۰۲۰ء کو دبئی کے لئے روانہ کرا دیا جب کہ ۱۸ / مارچ سے مکمل محصور ہونے کی تدبیر عمل میں آگئی جو عالمی حفاظتی مہم تھی چند روز کے بعد جب سفر کی تھکان اللہ تعالیٰ نے راحت واطمینان میں تبدیل کر دی تو مولانا عبد القوی صاحب کے حکم کی تعمیل کا جذبہ وداعیہ کروٹ لینے لگا اور مصلی کی خدمت صرف اتنی رہ گئی کہ اذان دے کر گھر آنا اور گھر میں ہی اہلیہ کے ساتھ ۲۵ / اگست تک نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جارہی تھی۔ الحمد للہ!

ان ایام میں لوگوں کا آنا جانا تو قطعاً نہ تھا تو فرصت کو اللہ تعالیٰ کی امانت وغنیمت جان کر، حیات انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور حق تعالیٰ نے جو چاہا لکھوایا اور وہی قارئین کے سامنے پیش ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ! ہمارے ملک ہندوستان میں تمام مسلمانان ہند حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حی اور زندہ مانتے اور جانتے ہیں

اور اس عقیدے میں کسی کو ذرہ برابر بھی شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ السلام کا روحانی فیض عام وتام ہے، جب کہ ہمارے پڑوسی ملک میں حیات النبی ﷺ کے بنیادی اور اہم عقیدہ میں ناقابل التفات اختلاف وانتشار ہے۔

مختصر یہ کہ جو کچھ بھی پیش ہے وہ ایک ناتواں، نہایت ہی کمتر اور بے بضاعت عامی و بے علم کی محض فضل الٰہی سے ایک کاوش ہے اور جو بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے۔ ''وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُوْلَى وَالْآخِرَةِ۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ''

اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کی بارگاہ قدس میں التجاء وفریاد ہے کہ: ''رحمت دو عالم ﷺ کی برزخی حیات'' نامی اس کتاب کو اپنی بارگاہ بے نیاز میں بجاہِ خَتمِ الرُّسل وبنام ''ساقی کوثر'' شرف قبولیت عطاء کر کے سعادت دارین سے ہمکنار فرما کر عاجز کو مع والدین اور اہل وعیال کے ساتھ زمرہ ابرار واخیار اور صالحین میں حشر فرمائے اور سمیع الدعاء، مجیب وقریب اس عاجز کے قلب کو ہر طرح کی آلودگی سے پاک صاف کر کے طہارت قلب کی ایسی پاکیزگی عطاء فرمائے جو فیض ختم نبوت سے سیراب ہو جائے اور اخذ فیض نبوت کی بھرپور صلاحیت سے محض اپنے فضل سے بجاہ خاتم النبیین نوازے۔ آمین ثم آمین!

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ أَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ وَبِعَدَدِ مَعْلُومَاتِكَ، بَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ۔

العبد محمد ثمین اشرف مادھو پور سلطان پور ضلع سیتامڑھی بہار
حال مقیم الحبتور بلڈنگ دبئی امارات العربیہ المتحدہ
۱۳/ ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۳/ اگست ۲۰۲۰ء
بروز جمعرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ: أَمَّا بَعْدُ!

بعض احباب اور علماء نے اس عاجز وناتواں سے بار بار اصرار کیا کہ حیات انبیاء علیہم السلام پر آسان اور سہل اسلوب میں کچھ عوام کے نفع کے لئے لکھے۔ عاجز نے اکابر کی اس موضوع پر جو کتابیں ہیں اس کی نشاندہی کر دی اور بات ٹال دی مگر وہ ٹلنے کے بجائے حق تعالیٰ نے سائل کی سنی اور کچھ لکھنے کی توفیق روز بروز داعیہ وخیال دل میں جما دیا۔

حقیقت یہی ہے جب کہ موضوع بہت ہی نازک اور حساس ہونے کے ساتھ ساتھ عمیق اور اس میں گہرائی اور گیرائی بھی ہے جب کہ عاجز بالکل ہی بے دست وپا ہے۔ محض اللہ جل مجدہ کے فضل پر بھروسہ اور تکیہ کر کے اس مبارک ومیمون مضمون کو حق جل مجدہ کی نصرت وتائید سے منزل کی طرف پیش رفت ہوگی۔ حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ!

اس موضوع پر کچھ لکھنے سے پہلے چند بنیادی اور تمہیدی باتوں کا جاننا بہت ہی اہم اور ضروری ہے۔

سب سے پہلی بنیادی اور اہم بات

اس دنیا کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور تمام نظام عالم اسی کے دست قدرت سے چل رہا ہے اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کے انسانوں کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے انبیاء علیہم السلام کو ہدایت اور اپنی مرضیات کا علم دے کر انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا تا کہ انسان تاریک اور اندھیرے میں نہ بھٹکے اور شریعت کی روشنی میں اچھی اور بھلی راہوں کا انتخاب کرلے اور اس کی موت کے بعد والی زندگی خوشی اور مسرت راحت وطمانیت اور جنت میں گزرے۔

دوسری بنیادی اور اہم بات

یہ بات بھی قابل تسلیم اور دن رات مشاہدہ اور دیکھنے میں آتی ہے کہ کچھ لوگوں کے گھروں میں انسان کی ولادت اور آمد اور پیدائش ہوتی ہے اور اسی طرح کچھ لوگوں کے گھروں میں میت اور مردے کو گھروں سے نکالا جاتا ہے۔ خواہ کتنا بڑا محسن کیوں نہ ہو، خواہ مرنے والا ہر دل عزیز تر ہی کیوں نہ ہو۔

آخر آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ کون سی چیز اس کے جسم سے نکل گئی جس کی وجہ سے آپ اس محسن اور عزیز تر کو گھر سے نکال رہے ہیں اور ایک ویران قبرستان میں چھوڑ کر تنہا اکیلا منوں مٹی میں دبا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ آپ کا محسن اور عزیز بھی ہے، کبھی آپ نے سوچا؟

تیسری بنیادی اہم بات: انسان روح اور جسم کا نام ہے

اوپر کی دو بنیادی باتوں سے پتہ چلا کہ انسان دو چیزوں کا نام ہے یا دو چیزوں کا مجموعہ ہے یا انسان دو چیزوں سے بنا ہوا ہے یا مرکب ہے۔ آپ کو جو پسند آئے وہی دو چیز نام ہے انسان کا۔ ایک کو جسم کہتے ہیں اور دوسرے کو ہم روح کہتے ہیں۔ گویا کہ آپ اب یوں ذہن میں رکھئے کہ انسان کہتے ہیں جسم اور روح دونوں کے ساتھ رہنے کو اگر ایک دوسرے سے جدا ہو جائے تو آپ یہ نہیں کہتے کہ فلاں شخص جا رہا ہے۔ بلکہ یوں کہتے ہیں کہ فلاں شخص کا جنازہ یا نعش یا میت جا رہا ہے یا لے جایا جا رہا ہے، کیونکہ جسم انسانی سے روح جدا ہو گئی۔

چوتھی بنیادی بات: روح عالم امر کا ہے اور جسم عالم خلق کا ہے

روح اور جسم سے مرکب یا بنا ہوا انسان دونوں دو جگہ کی چیز ہے یا دونوں دو جگہ کی الگ الگ حقیقت ہے۔ اس کو آسان لفظوں میں ذہن میں رکھئے کہ جسم انسانی اس دنیا کی چیز ہے اور جسم کا تعلق خلق یعنی بنائی ہوئی اور پیدا کی گئی۔ جسم کی شکل میں ایک ڈھانچہ ہے اور یہ جسم انسانی مٹی سے بنا ہوا ہے اور مٹی سے پیدا ہونے والی ہی اشیاء اس کی خوراک ہے اور اسی پر اس کی نشوونما یعنی انسانی صحت کا دارومدار ہے اور جب یہ مر جاتا ہے یعنی روح نکل جاتی ہے تو اس کو مٹی میں دفن کر دیتے ہیں۔

''مِنهَا خَلَقْنَا كُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنهَا نُخرِجُكُمْ تَارَةً أُخرىٰ (طٰہ)'' ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو (مرنے کے بعد) لے جائیں گے اور (قیامت کے روز) پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے۔

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر کو بھی مٹی سے پیدا کیا تھا۔ ہمارے خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''کُلُّکُم

بَنِیْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ ''یعنی تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام تراب یعنی مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت ہی جامع اور دلکشا، آنکھ کھول دینے والی بات فرمائی ہے کہ: ''اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْأَمْرُ (ال عمران) '' دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے۔

اس لئے شکل و ہیکل انسانی تو خلق ہے اور روح انسانی امر الٰہی ہے۔

پانچویں بنیادی حقیقت: موت کا اثر روح اور جسم پر

یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ موت کیا ہے؟ موت کا اثر جسم پر کیا ہوتا ہے اور روح پر کیا ہوتا ہے؟

سب سے پہلے ہمیں یہ یاد رکھنا ہوگا کہ انسان کو تین جہاں سے گزرنا ہے:

(۱) ایک، دنیا دار العمل ہے۔

(۲) اور ایک، برزخ جو دار الانتظار ہے۔

(۳) اور ایک، آخرت جو دار القرار ہے۔

اور ان تینوں جہان کے احکام اور احوال اور کیفیات الگ الگ ہیں۔ ہر شخص ان تینوں جہاں کے اندر اپنی اپنی ایمانی اور عملی فکر اور جدوجہد اور اس کے نتائج سے جڑا ہوا ہے جس کی تفصیل کتابوں میں موجود ہے۔

اب اصل سوال کہ موت کیا ہے؟ اور موت کی حقیقت کیا ہے؟

موت کی حقیقت کیا ہے؟

اس سوال کا جواب باختصار مگر ضروری وضاحت کے ساتھ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ''اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیَاةَ (ملک) '' جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا۔

(۱) یعنی انسانی زندگی انہیں دونوں احوال سے گزرے گی یا انسانی زندگی پر یہ دونوں احوال حاوی رہیں گے۔ کچھ زندگی کا حصہ حیات سے وابستہ رہے گا اور حیات لے لی جائے گی تو پھر موت کی حالت میں رہے گا اور یہ حالت برزخ اور دار الانتظار کی ہے اور برزخی حیات کی ہے، یہ بھی ایک حیات ہی ہے جو ہماری سمجھ اور عقل سے بالاتر ہے۔ جب ہم اس میں پہنچ جائیں گے تو وہ حیات اہل ایمان جنت کی صورت میں اور اہل کفر عذاب کی شکل میں برتیں گے۔

(۲) اس کو یوں بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ حیات نام ہے عملی اور وجودی زندگی کا اور موت نام ہے عملی زندگی سے کاٹ دینے کا اور اس زندگی کا جس میں عمل منقطع اور موقوف کر دیا جاتا ہے اور نیکی و بدی کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے یعنی عملی زندگی کے نتیجے اور ثمرات کو برتنے کا۔

(۳) حیات والی زندگی ابھی ہمارے سامنے مشاہدہ ہوتی ہے اور انسان کی ہر طرح کی نقل و حرکت، اعمال و افعال سب چونکہ وجودی ہیں اس لئے حیات آسانی سے ہر شخص کے سمجھ اور ادراک میں آجاتی ہے، جب کہ موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ روح کا بدن سے عملی اور تصرف کا تعلق منقطع کر کے روح کو ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کرنے کا نام ہے اور یہ بھی ایک وجودی چیز ہے اور جسم سے روح کا تعلق باقی رکھا جاتا ہے۔ حقیقت اس کی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

(۵) جس طرح حیات انسانی ایک حال ہے جو جسم انسانی پر طاری ہوتا ہے اسی طرح موت بھی ایک ایسا ہی حال ہے جس میں ثواب وعقاب کو محسوس کرتا ہے اور اس کو روحانی برزخی حیات بھی کہہ سکتے ہیں۔

(٦) اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ کامل اور مکمل حیات انسان کو عطاء فرمائی کہ اس میں حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت حاصل کرنے کی ایک حد تک صلاحیت رکھ دی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول کرکے امانت کا بوجھ با آسانی اٹھالیا، جب کہ اس حیات کے مقابل موت ہے جس کا ذکر قرآن میں: ''أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ'' میں ذکر فرمایا ہے کہ کافر کو مردہ اور مومن کو زندہ کہا گیا ہے یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت ایمان کے ذریعے حاصل کی وہ زندہ ہے اور جس نے اس صلاحیت کو کھودیا وہ مردہ ہے۔

(۷) بعض مخلوقات میں یہ درجہ حیات کا تو نہیں مگر حس وحرکت موجود ہے وہی اس کی حیات ہے اور اس کے مقابل موت ہے اس کا ذکر قرآن میں: كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ'' میں آیا ہے۔ اس جگہ حیات سے مراد حس وحرکت اور موت سے مراد اس حس اور حرکت کا ختم ہوجانا ہے۔

(۸) درختوں اور نباتات میں حس وحرکت تو نہیں صرف نمو یعنی بڑھنے کی صلاحیت ہے، جب کہ اس کے مقابل وہ موت ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی آیت: يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا میں آیا ہے نمو اور بڑھنے کی صلاحیت ختم ہوجائے تو یہی اس کی موت ہے۔

(۹) جمادات میں بھی ایک خاص قسم کی حیات موجود ہے جو اس کے وجود کے ساتھ لازم ہے۔ اسی حیات کی وجہ سے قرآن مجید میں اس کا اثر بتلایا گیا ہے: وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ'' جو چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے ان کا تسبیحات سے رک جانا ہی موت ہے۔

(۱۰) عجیب بات ہے حق تعالیٰ جل مجدہ نے پتھروں سے بنے ہوئے بتوں کے متعلق فرمایا: ''أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ'' یعنی مردہ ہیں جس میں زندگی اور حیات نہیں۔

اوپر کی تمہیدی باتوں سے موت وحیات کا کچھ اجمالی خاکہ ذہن میں ضرور آ گیا ہوگا۔

لہٰذا موت فنا ہونے یا ختم ہونے کا یا نیست ونابود ہونے یا مرجانے کا نام نہیں انسان کا ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل کردیئے جانے کا شریعت میں نام موت ہے۔ ایسا ہی سمجھ لیجئے دن کی روشنی تھی اب رات آگئی، مشین کے اندر بجلی اور برقی توانائی تھی تو حرکت کررہی تھی اب بجلی کی لائن کا بٹن اوف کردیا گیا مشین کی حرکت بند ہوگئی۔

دارالانتظار: موت کے بعد برزخ

جسم انسانی کو جب حیات کی حالت سے موت کی حالت میں منتقل کردیا جاتا ہے تو اس حالت کا نام شریعت میں برزخ ہے جس کو دارالانتظار لکھا گیا ہے اور برزخی زندگی کا دارومدار انسان کی دنیاوی حیات پر مرتب ہوتا ہے۔ دنیا کیونکہ دارالعمل ہے اور یہاں کی حیات بھی عملی زندگی کے لئے تھی اور موت کے ذریعے عملی زندگی موقوف کردی گئی، روک دی گئی، موت کے بعد والی زندگی میں نیکی وبدی کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اس لئے برزخ والی زندگی میں نیک وبد، اچھے اور برے، ایمان والے اور بے ایمان کا ٹھکانہ الگ الگ نام سے ہمارے دین وشریعت میں جانا اور پہچانا جاتا ہے اور یہ عقل وشعور کا بھی تقاضا ہے کہ مہمان خانہ اور قید خانہ جدا جدا ہوں۔ حیات وزندگی میں

بھی فکری اور عملی طور پر دونوں الگ الگ تھے۔ ایک اللہ وحدہ لا شریک لہ اور حضرت محمد خاتم النبیین پر ایمان لایا تھا، قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتا تھا، حلال وحرام میں فرق اور تمیز کرتا تھا۔ الغرض اپنے مالک ومولا جل وعلا کی کبریائی تسلیم کرتا تھا اور دوسرا آزاد سانڈ بنا پھرتا تھا۔

اس لئے عالم برزخ میں ایک مہمان خانہ بنایا گیا۔ نام اس کا ''علیین'' ہے اور قید خانے کا نام ''سجین'' رکھا گیا۔

علیین کیا ہے اور علیین کا مقام

قرآن مجید میں ہے: اِنَّ کِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ '' بے شک اعمال نامہ نیکوں کا بلند جگہ ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ علیین ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ایک مقام ہے جس میں مومنین کی ارواح اور صحائف اعمال رکھے جاتے ہیں۔

بعض روایات حدیث سے بھی مومنین کی ارواح کا جنت میں عرش کے نیچے ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے مومنین کی ارواح کا مستقل ٹھکانہ ساتویں آسمان پر عرش اعظم کے نیچے ہے اور جنت کا مقام بھی یہی ہے اور ان ارواح کو جنت کی سیر وسیاحت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور تمام مومنین کی ارواح کا مستقر بھی یہی ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَعْلَقُ فِيْ شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى تَرْجِعَ إِلٰى جَسَدِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ '' مومن کی روح ایک پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں میں معلق رہے گی یہاں تک کہ قیامت کے روز اپنے جسم میں پھر لوٹ جائے۔

(رواہ مالک والنسائی معارف القرآن ج ۸ ص ۶۹۷)

الغرض مومنین کی ارواح برزخ میں ہو یا جنت میں دونوں ہی کا مقام عرش اعظم کے نیچے ہے اور بھی روایات ہیں جس کا یہ مقام نہیں۔

سجین کا مقام اور وہ کیا ہے؟

''اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ '' بے شک اعمال نامہ گنہگاروں کا سجین میں ہے۔ سجین کے معنی تنگ جگہ میں بند کرنے کے ہیں۔ برزخ اس مقام کا نام ہے جہاں کفار وفجار کی ارواح کو قید وبند میں رکھا جاتا ہے اور یہی ان کا مقام ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین علیہ السلام نے فرمایا کہ سجین ساتویں زمین کے نیچے طبقہ میں ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ سجین کفار وفجار کی ارواح کا مستقر ہے۔ ''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ قرآن کریم میں جو یہ آیا ہے کہ قیامت کے روز جہنم کو لایا جائے گا۔ ''وَجِايْءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ '' اس کا مطلب کیا ہے؟ جہنم کو کہاں سے لایا جائے گا تو حضور خاتم النبیین علیہ السلام نے فرمایا کہ جہنم کو ساتویں زمین سے لایا جائے گا۔''

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم ساتویں زمین میں ہے وہیں سے بھڑک کر سارے سمندر اور دریا اس کی آگ میں شامل ہو جائیں گے اور سب کے سامنے آجائے گی۔ ''وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ '' اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے۔

مرنے کے بعد انسانی روحوں کا ٹھکانہ

اوپر کے بیان سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انسان کی روح مرنے کے بعد اگر مومن تھا تو علیین جو ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ہے اس کا ٹھکانا اور مقام ہے اور جنت بھی عرش اعظم کے نیچے ہے۔

اور بے ایمان کفار کی ارواح مرنے کے بعد سجین جو ساتویں زمین کے نیچے ہے یہیں جہنم بھی ہے اور یہی اس کا ٹھکانہ اور مقام ہے۔

چھٹی بنیادی حقیقت: موت جسم پر طاری ہوتی ہے نہ کہ روح پر

موت کی حقیقت اپنے جان لیا کے ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کردیا جاتا ہے۔

جسم کو مٹی کے اوپر سے نیچے قبر میں یا کسی بھی شکل میں رکھ دیا جاتا ہے چھوڑ دیا جاتا ہے اور یہ لفظ موت کا جسم پر ہی ہوتا ہے اور بولا جاتا ہے نہ کہ روح پر کہ جسم خلق پیدا کیا ہوا ہے۔

روح پر موت طاری نہیں کی جاتی بلکہ روح جسم سے نکال لی جاتی ہے اور جس طرح جسم کو انسان گھروں سے منتقل کردیتے ہیں قبر میں یا دوسری جگہ۔

روح کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے نکالتے ہیں اور وہ اس کو اللہ کے حکم سے اس کے برزخی ٹھکانہ، علیین یا سجین میں پہنچادیتے ہیں۔ اس لئے روح پر موت نہیں آتی۔ نہ ہی روح مرتی ہے کیونکہ وہ عالم امر کی ایک حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک امر وحکم ہے۔ ''وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ (بنی اسرائیل)'' اور یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں (امتحاناً) پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے۔

اور خلق اور امر دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت وقوت، احدیت وربوبیت اور الوہیت کی واضح دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (آل عمران)'' دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے۔

ایک ضروری وضاحت

اہل ایمان قارئین کے درمیان میں ایک ضروری وضاحت کردی جائے تو بات آگے چل کر حیات انبیاء علیہم السلام ذہن میں آسانی سے اتر جائے گی اور ہماری نجات ومغفرت کا ذریعہ ووسیلہ بن جائے گی۔ وباللہ التوفیق!

موت مؤمن کے لئے دیدار الٰہی کا ذریعہ ووسیلہ ہے

حسان بن اسود کا قول ہے جو اہلِ ذوق کے لئے بہت ہی پر لطف ہے۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ إِلَى الْحَبِيْبِ یعنی موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔ (دیدار الٰہی کا شوق ۱۴۱)

اے لقائے تو جواب ہر سوال   مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

آپ کی ملاقات ہی ہر سوال کا جواب ہے، جس سے بلاشک وشبہ ہر مشکل حل ہوجاتی ہے (تفصیل کے لئے عاجز کی کتاب دیدار الٰہی کا شوق ضرور مطالعہ کریں)

بخاری شریف میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کا ایک حصہ ہے۔ ”اَلْمُؤْمِنُ اِذَا حَضَرَہُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰہِ وَ کَرَامَتِہٖ فَلَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا اَمَامَہٗ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ وَ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ“ مؤمن کی جب موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور حق تعالیٰ کے یہاں اس کی عزت کی خوش خبری دے دی جاتی ہے اس وقت مؤمن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز تر نہیں رہتی جو اس کے آگے (اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی خوشنودی کا حصول ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وہ خواہش مند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ (بخاری کتاب الرقاق باب ۴۱ رقم الحدیث ۶۱۴۲، دیدار الٰہی کا شوق ص ۴۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن کے لئے موت کو دیدار الٰہی کا زینہ بنایا گیا ہے اور دونوں دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ موت ایک الگ چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا ایک ذریعہ اور پل ہے۔ اس لئے اسے بھی لقاء اللہ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ابو زرعہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یُحِبُّ الْاِنْسَانُ الْحَیَاۃَ وَ الْمَوْتُ خَیْرٌ لِنَفْسِہٖ۔“ ”آدمی زندگی کو محبوب رکھتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے بہتر ہے۔“ (دیدار الٰہی کا شوق ۶۰۰)

ایک اہم اور بنیادی بصیرت ایمانی

ابھی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت بخاری کے حوالہ سے آپ نے پڑھی جس کا حاصل یہ ہے کہ عام مؤمنین کو موت کے وقت عالم برزخ سے عالم آخرت تک کی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور آنے والے برزخ کے دنوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت، مسرت، کرامت، راحت و طمانیت اور جنت کی تمام سوچ اور تصور سے بالاتر نعمتوں کی فرشتے بشارت دیتے ہیں تو اس وقت وہ مرنے والے کے سامنے سب سے محبوب اور پسندیدہ و مرغوب اور رضا و رغبت کے ساتھ آخرت کی طرف جانا اعلیٰ درجہ کی چاہت اور انتخاب اور طلب شدید ہو جاتا ہے۔

حدیث میں عام مؤمن کا حال بتلایا گیا ہے نہ کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کا

نتیجہ: پھر ہمارے حضرت رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، امام الانبیاء، سید المرسلین عَلَیْہِ اَلْفُ اَلْفِ الصَّلٰوۃِ وَ التَّسْلِیْمِ کا مقام کون بیان کر سکتا ہے؟ اور اس وقت کے غیبی انکشافات جو شانِ خاتمیتِ نبوت و رسالت کے اَعْلٰی وَ اَرْفَعْ، اَطْیَبْ وَ اَلَذْ، اَزْکٰی وَ اَطْھَرْ، وَ اَحْلٰی وَ اَجَلّْ، ربِّ اعلیٰ کی جانب سے مشاہدہ کرایا گیا ہوگا اس کو کون جان سکتا ہے؟ اس کو ہماری عقل نارسا اور کوتاہ فہم و ادراک، کمزور اور ضعفِ ایمان و ایقان نہ سمجھ سکتی ہے نہ ہی ہماری سمجھ میں آسکتی ہے۔ بہت صحیح اور حقیقت پر مبنی بات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے کہہ دی ہے: ”لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَتَکَلَّمَ عَلٰی مَقَامِ النُّبُوَّۃِ وَ الرِّسَالَۃِ“

کسی شخص کے لئے مناسب بھی نہیں ہے کہ نبوت و رسالت کے مقام پر گفتگو کرے مگر وہی جو خود بھی نبی اور رسول ہو۔ ہمارا کام ہے محض تسلیم و رضا کے ساتھ ایمان و یقین کو مضبوط اور مستحکم رکھنا حضرت خاتم النبیین اعلیٰ مقام کے مناسب ﷺ۔

گتھی مگر سلجھ گئی

حضور خاتم النبیین علیہ السلام چونکہ رحمۃ للعالمین ہیں اس لئے آپ کی رحمت ہے کہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ "عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَانَ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ أَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيْدَةٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ فَعَلِمْتُ اَنَّهُ خُيِّرَ" (بخاری ومسلم، دیدار الٰہی کا شوق ۶۰۰)

حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی ایسا نبی نہیں جس کو دنیا و آخرت کے رہنے میں اختیار نہ دیا گیا ہو اور آپ ﷺ کو اس مرض میں جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا سخت بیٹھی آواز نے پکڑا، اس وقت میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ میں سمجھ گئی اب آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ (۱): اس روایت سے حضرت خاتم النبیین علیہ السلام کا شوق و اختیار یعنی آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

<u>فائدہ (۲)</u>: اور یہ فرق بھی واضح طور پر سامنے آ گیا کہ عام مومنین کو رضوان کی بشارت و کرامت بتلائی جاتی ہے اور انبیاء کو اختیار دیا جاتا ہے کیونکہ رضوان و کرامت کے تو وہ منجانب اللہ بشیر تھے، وہ سب ان کے مشاہدے میں پہلے سے ہوتی ہیں۔ یہ فرق بھی نبی و غیر نبی کا خوب لذت و فرحت بخش ہے اور انعام ذی حیات اور صاحب حیات پر ہوتا ہے اور انعام سے لطف اندوزی جبھی ہوگی کہ کمال حیات اقوی و اعلیٰ درجہ کی ہو۔ بے حس و شعور پر انعام کا کیا معنی۔ یہ نکتہ بھی یاد رہے۔

ایک اور بھی راز کا پتہ لگتا ہے

یہاں پر بخاری شریف کی وہ حدیث بھی اہل ذوق کے لئے حیات النبی کا عقدہ اور راز کو کھولتی ہے۔

حضرت خاتم النبیین علیہ السلام نے دنیا پر آخرت کو اختیار تو کر ہی لیا اور ساتھ ساتھ کتنا گہرا اور پر از حقیقت شان خاتمیت کے مناسب ارشاد فرمایا: "اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْأَعْلٰى" یہ خوبصورت انمول بول بھی حیات النبی کی دلیل ہے۔

حاصل دونوں روایت کا یہ ہوا کہ حضرت خاتم النبیین علیہ السلام نے دنیا پر آخرت کو اور آخرت میں رفیق اعلیٰ اور ذات حق سے شان خاتمیت کے اعلیٰ مقام کی حق تعالیٰ کی رفاقت و معیت کا اعلان و انتخاب فرمایا۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو "اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" کی معیت و رفاقت اور "اَلرَّفِيْقَ الْأَعْلٰى" کے ذریعہ اعلان کر رہا ہے وہ تمام حیات والوں کی حیات سے قوی اور اقوی حیات کا مالک نہ ہوگا؟ اب ذرا غور کیجئے رفیق و رفاقت "اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" کی ذات عالی سے صاحب حیات کامل کی ہی ہو سکتی ہے۔ کیا یہ رفاقت حیات کی دلیل نہیں؟ کچھ تو ایمان بالرسالت کا خیال کیجئے۔

یہ بات آگے چل کر قرآن و حدیث دونوں میں اور واضح ہوگی، جیسا کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد میں ہے: ''اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّہَدَاءِ وَ الصَّالِحِیْنَ''

(۱) اوّل انبیاء علیہم السلام کو رکھا گیا ہے تینوں عالم کی حیات میں۔ کیونکہ خالق تبارک وتعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے اوّل نمبر پر انبیاء علیہم السلام ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام میں اوّلیت اور فوقیت حضرت محمد خاتم النبیین علیہ الف الف الصلاۃ والسلام کا رتبہ اور مقام ہے۔ تمام جہات واعتبارات اور ہر طرح کی حیات اور انوارات وتجلیات میں۔

(۲) دوسرے نمبر پر صدیقین ہیں جن کا مقام حیات انبیاء علیہم السلام سے نیچے ہے یعنی رتبہ صدیقیت سے اوپر نبوت پھر رسالت ہے۔

(۳) تیسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ نے مقام شہداء کی حیات اور مقام ومرتبہ رکھا ہے۔

(۴) چوتھے نمبر پر صالحین کا مقام ومرتبہ ہے جو آپ کو آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے۔ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّہَدَاءِ وَ الصَّالِحِیْنَ۔

شہداء کو مردہ کہنے کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے کی ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ سورہ بقرہ میں: ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ، بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ: ۱۵۴)'' اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی نسبت (یوں بھی) مت کہو کہ وہ معمولی مردوں کی طرح مردے ہیں بلکہ وہ تو (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں لیکن تم (ان حواس سے اس حیات کا) ادراک نہیں کر سکتے۔ (حضرت تھانوی)

دوسری آیت آل عمران میں ہے: ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا، بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ (آل عمران: ۱۶۹)'' اور اے مخاطب جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کر بلکہ وہ تو زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔ ان کو رزق بھی ملتا ہے۔

شہداء کی حیات سے کیا مراد ہے

ان دونوں آیتوں میں حق جل مجدہ نے شہداء یعنی جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے ان کو مردہ، مرا ہوا کہنے سے منع ہی نہیں فرمایا بلکہ ان کو زندہ کہا اور یہ بھی فرما دیا کہ جب زندہ ٹھہرے تو ان کو روزی یعنی کھانے پینے کی چیزیں بھی منجانب اللہ ملتی ہیں۔

اور بہت ہی پرلطف، سرور وسکون کی پرحقیقت بات حق تعالیٰ نے یہ اطلاع بھی دے دی کہ: ''عِنْدَ رَبِّہِمْ'' اپنے رب کے پاس۔ یعنی موت سے اور مردہ سے جو زندگی اور حیات لے لی جاتی ہے، سلب کر لی جاتی ہے، چھین لی جاتی ہے اور اس کے احساسات وادراکات، شعور وآگہی اور حس وحواس اس میت یا مردہ کے ختم اور معدوم کر دیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی بھی شہداء سے نہیں لیا جاتا، نہ ہی ختم ہوتا ہے، نہ ہی معدوم کیا جاتا ہے، نہ ہی چھینا جاتا ہے۔ خوب یاد رکھئے پھر آپ کو حیات النبی ﷺ کی چاشنی وحلاوت کا ذائقہ ملے گا۔

ایک لطیف نکتہ اہل ذوق کے لئے

درمیان میں ایک اپنا ذوقی لطیفہ بھی سنئے۔ قرآن میں ہے: ''کُلٌّ آمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلآئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ (البقرۃ:۲۸۵)'' سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو۔ (شیخ الہند) یعنی سب بھی ایمان لاتے ہیں اللہ اور اس کے فرشتے اور کتاب اور رسولوں پر۔

یہاں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ ایمان باللہ ایک ایسی ذات پر عقیدہ رکھنا ہے جو ذات اَلْحَیُّ الْقَیُّوْم، اَلْأَوَّل، اَلْآخِر، اَلظَّاھِر، اَلْبَاطِن ہے اور اسی اللہ تعالیٰ نے یہاں اس آیت کے ٹکڑے میں مطالبہ کیا اور فرمایا کہ ایمان باللہ، ایمان بالملائکۃ، ایمان بالکتب، ایمان بالرسل۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ایمان باللہ کے ساتھ تین اور چیزوں کو اس ایمان لانے کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ اللہ تو اَلْحَیُّ الْقَیُّوْم۔ لَا إِلٰہَ إِلَّا ھُوَ ہے اور اللہ، اللہ ہی ہیں، بلا ریب وشک اہل سنت والجماعت کے بیان کردہ تمام تر کمالات کے ساتھ اور فرشتے، کتاب اور رسل۔ یہ تمام کی تمام ذی حیات ہیں اور ان کو بھی حیات حق تعالیٰ کی جانب سے ملی جبھی تو ان پر ایمان کا مطالبہ کیا گیا اور ان تمام چیزوں پر عقیدہ وایمان سے ہی اہل ایمان کو حیات اخروی اور حیات ایمانی ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ، کتب اور انبیاء ورسل کو ایسی حیات عطاء کی ہیں کہ اہل ایمان کو ان پر ایمان لانے کو کہا گیا۔ معدوم اور مردہ اور غیر حیاتی پر ایمان کا مطالبہ کیسے اور کیونکر کیا جاتا؟

اللہ باقی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ملائکہ اور کتب اور انبیاء ورسل پر ایمان لانے کو اس لئے فرمایا کہ منجانب اللہ وہ سب بھی حیات بخش اور حیات آفریں ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ بے جان اور بے حس اور بے شعور وآگہی ہیں۔ ملائکۃ اللہ تو شاہد اور اہل ایمان پر سکینہ وسلامتی نازل کرتے ہیں، قلوب پر ثبات وقرار کا ذریعہ بنتے ہیں۔ خیر وبھلائی کا الہام کرتے ہیں ہیں۔

قرآن اہل ایمان کے لئے حجت وبرہان ہے۔ قیامت کے دن بارگاہ قدس میں شفاعت وسفارش کرے گا۔

اور حضرت محمد خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام تو مقام محمود اور شفاعت کبریٰ اور ان کے ہاتھ میں جنت کی کنجی اور حمد کا جھنڈا اور ''وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی'' کے مقام پر ہوں گے۔ حوض کوثر پر امت کو سیراب کریں گے اور نہ معلوم لاتعداد مناقب ہیں، یہ سب حیات کی دلیل ہیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے ایمان کا مطالبہ بے جان چیزوں پر نہیں کیا، سب کو حیات والا حیات بخش بنایا ہے۔ واللہ اعلم!

آیت مذکورہ سے استدلال

یہ بات پہلے ہی عرض کردی گئی ہے کہ موت فنا ہونے کا نام نہیں بلکہ اس کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا نام ہے۔ خواہ جہاں منتقل کی گئی ہے مسرت وخوشی، مغفرت وجنت میں ہو یا عذاب وعقاب اور سزا میں ہو۔ بہرصورت روح مری نہیں باقی ہے جسم سے جدا ہوئی ہے اور تعلق موجود ہے۔ نعمت میں ہو یا عذاب میں بس بدن سے عملی تعلق کاٹ دیا گیا ہے۔ ثمراتی تعلق بحال اور باقی ہے۔ شہید جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دے دی اور اس کو یہ جان، جان جاناں کے لئے دینا شیرین اور لذیذ ہوا۔ اس کو حق سبحانہ وتعالیٰ، حی وقیوم کی بے چوں وچگون ذات کی

جانب سے حیات کا ایک عکس اور پرتو پڑتا ہے، جس سے اس کو ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے اسی کو اللہ تعالیٰ نے "بَلْ أَحْيَاءٌ" سے واضح فرمادیا۔

شہید کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ عام مردوں کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر شہید کا عمل یعنی جہاد فی سبیل اللہ کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

یعنی شہید کی ترقی رک نہیں جاتی بلکہ برابر جاری رہتی ہے، جس عمل میں اس نے جان دی ہے اس کا اجر برابر جاری رہتا ہے، گویا کہ اب بھی وہ عمل کررہا ہے۔

یادرکھو شہید کو حیات تو ہے مگر اس حیات کو تم سمجھ نہیں سکتے، لَا تَشْعُرُوْنَ۔ شہید کی حیات کو سمجھنے کی تمہارے اندر صلاحیت ہی نہیں۔ بس تم تو اپنے اللہ کی بات مان لو کہ وہ مرے نہیں، نہ ہی مردہ کہو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور چونکہ انبیاء کی حیات شہداء کی برزخی حیات سے اعلیٰ واقوی ہے اس لئے ان کا برزخی حیات میں یہ مقام ہے کہ عملاً بھی ان کا عمل جاری رہتا ہے جب کہ شہداء بعد از شہادت عمل کرنے سے عاجز ہیں لیکن اپنی زندگی کے آخری عمل شہادت کے اجر سے مسلسل نوازے جاتے ہیں۔

مرنے والوں میں فرق مراتب

شہید کو گو یہ کہنا کہ مرگیا صحیح اور جائز ہے، مگر عام مردوں کی طرح اس کی موت شہادت کو مردہ کہنا درست نہیں، کیونکہ شہید کو عام مردوں کے مقابلے میں حیات حاصل ہے اور حیات برزخی میں عام مردوں کے مقابلے میں ایک مضبوط اور قوی حیات حاصل ہے۔ اسی لئے مردہ کہنے کی ممانعت آیت میں آئی ہے:

(۱) تمام احکام میت میں شہید کی میراث تقسیم ہوگی۔

(۲) شہید کی بیویاں عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں۔

(۳) شہید کو حیات حاصل ہے اس لئے اس کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات

حضرات انبیاء علیہم السلام کو شہداء کی حیات سے زیادہ مضبوط اور قوی تر حیات حاصل ہے۔ اس لئے اس کا ظاہری اثر بھی شریعت میں موجود ہے اور یہ بھی یاد رکھنی چاہئے حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخی سے زیادہ مضبوط اور اقوی شہداء کی حیات نہیں، بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو شہداء کی حیات سے اقوی اور اعلیٰ حیات حاصل ہے اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بیویاں دوسرے کے نکاح میں نہیں آسکتیں اور نہ ہی کوئی ان سے نکاح کرسکتا ہے۔ کیونکہ زندہ کی بیویوں سے نکاح جائز اور درست نہیں ہے اور ہمارے حضرت خاتم النبیین علیہ الف الف الصلاۃ والسلام۔ دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی زندہ ہیں ان کا ازواج مطہرات سے وہی تعلق ہے جو دنیا میں رشتہ زوجیت کا تھا، باقی ہے اور یہ رشتہ وتعلق باقی رہنا اس لئے ہے کہ ہمارے حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں۔ آپ کو حیات شہید کی حیات سے کئی درجہ بلند اور بالا حاصل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی امت کو ہدایت کردی کی ازواج مطہرات سے نکاح درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتنی پرعظمت اور وقار

بھری بات ارشاد فرمائی ہے: ''وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللهِ '' تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کلفت پہنچاؤ۔ ''وَلَا أَنْ تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا'' اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ (احزاب ۵۳) (تھانوی)

اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے حیات النبی ﷺ کے ظاہر اثر اور حکم کو ابدیت کے ساتھ بیان کر دیا اور امہات المومنین کے تقدس اور حرمت کو قیامت تک کے لئے نازل فرما دیا۔ امہات المومنین بیوہ نہیں ہیں کہ ان کی شادی ہو اور حضرت محمد ﷺ کی حیات کو نہ ماننا خاتم النبیین علیہ السلام کو کلفت پہنچانا ہے۔ ظاہری بات ہے زندہ کو مردہ کہنا کہاں درست ہے اور اس سے حضرت محمد ﷺ کو کلفت واذیت ہوتی ہے۔ مسلمانوں اس سے بچو۔

گویا کہ آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ خاتم النبیین ﷺ رفیق اعلی میں مقیم ہوں یا اس دنیا میں، دونوں حالت میں آپ کو حیات حاصل ہے اور خاتم النبیین علیہ السلام کی ازواج مطہرات کا رشتہ دونوں حالت میں یکساں باقی اور مضبوط ومستحکم ہے اور خاتم الانبیاء علیہ السلام کی ازواج کبھی بھی بیوہ کے احکام میں داخل نہیں ہیں اور نہ ہی وہ بیوہ ہیں کہ ان کا نکاح کسی سے درست ہو، کیونکہ وہ حضور خاتم الانبیاء کی ازواج ہیں اور خاتم الانبیاء سے ان کا رشتہ نکاح باقی وثابت ہے کہ خاتم الانبیاء کو حیات اقوی واعظم حاصل ہے۔

خاتم الانبیاء ﷺ زندہ ہیں اس لئے ان کی میراث تقسیم نہیں ہوگی

خاتم الانبیاء علیہ السلام کے زندہ اور حیات کی وجہ سے ان کی میراث تقسیم نہیں ہوئی۔ کیا زندہ کا مال میراث میں تقسیم ہوتا ہے کہ ہوگا۔

خاتم الانبیاء علیہ السلام کی حیات کا ظاہری اثر ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات کی شادی ونکاح حق تعالیٰ نے ہی قرآن مجید میں حرام قرار دے دیا اور اسی طرح ان کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوئی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ خاتم النبیین علیہ السلام کا رفیق اعلی میں منتقل ہونا ایسا ہے جیسا کوئی صاحب رتبہ اور بلند ہستی ایک گھر سے دوسرے اعلی ذی شان گھر میں منتقل ہو جائے۔ زندہ شخص کی نہ میراث تقسیم ہوتی ہے نہ ہی اس کی بیوی بیوہ کہلاتی ہے نہ ہی اس کی شادی ونکاح کسی دوسرے شخص سے حلال ہے۔ حضرت ﷺ کی اذیت سے بچو۔

اللہ تعالیٰ نے اس حیات خاتم النبیین علیہ السلام کو کتنی پر اثر اور دل دہلا دینے والی بات سے قرآن میں فرمایا یہ بھی ہمارے رحمت للعالمین ﷺ کا خصوصی مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر قول وفعل، سوچ، تصور اور خیال جس سے رسول اللہ ﷺ کو ایذاء یا تکلیف ہو یا تکلیف پہنچے وہ امت پر حرام ہے۔

ہمارے حضرت ﷺ زندہ ہیں۔ ان کو مردہ کہنا اذیت پہنچانا ہے۔ ہمارے حضرت ﷺ زندہ ہیں ان کی بیویاں بیوہ نہیں ہیں، ان کو بیوہ کہنا یا ان سے بیوہ والا معاملہ کرنا اذیت پہنچانا ہے۔ ہمارے حضرت ﷺ زندہ ہیں ان کی میراث تقسیم نہیں ہوئی اور میراث تقسیم کرنا اذیت پہنچانا ہے۔

اسی حکم الہی پر امت خاتم النبیین علیہ السلام نے عمل کیا اور اہل سنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو حیات اپنے اسی جسد اور جسم مبارک کے ساتھ روضہ مبارک میں حاصل ہے اور یہی عقیدہ علماء دیوبند کا ہے۔

اہل السنت والجماعت کی تعریف

(۱) اہل السنت: حضور خاتم النبیین علیہ السلام کی شریعت وسنت پر عمل کرنے والے۔

(۲) والجماعت: حضور خاتم النبیین علیہ السلام کے تربیت یافتہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوپر بھروسہ اور اعتماد کرنے والے۔

ائمہ اربعہ: امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے پیروکار۔ (شہادت ۱۵۰ھ)

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے پیروکار۔ (وفات ۱۷۹ھ)

امام محمد بن ادریس الشافعی کے پیروکار۔ (وفات ۲۰۴ھ)

امام احمد بن حنبل کے مرتبہ کے پیروکار۔ (وفات ۲۴۱ھ)

مذکورہ چاروں اماموں کا مسلک اہل السنت والجماعت کہلاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب سورۃ آل عمران کی آیت: ''یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ'' (قیامت کے دن کچھ چہرے چمکتے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے) نازل ہوئی تو حضور خاتم النبیین علیہ السلام سے صحابہ نے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ کالے چہرے والے اور سفید چہرے والے لوگ کون ہوں گے؟ تو خاتم النبیین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تَبْيَضُّ وُجُوهُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوهُ أَهْلِ الْبِدَعِ وَالضَّلَالَةِ''

(الدر المنثور فی تفسیر الماثور ج ۲ ص ۱۱۲)

(ترجمہ) جن لوگوں کے چہرے کے کالے ہوں گے وہ اہل بدعت (گمراہ) ہوں گے اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے وہ اہل سنت والجماعت ہوں گے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ۔ آمین!

قبر کی تعریف اور قبر کیا ہے؟

جب انسان مرجاتا ہے اور اس کو جس جگہ دفن کیا جاتا ہے، جلا کر راکھ بنا کر ہوا میں، فضا میں اڑا دیا جاتا ہے یا پانی میں ڈوب وغرق ہوگیا۔ مچھلی نے یا مگرمچھ نے نوچ نوچ کر کھالیا۔ الغرض جس جگہ اس کے ذرات جسم ہوں گے اسی جگہ روح کا تعلق قائم کر دیا جاتا ہے اور یہی اس کی قبر ہوتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور تمام شکوک وشبہات کا قرآن وحدیث سے جواب دیا ہے۔ (دیکھ لیں شرح الصدور ص ۵۹)

برزخ کی تعریف

وفات کے بعد انسان پر جو وقت اور حالات گزرتے ہیں انہیں برزخ کہا جاتا ہے قرآن نے بھی وفات کے بعد والی زندگی کو برزخ کہا ہے۔ ''وَمِنْ وَرَاءِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (المومنون: ۱۰۰)''

حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زمینی قبر برزخ کا ایک حصہ ہے۔ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس سے مراد برزخ ہے جو موت سے قیامت تک کی مدت ہے۔

موت کے بعد قیامت اور حشر تک کے زمانے کو برزخ کہا جاتا ہے کہ یہ دنیاوی حیات اور آخرت کے درمیان حد فاصل ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ جب مرنے والا کافر، فرشتوں سے دوبارہ دنیا میں بھیجنے کو کہتا ہے تو یہ کلمہ تو اس کو کہنا ہی تھا کیونکہ عذاب سامنے آچکا ہے، مگر اس کلمے کا کوئی فائدہ اس کے لئے نہیں کہ وہ اب برزخ میں پہنچ چکا ہے، جس کا قانون یہ ہے کہ برزخ سے لوٹ کر کوئی دنیا میں نہیں آیا اور قیامت اور بعث وحشر سے پہلے دوسری زندگی نہیں ملتی۔ واللہ اعلم! (معارف القرآن ج ۶ ص ۳۴۱)

عالم برزخ

''وَمِنْ وَّرَاءِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ'' اور ان کے پیچھے پردہ ہے اس دن تک کے اٹھائیں جائیں۔ یعنی ابھی کیا دیکھتا ہے موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے۔ جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردے میں ہو جاتا ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی، اب تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے، جس کا مزہ قیامت تک پڑا چکھتا رہے گا۔ (تفسیر عثمانی)

قبر اور برزخ

قبر جگہ کا نام ہے جہاں مردہ کا جسم ہے اور برزخ وقت اور جو حالات مردہ پر گزر رہا ہے اس کا نام۔ اس لئے انسان ہر وقت قبر میں بھی ہیں اور برزخ میں بھی ہے۔

جس طرح ایک شخص مسجد یا مکان میں بھی ہے اور حالت نماز میں بھی ہوتا ہے اسی طرح مردہ قبر میں بھی ہے اور برزخ میں بھی ہے دونوں باتوں میں اختلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ، ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ (ق: ۴۲) '' جس دن لوگ اس فرشتے کی پکار کو سنیں گے وہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ مردہ بروز قیامت قبروں سے نکلیں گے اور آیت: ''وَمِنْ وَّرَاءِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ '' اور ان کے پیچھے پردہ ہے اس دن تک اٹھائے جائیں۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ موت کے بعد قیامت وحشر تک کا جو وقت اور حالات مردہ پر ہے وہ برزخ تھا جو شروع میں عالم انتظار لکھا گیا تھا۔ لہٰذا قبر اور برزخ دونوں ایک حقیقت ہے اور ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔ واللہ اعلم!

قبر میں تین سوال ہوں گے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا قبر میں دو فرشتے آتے ہیں اور انسان سے تین سوالات کرتے ہیں۔

(۱) پہلا سوال۔ مَنْ رَّبُّكَ۔ تیرا رب کون ہے؟ (۲) دوسرا سوال۔ مَا دِيْنُكَ۔ تیرا دین کیا ہے؟

(۳) تیسرا سوال۔ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ۔ یہ آدمی جو تمہارے اندر خاتم النبیین بنا کر بھیجا گیا تھا (نبی محمد ﷺ) ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ مسند احمد، ابوداؤد۔ (معارف ج ۱ ص ۱۲۵)

یا مَنْ نَبِيُّكَ۔ تیرا نبی کون ہے؟ جو انسان ان تینوں سوالات کا جواب درست اور صحیح ٹھیک دے دیتا ہے

تو اس شخص کے لئے قبر میں اسی وقت جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور اس کی قبر کو جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے اور جس نے ان سوالات کا جواب نہیں دیا اس کی قبر کو تنگ اور جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

قبر جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا

"قَالَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهِ عَلَيه وسَلَّمَ اَنَّ الْقَبر رَوْضَۃ مَن رِيَاضِ الْجنۃ او حفرۃ مَن حفر النّار" حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (ترمذی رقم ۲۴۶۰)

میت کا حس وشعور حدیث سے ثابت ہے

میت بے شعور نہیں بلکہ حس اور شعور حدیث سے ثابت ہے۔

(۱) "عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ مَنْ يَحْمِلُهُ وَمَنْ يغسل ومن يدليه فى قبرہ" حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا یقیناً میت (شعور کے ساتھ) پہچانتا ہے کہ اس کو کون اٹھایا ہوا ہے اور کون اس کو غسل دے رہا ہے اور کون اس کو قبر میں اتار رہا ہے۔

(مسند احمد رقم ۱۰۹۹۷ دار الطبرانی فی الاوسط ۲۱۱/۸)

"عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ قَال: إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ، قَدِّمُوْنِىْ: وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا اِلٰى أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا، يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ، وَ لَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ" حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب جنازہ کو رکھا جاتا ہے اور لوگ اس کو کندھے پر اٹھا کر (قبرستان کی طرف) چلتے ہیں تو میت اگر نیک اور صالح ہے تو کہتا ہے جلدی لے چلو، (یعنی اپنے جنت کے ٹھکانے کی جانب جو اس کی آخری منزل ہے) اور اگر اللہ نہ کرے نیک وصالح نہ تھا تو کہتا ہے ہائے بدبختی و بدنصیبی لوگو کہاں لے جا رہے ہو۔ (کیونکہ اس کو اپنے انجام کا اندازہ ہو چکا ہے) اس کی اس آواز کو ہر چیز سنتی ہے سوائے انسان کے۔ اگر میت کی اس آواز کو اٹھانے والے سن لیں تو برداشت نہ کر سکیں اور جان دے دیں۔

(بخاری رقم ۱۳۱۴، ۱۳۱۷، سنن النسائی رقم ۱۹۰۸۔ مسند احمد)

سوچنے کی بات

اس سلسلے میں اور بھی روایت حدیث کی کتابوں میں موجود ہے مگر یہاں صرف دو نقل کر دی ہے تا کہ اس میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے اور ہم میت کو جو کندھے پر اٹھا کر لے جا رہے ہیں یا غسل دے رہے ہیں بے جان اور بے شعور اور بے حس نہ جانیں۔ جب یہ عام میت کا حال ہے تو اللہ رب العزت نے جس کے لئے "بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ" وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور ان کو روزی دی جاتی ہے۔

سوچنے کی بات ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو مردہ کہنے سے منع کر رہے ہیں اور ان کی حیات اتنی بلند اور

پر حقیقت ہے کہ ہم لوگوں کے شعور اور سمجھ سے باہر ہے اور حق تعالیٰ نے حیات کو ذہن نشین کرنے کے لئے فرمادیا کہ ان کو روزی بھی دی جاتی ہے، آخر ہم اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی بتلائی ہوئی حقیقت پر ایمان ویقین کیوں نہیں رکھتے اور یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے اتنے بلند مقام پر ہیں کہ غیر نبی تصور اور سوچ میں بھی نہیں لاسکتا۔ پھر ان کی حیات طیبہ کو کون جان سکتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی أَنْبِیَاءِکَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔

بس اتنا یقین رکھو کہ انبیاء علیہم السلام کو ابدی حیات اللہ تعالیٰ کی جانب سے شہداء کے مقابلے میں ہزار درجے اقویٰ واکمل حاصل ہے اور اسی عقیدے میں ہماری مغفرت، سعادت اور نجات اور ہمارے قلوب کو فیض حاصل ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم! شعر:

وہ ذات ہے جناب رسالت مآب کی ادراک کی حدود سے بالا کہیں جسے

(مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

رسالت کو شرف ہے ذات عالی کے تعلق سے نبوت ناز کرتی کہ ختم انبیاء تم ہو

(قاری صدیق احمد رحمۃ اللہ علیہ)

حیات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت ہی نازک اور حساس مسئلہ ہے

دراصل ہم لوگوں کی کمی یا غلطی یہ ہے کہ ہم ہر مسئلے کو ہم اپنے معیار اور اپنی حیثیت سے سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ کھلی ہوئی بدیہی نہایت صاف اور واضح اصول ہے کہ اس دنیا میں احکام اور خواص یعنی حکم اور خاصیت الگ الگ ہر شخص کی جدا جدا ہیں۔

عام انسانوں میں کافر کا حکم الگ ہے اور اس کی طرز زندگی اور اس پر مرتب ہونے والے احکام جدا ہیں، جس کا اہل اسلام اور اہل ایمان سے بالکل جوڑ نہیں کھاتا۔ ایک حرام خور ہے اور حلال وطیب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ''لَا یَسْتَوِیْ أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّۃِ'' اصحاب النار اور اصحاب الجنہ برابر نہیں ہیں۔

مومن صالح اور غیر صالح کے درمیان کتنا بڑا فرق ہوتا ہے

اور مومن صالحین میں بھی زہد وتقوی اور ورع اور احتیاط کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور ذوق انابت میں۔ ''فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ'' مسلم ہے اور قرب الٰہی کی منزلوں میں ذوق عبادت محبت واطاعت کی لذتیں ہر صاحب مشاہدہ کی جدا ہوا کرتی ہیں، مثلاً درجنوں نہیں سینکڑوں اور ہزاروں مقام ابرار پر فائز اولیاء کرام ہیں اور ان میں ہر شخص کو قرب بارگاہ قدس کا حاصل ہے اور ہر شخص کو مشاہدہ انوارات وتجلیات قدسی کا وافر حصہ فضل باری سے حاصل ہے۔ مگر ہر شخص کے ذوق کے مطابق قدسی انوارات کے محسوسات وادراکات جدا جدا اور الگ الگ ہیں اور اس کا اثر ان کی مجاہدانہ ریاضت وعزیمت پر اور شان عبادت واطاعت پر بھی نمایاں نظر آتا ہے اور پھر قوت یقین اور شرح صدر کی بھرپور غیبی بشارتوں سے وابستگی عین الیقین اور حق الیقین کا سا ہوتا ہے۔ جس سے دوسرے حضرات صاحب ایمان ہونے کے باوجود اکثر خالی نظر آتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک مسجد میں بیک وقت سو لوگ جماعت سے اللہ کا فریضہ ادا کرتے ہیں مگر ان میں ہر شخص حالت احسان میں نماز ادا نہیں کر رہا ہے بلکہ کچھ دکان میں سودا سلف بیچ رہا ہے دوسرا نماز میں سبزی خرید رہا ہے تیسرا کہیں اور گھوم رہا ہے۔

مگر اسی جماعت میں کچھ مردان حق بھی نماز جماعت میں شریک ہیں اور تکبیر تحریمہ سے تسلیم تک مراقبہ سے مشاہدہ تک پہنچ کر بارگاہ قدس سے قیام قراءت رکوع کی تسبیح اور سجدہ کے قرب کی لذت تسبیح اور الغرض تمام صفات صلاۃ کی ہر ادائیگی سے عروج کی مشاہداتی مراحل سے گزر کر السلام علیکم تک پہنچ جاتے ہیں۔ جب کہ دوسرے لوگ عمل نماز میں تو شریک ہیں مگر صفات احسانی سے محروم یا محجوب ہیں، اگر محروم یا محجوب حضرات انکار کر دیں کہ میں اُن حضرات کی احسانی صفات کو نہیں مانتا کہ یہ کیفیت ان پر گزری ہے کیونکہ نماز میں تو میں بھی شریک تھا تو اس کی یہ بات نہیں مانی جائے گی جو صفات احسان سے یکسر خالی ہے۔ جب اہل ایمان میں مراتب ایمان کے اعتبار سے اتنا بڑا فرق ہے تو پھر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ السلام کا ہم جیسوں نالائقوں کو کیا اندازہ لگے گا اور حضرات انبیاء علیہم السلام یقیناً اپنے اپنے عہد میں اپنی اپنی امتوں کے درمیان شان حیات پھر وصال حق ہوتے ہی معاً ممتاز شان حیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا اور ہیں۔

تو سوچنے کی بات ہے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ السلام تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام کے مابین تنہا حق تعالیٰ کے بعد تمام شان میں امامت و شفاعت کے ساتھ مقام محمود پر فائز ہیں۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیات دنیوی بھی تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیاوی سے زیادہ اقوی و اکمل تھی۔ عام لوگوں کی حیات کی طرح نہ تھی بلکہ منجانب اللہ حیات طیبہ مبارکہ کا بھی گروہ انبیاء و رسل سے کوئی موازنہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حیات و زندگی تمام شعبوں میں بے حد ممیزات اور بے شمار خواص سے مختص کیا تھا۔

جس طرح آپ ﷺ حیات میں ممتاز ہیں رفیق اعلیٰ میں بھی ممتاز ہیں

(۱) آپ ﷺ پر وحی ربانی آتی تھی، تیس پارہ قرآن شاہد ہے۔

(۲) آپ ﷺ سرعت کے ساتھ لفظ و معانی کو اخذ کر لیتے ہیں۔

(۳) آپ ﷺ منشاء ربانی کو من وعن جان جانتے ہیں۔

(۴) آپ ﷺ کو وحی ربانی میں ادنی تردد نہیں ہوتا تھا اور یقین کی قوت اور مستحکم ہو جاتی تھی۔

(۵) آپ ﷺ کی آنکھ بند ہو جاتی تھی مگر قلب اطہر بیدار اور ہوش مندر رہتا تھا۔

(۶) آپ ﷺ پر اللہ اور اس کے فرشتے درود و سلام پڑھتے ہیں، بھیجتے ہیں۔ (کیا غیر حیات والی زندگی پر اللہ سلام بھیجے گا ایک لمحہ ہی سوچ لو سلام اور وہ بھی اللہ کا) حیات کی بہت ذوقی اور ایمانی دلیل ہے۔ ''وَسلامٌ علی المرسلین'' سلام بھیج کر اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ ''وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ''

(۷) آپ ﷺ کی کثرت ازواج پر اللہ تعالیٰ نے حکم خصوصی نازل فرما دیا۔ ''خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ'' اس میں اشارہ ہے صراحت ہے کہ ایمان والوں تم رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی کی طرح مت جانو،

خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ اللہ کا معاملہ خصوصی ہے اور ان کی حیات تمہاری حیات اور زندگی سے بہت بلند و بالا ہے۔ وہ ابھی بھی زندہ ہیں تمہارا قریب سے سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔

(۸) آپ ﷺ کا بیٹھ کر نماز پڑھانا آپ کے ساتھ خاص تھا دوسروں کو ایسا درست نہیں۔ دار قطنی۔

(۹) آپ ﷺ کا صوم وصال رکھنا کیونکہ آپ نے فرمایا مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔

(۱۰) آپ ﷺ پر زکوۃ واجب نہیں تھی اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں ان کی کوئی ملکیت نہیں ہوتی اور انبیاء علیہم السلام اپنی عصمت کی وجہ سے ناپاکی سے پاک اور منزہ ہیں۔ (خصائص ۲/ ۴۸۷)

(۱۱) مال غنیمت اور مال فئی میں سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پانچواں حصہ عطاء کیا۔ ''ما أفاء الله علی رسوله من أهل القری فللّه وللرسول'' (الحشر) یہ وہ خصوصیت ہے جو کسی کو عطاء نہ ہوئی۔

''وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (الحشر) وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ (الانفال)''

(۱۲) آپ ﷺ کے لئے مکہ مکرمہ میں جنگ کرنا اور بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا اور حرم میں قتال اللہ تعالیٰ نے مباح کر دیا تھا۔ ''لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ''

(۱۳) آپ ﷺ کی خصوصیت تھی کہ بغیر ولی کے اذن کے بغیر گواہ، بغیر مہر کے نکاح درست تھا۔ جب کہ دوسروں کے لئے جائز ہی نہیں۔ کیونکہ ولی کے اذن کے بغیر آپ اس کے والی تھے۔ ''النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الاحزاب)''

(۱۴) آپ ﷺ کی خصوصیت تھی کہ عورت اللہ تعالیٰ کے حلال کر دینے کی وجہ سے حلال تھی اور یہ بھی کہ بغیر عورت کے مشورے کے اس کا عقد کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا (الاحزاب)''

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اسی لئے دوسروں پر اس بات کو جتلاتی تھی کہ تم لوگوں کا نکاح گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا ہے سات آسمان کے اوپر عرش اعظم پر۔ (بخاری، خصائص ج ۲ ص ۴۹۷)

(۱۵) آپ ﷺ کو حق تعالیٰ کی جانب سے اختیار تھا کہ ازواج مطہرات کے درمیان عدم تقسیم کا معاملہ کریں اور یہی مختار ہے اور صحیح ہے۔: ''تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (الاحزاب)''

(۱۶) آپ ﷺ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی کیونکہ خاتم النبیین علیہ السلام زندہ ہیں اور زندگی میں میراث تقسیم نہیں ہوتی اس لئے کہ اس کے مالک کا ملک باقی ہے اور ان کی طرف سے ان کے اہل وعیال پر خرچ کیا جائے گا، جس طرح حضرت خاتم النبیین علیہ السلام کی حیات طیبہ میں حضرت ﷺ خرچ کرتے تھے اہل عیال پر خرچ کیا جائے گا، کیونکہ آپ زندہ ہیں۔ اسی سبب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور خاتم النبیین علیہ السلام کی طرف سے آپ ﷺ کے اہل اور خدام پر خرچ کرتے تھے اور اسی جگہ صرف کرتے تھے جہاں حضرت ﷺ نے اپنی حیات میں صرف کیا کرتے تھے۔

یہ چند نمونے کے طور پر پیش کیا گیا ہے مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ حضرت خاتم النبیین علیہ السلام اپنی تمام شان میں تمام جہت اور اعتبار سے بلند و بالا ہیں بلکہ اعلیٰ ہی اعلیٰ ہیں۔

محض نام کا اشتراک ہے ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

الغرض جس طرح حیات مصطفی ﷺ کی ہر شان ہماری سوچ سے بلند ہے آپ کا وصال بھی ہماری سوچ سے بہت بلند اور ہماری طرح نہیں ہے اور موت کا لفظ محض نام کا اشتراک ہے ورنہ حضرت ﷺ کی وفات بھی حیات ہی حیات ہے، بصیرت کی آنکھ کھولیں اور دیکھ لیں یا حیات کے عقیدہ والوں کے ساتھ رہیں یہ اہل حق ہیں بلا ریب وشک۔

ماضی کی بحث کا نچوڑ اور ماحصل

(۱) عالم دنیا۔ جو دار العمل ہے ولادت سے موت تک۔

(۲) عالم برزخ جو دار الانتظار۔

''حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ۔ لَعَلِّيْ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ، كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (المؤمنون:۱۰۰)'' یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آتی ہے تو اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو (دنیا میں) پھر واپس بھیج دیجئے تا کہ جس دنیا کو میں چھوڑ کر آیا ہوں اس میں پھر جا کر نیک کام کروں ہرگز ایسا نہیں ہوگا یہ اس کی ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے اور ان لوگوں کے آگے ایک چیز کی آنے والی ہے قیامت کے دن تک۔ (حضرت تھانوی)

یعنی موت سے قیامت کے دن اٹھائے جانے تک عالم برزخ ہے۔

برزخ تین چیزوں کا نام ہے

(۱) مکان۔ (۲) زمان۔ (۳) حال۔

(۱) مکان: قبر سے لے کر علیین و سجین تک۔

(۲) زمان: موت سے لے کر قیامت تک۔

(۳) حال: میت راحت یا عذاب کی حالت میں ہو۔ (الحاوی ج ۲ ص ۲۷ ۱۳ از علامہ سیوطی)

(۳) عالم آخرت: وقت مبعوث تا جنت و دوزخ۔

ان تینوں عالموں کے احکام و احوال الگ الگ اور مختلف ہیں۔

ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں فرمایا: ''رَبِّ أَرِنِيْ أَنْظُرْ إِلَيْكَ'' مگر تاب نہ لا سکے۔ حالانکہ جنت یعنی عالم آخرت میں سب مومنین کو حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ (تفصیل کے لئے عاجز کی کتاب دیدار الٰہی کا شوق کا مطالعہ کریں)

تینوں عالموں کی موت و حیات میں فرق

(۱) عالم دنیا میں موت و حیات دونوں ہیں۔ جو ہم مشاہدہ کرتے ہیں دیکھتے ہیں۔

حیات: عالم دنیا میں حیات ''إِدْخَالُ الرُّوْحِ فِي الْجَسَدِ'' دنیا میں حیات نام ہے روح کا داخل کرنا جسم میں۔

موت: عالم دنیا میں موت ''إِخْرَاجُ الرُّوْحِ مِنَ الْجَسَدِ'' دنیا میں موت نام ہے روح کا نکالنا جسم سے۔

(۲) عالم برزخ میں موت وحیات دونوں ہیں۔

برزخی حیات: عالم برزخ میں حیات۔ ''تعلق الرّوح بالجسد أو بأجزاء الجسد'' روح کا تعلق جسم سے ہو یا جسم کے اجزاء سے ہو۔ یعنی روح جسم میں ہو یا جسم سے باہر ہو مگر جسم سے تعلق رکھتی ہو۔ اگر اجزاء منتشر ہیں تو بھی روح کا تعلق اجزاء سے ہوتا ہے۔

برزخی موت: عالم برزخ کی موت کے متعلق دو قول ہیں:

(۱) قبر میں سوال و جواب کے وقت روح کا تعلق جسم سے شدید اور قوی و مضبوط ہوتا ہے۔ بعد میں اتنا تعلق رہتا ہے کہ ثواب وعذاب کا احساس ہو سکے مگر پہلے کی نسبت یہ تعلق ضعیف ہوتا ہے اور یہی ضعف اور کمزور تعلق وہاں کی موت ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے: ''ونفخ في الصور فصعق من في السموت ومن في الأرض إلا من شاء الله (الزمر:۶۸)'' یعنی ''صعق أي مات'' اور پھونکا جائے صور میں پھر بے ہوش ہو جائے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ (شیخ الہند)

محققین کے نزدیک کل دو مرتبہ نفخ ہوگا۔ (یعنی صور پھونکا جائے)

پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اڑ جائیں گے۔ پھر زندے تو مردہ ہو جائیں گے اور جو مر چکے تھے ان کی ارواح پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی۔ بعدہ دوسرا نفخہ ہوگا جس سے مردوں کی ارواح ابدان کی طرف واپس آجائیں گی اور بیہوش کو افاقہ ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

اس آیت میں ارواح کی بے ہوشی کو موت کہا گیا ہے یعنی برزخ کی موت، مگر حضرت ﷺ پر برزخ کی موت نہیں ہے اور حیات ہی حیات ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت فرمادی ہے اور حیات کو ثابت کیا ہے۔

قبر کا مفہوم قرآن وحدیث کی روشنی میں

''مقرّ الجسم فهو قبره'' جسم جہاں ہے وہیں اس کی قبر ہے، خواہ جسم اس جگہ بحالہ قرار پکڑے یا اس کے اجزاء ہوں یا بالا جزاء۔ ٹکڑے ٹکڑے ہوں۔ یعنی اجزاء عام ہیں انسانی شکل میں ہوں یا راکھ وغیرہ کی شکل میں ہوں۔ اس لئے کائنات عالم میں کوئی انسان ایسا نہیں جس کو قبر نہ ملے ہر ایک کو قبر ملتی ہے کسی کے لئے مدفن قبر ہے اور کسی کے لئے مقر الاجزاء قبر ہے۔ دلیل

(۱) ''ولا تقم علىٰ قبره (مرجع الضمير الإنسان) (۲) ''وما أنت بمسمع من في القبور'' (۳) ''وأن الله يبعث من في القبور'' (۴) ''ثم أماته فأقبره (مرجع الضمير الإنسان) (۵) ''إذا بعثر ما في القبور''

کیونکہ قیامت کے دن منتشر اجزاء اپنی اپنی جگہوں سے اٹھیں گے لہٰذا وہ مقر الاجزاء، قبر ہے۔

جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

سوال: ''رب أرني كيف تحيي الموتىٰ اب یہاں سوال میں موتیٰ ہے۔

جواب: جواب میں فرمایا جارہا ہے: "فخذ أربعةً من الطير فصرهن إليک ثم اجعل على كل جبلٍ منهن جزءً اثم ادعهن (البقرة: ۲۶۰)" اچھا توتم چار پرندے لو پھران کو پال کر اپنے لئے ہلا لو پھر ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو اور پھر ان سب کو بلاؤ او دیکھو تمہارے پاس دوڑ کے چلے آویں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ موتی منتشر الاجزاء بھی ہوتا ہے، دوسرے ان منتشر اجزاء سے روح کا تعلق بھی ہوتا ہے۔ وگرنہ فصرهن اور ادعهن کے کیا معنی۔

(۱) "إذا وضع الميت في قبره" (۲) "لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبياءهم مساجد" (۳) "عن عمر ابن حزم قال رآني النبيﷺ بقبور المدينة فأقبل عليهم بوجهه فقال السلام عليكم يا أهل القبور" (مشکوۃ) (۴) "مر النبي ﷺ بقبرين يعذبان" (۵) "مر النبي ﷺ بقبور المدينة فأقبل عليهم بوجهه فقال السلام عليكم يا أهل القبور" (مشکوۃ)

ان تمام مقامات پر قبر سے مراد زمینی قبر ہے اور برزخ بھی قبر کا ایک حصہ ہے خارج نہیں یہ یاد رکھیں۔

اور قبر بھی برزخ ہی کا ایک حصہ ہے دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی موت کا عقیدہ حق ہے

"كل نفسٍ ذائقة الموت" قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہر ذی روح کے لئے موت رکھا ہے دنیا میں کسی کو بھی دوام وبقا نہیں ہے۔ "كل من عليها فانٍ" کے مطابق ہر ایک کو یہاں سے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور اس قانون الٰہی سے کوئی ولی و نبی خارج نہیں اور خود اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ السلام کو بھی فرمایا: إنک ميتٌ وإنهم ميتون (الزمر: ۳۰) "بلاشبہ آپ کو بھی موت آنی ہے اور ان کو بھی موت آنی ہے۔

چنانچہ اس ارشاد کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ السلام کا وصال حق ہوا اور صحابہ نے آپ ﷺ کی تجہیز وتکفین کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ چن لیا، منتخب فرمالیا۔ قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر فرمایا: "أفإن مت فهم الخلدون (الانبیاء: ۳۰)" (پھر اگر آپ وفات پاجائیں تو وہ رہ جائیں گے)

قرآن مجید میں آل عمران میں ہے: "وما محمد إلا رسولٌ قد خلت من قبله الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئًا وسيجزي الله الشاكرين (ال عمران: ۱۴۴)" اور محمد خالص رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں اگر آپ کا انتقال ہوجائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔

ان تمام آیات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جناب محمد رسول اللہ خاتم النبیین علیہ السلام کی وفات اور وصال حق ایک قطعی اور حتمی امر ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور قرآن مجید میں قبل از وقت وصال کی خبر دے دی گئی تھی اور متعدد صحیح اور صریح روایات میں بھی ملتا ہے۔ مثلاً: "قبض النبي ﷺ۔ توفي رسول الله ﷺ"

اور امام بخاری نے تو باب بھی قائم کیا ہے: باب وفاة النبي ﷺ۔ اسی وفات کے نتیجے میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت خاتم النبیین علیہ السلام کی تجہیز وتکفین اور دفن اور قبر وغیرہ کا انتظام فرمایا، اپنے ہاتھوں سے لحد مبارک میں

آپ ﷺ کو اتار کر دفن کیا یہ ایک حقیقت ہے، ثابت شدہ، جو قرآن وحدیث اور امت مسلمہ کے اتفاق اور اجماع سے ثابت ہے، جس کا کوئی شخص منکر نہیں ہے۔

عام لوگوں کی موت سے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرق

پچھلے اوراق میں موت کے معنی ''إخراج الرّوح عن الجسد۔ یا إنفکاک الرّوح عن الجسد'' سے کیا گیا تھا اور عرف میں بھی موت جان نکل جانے کا نام ہے۔ علماء نے بھی موت کے معنی کیا ہے کہ روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جائے۔

ایک ضروری انتباہ

قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت روح نکالی جاتی ہے اور آسمانوں پر لے جائی جاتی ہے، پھر اپنی جگہ پر جو مقرر ہے رکھی جاتی ہے۔ بعض روایات میں ہے کی قبر کی طرف لوٹائی جاتی ہے اور قرآن وحدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ روح جسم سے نکالنے کے بعد بھی حس وشعور، یعنی روح کا تعلق جسم سے باقی ہے۔ تبھی تو عذاب وثواب کا معاملہ محسوس کرتا ہے اور نیند میں روح جسم میں نہیں ہوتی مگر بندہ زندہ ہوتا ہے۔

روح کا تعلق جسم سے یا منقطع ہونا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے

تو اب ایک بات کھل کر سامنے آ گئی کہ یہ سب وہ باتیں ہیں جو ہماری سمجھ سے اور ادراک سے بہت ہی بالاتر ہے، وہ یہ کہ جب تک ہم روح کی حقیقت نہ جان لیں اور یہ نہ سمجھ جائیں کہ جسم میں وہ داخل ہونے سے تعلق رکھنے کی کیفیت کیا ہے۔ ہم اس کے نکل جانے اور تعلق ہونے کا مطلب بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے اور جب ہمیں روح کی حقیقت معلوم ہی نہیں ہے تو اس کی صفات وافعال کا ادراک عقل نارسا سے کیسے کیا جا سکتا ہے۔ روح کا سوال حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بس اتنا بتلایا: ''قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي''

روح اللہ تعالیٰ کا ایک امر ہے

اب امر الٰہی کو سمجھنے کی کس میں صلاحیت ہے اور کون دعویٰ کر سکتا ہے۔ پھر جسم نہیں تھا تو روح تھی اور عالم ارواح میں تھی جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ''الأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ'' ارواح آپس میں ایک دوسرے سے متعارف رہتی ہیں اسی لئے مناسبت یا عدم مناسبت دنیا میں ہوتی ہے تو امر الٰہی سے جسم میں آئی اور جسم سے تعلق ہو گیا اور یہ تعلق حالت نیند میں بھی رہتا ہے جب کہ نیند موت کی بہن ہے۔

حالت نیند میں جسم سے روح کا تعلق رہتا ہے اور روح جسم میں نہیں ہوتی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حیات انبیاء کو سمجھانے کے لئے حضرات انبیاء کی موت جو نص قطعی سے ثابت ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کی موت عام انسانوں کی موت کی طرح نہیں ذیل کی آیت سے بات آسان اور سہل ہو جاتی ہے۔ پھر ان شاء اللہ! حضرت ﷺ کی موت کا مفہوم بیان کیا جائے گا۔ آیئے پہلے آیت کا مفہوم ذہن نشین کر

لیجئے۔ ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی (الزمر: ۴۲) '' اللہ ہی قبض کرتا ہے ان روحوں کو ان کی موت کے وقت اور ان روحوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت۔ پھر ان روحوں کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی روحوں کو ایک میعاد معین تک کے لئے رہا کر دیتا ہے۔

اس آیت کریمہ نے تصریح فرمادی اور بات واضح ہوگئی کہ روح جیسے موت کے وقت قبض ہوتی ہے اسی طرح نیند کی حالت میں بھی قبض ہوتی ہے۔ پھر موت والی روک دی جاتی ہے اور نیند والی چھوڑ دی جاتی ہے۔ گویا وہ نیند میں بھی قبض ہوتی ہے۔ مگر باوجود اس کے سونے والا سانس لیتا ہے اور زندہ سمجھا جاتا ہے اور روح اس کے اندر موجود سمجھی جاتی ہے۔

حالانکہ قرآن کا ظاہر یہ ہے کہ پہلے روح قبض کی جاتی ہے بعد میں چھوڑ دی جاتی ہے۔ روح کا جسم سے تعلق اور اتصال سب امور متشابہات میں سے ہیں ان کی صحیح کیفیت کے بارے میں ہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے نہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہمارا کام ہے تمام اہل سنت کے اجماعی عقیدہ حیات انبیاء کا عقیدہ رکھیں۔ خواہ ہماری سمجھ دانی میں بات نہ آئے۔ مگر حیات انبیاء کا عقیدہ وایمان ہاتھ آجائے۔ اسی میں عافیت ومغفرت کی ضمانت ہے۔

سونے کی حالت میں موت

بخاری شریف میں حضرت حذیفہ ابن الیمان سے ۶۳۱۲ نمبر اور اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ۶۳۲۵ نمبر روایت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر آرام فرماتے تو ''باسمک اللھم أحیی وأموت'' سے بارگاہ حضور حق میں حاضری دیتے۔ اللہ آپ کے نام سے میں زندہ تھا اور مروں گا یعنی سوؤں گا اور یہ روایت امام مسلم نے برا ابن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے رقم ۲۷۱۱ اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ ''اللھم أنت خلقت نفسي وأنت توفاھا لک مماتھا ومحیاھا إن أحییتھا فاحفظھا وإن أمتھا فاغفر لھا، اللھم إني أسألک العافیۃ'' (مسلم حدیث نمبر ۲۷۱۲)

جب سو کے اٹھتے تو پڑھتے: ''الحمد للہ الذي أحیانا بعد ما أماتنا وإلیہ النشور'' تمام تعریف صرف اللہ رب العزت کی جس نے ہمیں زندہ کیا مرنے کے بعد اور اسی کی طرف ہمیں اٹھایا جاتا ہے۔

ان دعاؤں کو پڑھا جائے اس میں حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نیند کی حالت میں روح کے قبض ہونے اور موت کا اقرار کیا ہے۔ جب کہ سونے والے کو کوئی مردہ نہیں کہا کرتا ہے، نہ ہی مردہ جانتا ہے، نہ ہی اس کی میراث تقسیم ہوتی ہے، نہ اس کی بیوی بیوہ بنتی ہے، نہ ہی اس پر عدت لازم ہے، نہ ہی بچے یتیم شمار ہوتے ہیں۔

نیند کی حالت میں قبض روح کے بعد حیات مشاہدہ ہے

بخاری شریف میں ہی۔ نمبر ۶۳۱۲ و ۶۳۲۵ پر روایت ہے کہ حضرت ﷺ نیند سے بیدار ہو کر مناجات فرماتے اور اعلان کرتے کہ اللہ آپ نے ہی موت یا نیند کے بعد حیات بخشی اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا اور یہ روایت بخاری ومسلم دونوں میں ہے جیسا کہ اوپر حوالہ میں لکھ دیا گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ حیات اور موت دونوں سے انسان روزانہ ہی گزرتا ہے۔

حیات اور موت سے کیا مراد ہے

قرآن مجید کی آیت: ''اللہُ یَتَوَفَّی الْأَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا. فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْأُخْرٰی إِلٰی أَجَلٍ مُسَمًّی '' اور سوتے وقت کی دعا اور بیدار ہونے کی دعا۔

ان تمام سے ایک اہم بات ذہن میں واضح ہوتی ہے کہ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ حیات اور موت کا مفہوم اور اس سے کیا مراد ہے۔ پھر اگر ذرا بھی ایمانی ذوق ہے تو حیات النبی بہت مکمل کر واضح ہوجاتی ہے۔

(۱) حالت نیند میں شعور اور حرکت اختیاری ممکن نہیں۔ اس لئے اس کو موت اور قبض سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۲) امام طیبی نے بہت ہی خوبصورت بات فرمائی ہے: ''حیات اور زندگی سے مقصود اور مطلوب اللہ تعالیٰ کی رضا والے اعمال کا حصول ہے اور عذاب وعقاب والے افعال و اعمال سے امن وامان حاصل کرنا۔ جب کہ نیند کے ذریعے ان اعمال کا حاصل کرنا، ناممکن اور محال ہے۔''

تو گویا آسان لفظ میں حیات وزندگی کا جو فائدہ تھا وہ نیند میں حاصل نہیں ہو پاتا۔ اس لئے اس کو موت کہا جاتا ہے یا روح کا قبض ہونا کہا گیا ہے۔

(۳) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بندہ نیند کی حالت میں ہو یا موت کی حالت میں روح کا تعلق بدن سے منقطع ہوجاتا ہے۔ کبھی ظاہری جیسے نیند میں اسی لئے تو کہتے ہیں نیند موت کی بہن ہے اور باطنی طور پر جیسے موت کہ ظاہری اور باطنی دونوں تعلق روح کا منقطع ہوگیا ہے۔ تاہم وہ احساس وادراک رکھتا ہے اور سوال بھی سمجھتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ حیات برزخ میں ہے۔

یہ ساری تفصیل تمام لوگوں کے درمیان ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے مابین

حضرات انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے مگر حالت نیند میں ظاہری اعمال موقوف ہیں باطنی اعمال مسلسل اور پیہم جاری ہوتے ہیں۔ مثلاً قلوب انبیاء علیہم السلام جس طرح حالت بیداری میں حق تعالیٰ کی جناب سے اخذ شریعت اور حاضر باش ہوتے ہیں۔ بعینہ اسی طرح حالت نیند میں بھی مائل بحق اور حضور حق میں ہوتے ہیں، نیند میں صرف نفاذ حکم نہیں ہوسکتا بس یہی نیند ہے۔ ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِیْ وَ سَنَدِیْ وَ فُؤَادِ قَلْبِیْ وَ رُوْحِیْ فِدَاهُ أَبِیْ وَ أُمِّیْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ﷺ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ کُلَّ یَوْمٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّةٍ۔ اٰمین!

اسی کو حدیث میں ''تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (فیض القدیر رقم ۳۳۶۷)

اب بات واضح ہوگئی کہ عام انسان کی نیند اور بیداری سے حضرات انبیاء کی ہر شان بہت ہی اعلیٰ و بلند ہے۔ ہم نیند میں مکمل غفلت اور اعمال وافعال سے اکثر منقطع اور کٹ جاتے ہیں۔

جب کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی نفوس کاملہ، قدسیہ کو آنکھ کے سونے یا جسم اطہر کے استراحت سے کسی بھی طرح ادنیٰ ادراک اور شعور وآگہی میں ضعف نہیں محسوس ہوتا۔ کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح قدسیہ کو ملاء اعلیٰ سے انتہائی گہرا اور مضبوط ومستحکم تعلق رہتا ہے۔ اسی لئے حالت نوم میں بھی ان کو بیدار نہیں کیا جاتا کہ نیند میں بھی وہ بیدار

ہی ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم نیند میں ہی ملا تھا۔ ''اِنِي أَرىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِي أَذْبَحُکَ'' خود حضرت خاتم النبیین علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔ ''لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ (الفتح:۲۷)'' بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقع ہے۔ (تھانوی)

انبیاء علیہم السلام کا نیند میں امر الٰہی کو اخذ کرنا حیات کی دلیل

''تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي'' (ابوداود، رقم ۲۰۲۰، احمد ۱۹۱۲)

''تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔ (بخاری ۳۵۶۹)

''إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔'' (بخاری ۲۰۱۳، مسلم ۷۳۸، ترمذی ۴۳۹)

اوپر کی آیت اور مذکورہ احادیث سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت خاتم النبیین علیہ السلام کی آنکھ سو جاتی تھی اور قلب اطہر بیدار رہتا تھا جب کہ نیند میں قبض روح آیت سے واضح ہے۔ پھر حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان کتنی بلند اور ہماری سوچ سے بلند ہے کہ نیند میں بھی بیداری ہوتی ہے اور اخذ حکم الٰہی اس کی کھلی دلیل ہے جب کہ تمام انسان نیند میں بے شعور ہوتا ہے اور حضرات انبیاء بیدار ہوتے ہیں۔

اور حیات والے اعمال یعنی امر الٰہی کو قبول کرنا اور اعمال میں مشغول رہنا ہی حیات کی دلیل ہے۔

بہر حال موت سے روح کا تعلق جسم سے منقطع ہوتا ہے یعنی جسم میں تصرفات نہیں کر سکتی، لیکن یہ انقطاع تعلق کیسے ہوتا ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ جسم سے نکل جاتی ہے حقیقت اس کی اللہ کو معلوم ہے۔ یہ عام لوگوں کے حق میں ہے نہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں۔ انبیاء علیہم السلام کی روح قلب میں سمٹ جاتی ہے یا لوگوں کی نگاہ سے چھپا دی جاتی ہے۔ یہی ان کے حق میں ہوتا ہے۔

موت کا صحیح مفہوم حضرات انبیاء علیہم السلام کی نسبت

انبیاء علیہم السلام کی موت کے بارے میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں:

حیات انبیاء علیہم السلام کی ذاتی صفت ہے اوروں کی عارضی۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام سے حیات کا انقطاع نہیں ہوتا اور نہ روح نکلتی ہے۔ بلکہ جسم سے سمٹ کر دل میں مرکوز ہو جاتی ہے اس طرح اس کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے اور وہ جسم میں عام دنیوی زندگی کی طرح تصرفات نہیں کرتی نہ دنیوی امور میں مشغول اور نہ مکلف ہوتی ہے۔ روح کے سمٹ جانے سے جسمانی حواس معطل ہو جاتے ہیں، یہی انبیاء علیہم السلام کی موت ہے۔

جس کے بعد وہ اوروں کی طرح دنیا سے منقطع ہو کر اوروں کی طرح قبروں میں دفن کر دیئے جاتے ہیں، اسی روح سے ان کے مبارک اجسام میں ادراک و احساس موجود ہوتا ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اللہ عز و جل کا ارشاد ہے: ''اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا، فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى''

اس آیت سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت افروز توجیہ کی تائید وتقویت ہوتی ہے۔
اس تحقیق پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نانوتوی کو داد تحسین دی تھی کہ آیت سے نانوتوی کی رائے کی تائید ہوتی ہے۔ نیز حضرت نانوتوی کے ارشاد کے مطابق اگر وہ سمٹ کر جسم کے اندر تصرفات سے علیحدہ ہو جائے جس سے سارے حواس معطل ہو جائیں اور اسی کو انقطاع تعلق یا قبض روح سمجھا جائے تو اس میں کون سا اشکال لازم آتا ہے؟
سکتہ کی بیماری میں بسا اوقات سانس تک نہیں چلتا نہ نبض چلتی ہے نہ دل کی حرکت محسوس ہوتی ہے پھر بھی بیمار زندہ ہوتا ہے اور روح اس کے اندر سمجھی جاتی ہے۔
تاہم موت تعطل حواس یا انقطاع تعلق کی صورت کیا ہوتی ہے؟ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ روح نکل جائے۔
ایک یہ کہ روح قلب میں سمٹ جائے۔ جیسے ایک کمرے میں چراغ جل رہا ہے اس پر برتن اوندھا کر کے رکھ دیا جائے یا اس کو صندوق میں بند کر کے رکھ دیا۔ بس اس کا تعلق کمرے سے منقطع ہو جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں چراغ روشن ہے ہماری نگاہوں سے اوجھل کر دیا گیا ہے۔ بس حیات انبیاء کو یوں ہی سمجھو۔

عام لوگوں کی قبر کی زندگی سے انبیاء علیہم السلام کی قبر کی زندگی کا فرق

اہل اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں بعضوں کو عذاب بعضوں کو راحت ہوتی ہے۔ نیز عذاب قبر کا ماننا تواتر کی وجہ سے ضروری ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ راحت وتکلیف کا احساس وادراک ہوتا ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے بارے میں خود خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھا کرتے ہیں، قریب سے درود وسلام سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیا کرتے ہیں۔ جس کی تفصیل قدرے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ!

عقیدہ حیات النبی ﷺ

حضرت اقدس محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر علماء دیوبند کا مسلک اور عقیدہ یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے صرف یہ ہے کہ احکام شریعت کے وہ مکلف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود وسلام پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنہ والجماعت کا مسلک ہے۔
نیز خوب ذہن نشین کر لیں کہ قبر اور برزخ میں جو حیات انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے وہ حق اور صحیح ہے، اس میں رتی بھر شک نہیں ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں اور یہ آیات کسی نص قطعی کے مخالف نہیں جس نے اس کو مخالف سمجھا ہے وہ کوتاہ فہمی کا شکار ہے۔

مسئلہ حیات النبی پر گفتگو کرنے کا طریقہ

چار بنیادی الگ الگ اور جدا جدا عقیدہ ہے، جن کو خلط ملط اور مخلوط اور گڈ مڈ کر کے آسان اور سہل چیزوں کو الجھا دیا جاتا ہے۔ جب کہ حیات النبی ﷺ اجماعی مسئلہ ہے جیسا کہ آئندہ اوراق میں ضروری حوالہ جات کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

(۱) ''مَوْتُ الدُّنْيَوِيَّة'' دنیاوی موت میں کوئی نزاع اور اختلاف نہیں وہ بالاتفاق حضور خاتم النبیین علیہ السلام پر واقع ہوئی۔ جیسا کہ اوپر بیان کر دیا گیا اور یہ بھی واضح اور صاف کر دیا گیا کہ عام لوگوں کی موت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی موت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہ بھی آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف و جوانب میں سے قبض کر لیتے ہیں اور سوان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں۔ (جمال قاسمی ص ۱۵)

بالجملہ موت انبیاء علیہم السلام اور موت عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے، وہاں استتار حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے۔ (آب حیات ۱۶۸)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اولاً و بالذات حیات دنیا میں انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتی ہے اور دوسروں کو بالعرض۔ یعنی عارضی طور پر۔

تو حضرات انبیاء علیہم السلام کی موت کا مطلب یہ ہوا کہ روح مبارک کو جسد اطہر کے تمام اطراف و جوانب سے سمیٹ کر مثلاً دل پر اکٹھا کر دیا گیا اور اعضاء پر موت طاری ہوئی اور وہ بے حس و حرکت ہو گئے، لیکن دل مبارک کی بھی بظاہر حرکت باقی نہ رہی، جس طرح کے بعض اوقات سکتہ کہ آدمی زندہ ہوتا ہے مگر حرکت نہیں۔ واللہ اعلم!

دنیوی موت کی آیات کو بعد الموت حیات کی رد میں پیش کرنا دھوکہ ہے

لہٰذا دنیوی موت کی آیات کو حضرات انبیاء کی بعد الموت جو حیات اجماعی ہے اس پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ یہی دھوکہ منکرین حیات کو لگ گیا ہے اور علمی چوک اور دھوکہ لگ گیا ہے کہ دنیا کی موت کی آیت کو بعد الموت کی حیات کے انکار میں پیش کر دیتے ہیں۔ جب کہ دنیوی موت کا کوئی بھی منکر نہیں ہے اور ہمارا دعوی دنیا کی موت کے بعد حیات کا عقیدہ ہے اور بعد موت حیات کی ہم دلیل پیش کریں گے۔ جب کہ مخالفین کے پاس بعد الموت کی حیات نہ ہونے پر ایک بھی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ پھر ذیل کی آیات دلیل میں پیش کرنا سراسر دھوکہ دہی اور غلط ہے۔ مثلاً

(۱) ''وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ۔ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا، وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ (آل عمران)'' (۲) ''إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ'' (۳) ''كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' (۴) ''كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ'' (۵) ''أَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ'' (۶) ''أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ'' (۷) ''اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى''

ان تمام آیات میں دنیوی موت کا ذکر ہے نہ کہ بعد الموت حیات کا رد و انکار۔ خوب یاد رکھیں، دھوکہ نہ کھائیں، منکرین حیات اِن آیتوں کو پیش کر کے دھوکا دیتے ہیں۔

(۲) ''حَيَاةُ الرُّوْحِ'' روح کی زندگی پر بھی اتفاق ہے کہ حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور جسد مبارک کے ساتھ حیات حاصل ہے، تبھی تو نماز پڑھتے ہیں اور قریب سے درود و سلام پڑھنے والے کا درود و سلام سنتے ہیں۔ تفصیل آ رہی ہے۔

(۳) ''جَسَدُ النَّبِيِّ ﷺ مَحْفُوْظٌ فِي الرَّوْضَةِ الْمُبَارَكَةِ''

خاتم النبیین علیہ السلام کا جسد أطهر، أنور، أزكى، أطيب، أحسن، أجمل، أغين، أحلى، ألذ، أبقى۔ الآن كما كان۔ ابھی بھی اسی طرح ہے جس طرح تر و تازہ دنیا میں تھا، باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل سچ اور حق فرمایا: ''وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ جَسَدَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَرْضِ طَرِيٌّ مَطَرًا'' (الروح ص ۱۱۱)

یہ بات یقین محکم کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت خاتم النبیین علیہ السلام کا جسد مبارک اسی طرح تر و تازہ ہے۔ ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ خَلْقِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَرِضَا نَفْسِكَ وَبِعَدَدِ صَلَّيْتَ أَنْتَ وَمَلَائِكَتُكَ وَمَخْلُوْقَاتُكَ وَبِعَدَدِ يُصَلِّيْ أَنْتَ وَمَلَائِكَتُكَ وَخَلَائِقُكَ عَلٰى سَيِّدِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَإِمَامِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ وَقَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ وَصَاحِبِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَالْحَوْضِ وَالْكَوْثَرِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا''

کیونکہ خود خاتم النبیین علیہ السلام نے فرمادیا صحابہ کے سوال پر کہ ہمارا درود وسلام آپ ﷺ کے حضور کس طرح پیش ہوگا جب کہ آپ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے۔ حضور ﷺ نے بہت ہی ایمان پرور ارشاد فرمایا: ''إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ'' اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو فنا کر دے، کھائے تو معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا جسم مبارک اپنے روضہ میں ہر قسم کی حفاظت میں ہے اور حیات ہے اور حیات والی چیز کو زمین نہیں کھاتی۔ (نسائی رقم ۱۳۷۴، ابوداؤد ۱۰۴۰، ابن ماجہ ۱۰۸۵، احمد، وھو حدیث صحیح)

مذکورہ پہلی تینوں باتوں میں تمام امت کا اتفاق واجماع ہے

(۴) ''حَيَاةُ جَسَدِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الرَّوْضَةِ الْمُبَارَكَةِ'' اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارک اپنی زمینی قبور میں زندہ سلامت ہیں، تب ہی تو درود وسلام سن کر جواب دیتے ہیں اور بہت ہی مشہور حدیث صحیح ہے۔

''عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ''

(ابویعلیٰ رقم ۳۴۲۵، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱، ابن حجر، فتح الباری ج ۴ ص ۴۸۴، حیات الانبیاء للبیہقی، شفاء السقام ص ۱۳۴، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷)

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز کا پڑھنا یہ حیات کا عمل ہے اور زندہ ہی نماز پڑھ سکتا ہے اور یہ عمل بھی جسم وجسد کا ہے نہ کہ روح کا۔ دلائل کے باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تفصیلی آئے گا۔ جب کہ غیر مقلدین اور بدعقل وکم فہم اور غیر مقلدین میں بھی بعض بے شعور اور ہٹ دھرم لوگ اس حیات کو ماننے سے کتراتے ہیں۔

اور استغفر اللہ ان کے نزدیک بے حس، بے جان، بے شعور، بے علم، اور تمام کمالات حیات سے خالی جسم وجسد مراد ہے۔ العیاذ باللہ، معاذ اللہ، معاذ اللہ!

اس مختصر رسالے میں اب دلائل اس بات پر پیش کیا جائے گا کہ ہماری آنکھ کے نور، دل کے سرور، حضور پر نور محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین اپنے روضہ اقدس میں اپنے اصلی دنیوی جسم مبارک کے ساتھ زندہ سلامت ہیں اور روضہ اقدس میں آپ ﷺ کا جسد مبارک صفت حیات والے اعمال بھی ادا کرتے ہیں، جیسے نماز، سلام کا جواب وغیرہ، جیسا کہ آئندہ اوراق میں آرہا ہے۔

خصوصیات بعد از وفات سید الکائنات ﷺ

(۱) خاتم النبیین ﷺ کو آخری غسل پہلے سے پہنے ہوئے کپڑوں میں ہی دیا گیا اور کرتا تک جسد اطہر سے نہ اتارا گیا۔ کیونکہ زندہ کا کپڑا نہیں اتارا جاتا۔

(۲) خاتم النبیین ﷺ کی نماز جنازہ عام اموات مسلمین کی طرح نہیں پڑھی گئی بلکہ معروف نماز جنازہ کی بجائے۔ صرف صلوۃ وسلام عرض کیا گیا اور حضرت ﷺ کے احسانات کے اعتراف کے ساتھ خاتم النبیین ﷺ کے لئے دعا کی گئی۔ وَصَلَّى اللهُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ دَائِماً وَأَبَداً وَسَلَّمَ تَسْلِيماً كَثِيراً

(الف) نیز صرف اہل بیت رسول اللہ ﷺ کا فرشتوں کی جماعت کے ساتھ غسل دینا۔

(ب) بعد از غسل تمام اہل بیت کا حجرہ رسول ﷺ کو خالی کر کے باہر چلا جانا۔

(ج) پہلے جبریل علیہ السلام پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر ملک الموت کا فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ داخل ہو کر رحمت کے نزول کی دعا کرنا اور صلاۃ وسلام پیش کرنا۔

(د) پھر اہل بیت رسول اللہ ﷺ کا فرشتوں کی جماعت کے ساتھ صلاۃ وسلام پڑھنا۔

(تفصیل دیکھئے ترجمان السنہ ج ۲ ص ۲۶۳، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۷۶)

بعد الوفات اُمت کا صلاۃ وسلام فرداً فرداً حیات کی دلیل ہے

(و) علامہ سہیلی نے فرمایا کہ خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً" اس آیت میں ہر مسلمان کو فرداً فرداً صلاۃ وسلام کا حکم ہے اور یہ حکم آپ کی دنیوی حیات میں جس طرح تھا وفات کے بعد بھی بغیر امام کے فرداً فرداً امت پر فرض ہے۔ لہٰذا ملائکہ، اہل بیت اور صحابہ نے بغیر امام کے اس فریضہ کو تنہا تنہا ادا کیا۔

"اللَّهُمَّ صَلِّ وَبَارِكْ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

چنانچہ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما حجرہ نبوی ﷺ میں داخل ہوئے اور خاتم النبیین ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ پڑھا: "السَّلَامُ عَلَيْكَ: أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ، وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللهِ حَتَّى أَعَزَّ اللهُ وَتَمَّتْ كَلِمَتُهُ فَاجْعَلْنَا يَا إِلٰهَنَا مِمَّنْ يَتَّبِعُ الْقَوْلَ لِلَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ وَاجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ حَتَّى يَعْرِفَنَا وَنَعْرِفَهُ فَإِنَّهُ كَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفاً رَحِيماً، لَا نَبْتَغِي بِالْإِيمَانِ بَدَلاً وَلَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَناً" سلام ہو آپ پر، اے اللہ کے نبی اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں آپ پر اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سب کچھ پہنچا دیا جو اس پر اتارا گیا اور آپ ﷺ نے امت کی خیر خواہی کی، اللہ کی

راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کیا، اور اس کا بول بالا ہوا، اے اللہ ہم کو ان لوگوں میں سے بنا جنہوں نے آپ کی وحی کا اتباع کیا، اور ہم کو آپ ﷺ کے ساتھ جمع کر، آپ ﷺ مسلمانوں پر بڑے مہربان تھے۔ ہم اپنے ایمان کا کوئی معاوضہ اور قیمت نہیں چاہتے۔ (دیکھیں عاجز کی کتاب سچے اور جھوٹے نبی کا فرق نمبر ۹)

مذکورہ تمام شہادتیں ان دلائل کو مضبوط کرتی ہیں کہ ہمارے حضور ﷺ زندہ ہیں اور جس طرح زندگی میں آپ ﷺ کو صلاۃ وسلام کا تحفہ پیش کیا گیا۔ روح کے قلب اطہر میں سمٹ جانے کے بعد بھی صحابہ نے زندہ ہی جانا اور معروف نماز جنازہ اور جنازہ کی دعا نہیں پڑھی۔ بلکہ فرداً فرداً یعنی تنہا تنہا، اکیلے اکیلے، حضرات صحابہ نے ہمارے حضور پرنور ﷺ کو صلاۃ وسلام کا تحفہ پیش کیا۔

(۳) حضرت خاتم النبیین ﷺ کی تجہیز وتکفین میں بھی عام مردوں کی طرح جلدی نہیں کی گئی اور تقریباً پونے دو دن گزر جانے کے بعد حضرت خاتم النبیین ﷺ کو دفن کیا گیا اور اس غیر معمولی تاخیر میں کوئی حرج نہیں سمجھا گیا، نہ ہی کوئی اندیشہ محسوس کیا گیا، نہ ہی کسی ایک صحابی نے اس معاملے میں جلدی کرنے کا تقاضہ کیا۔ (جب کہ عام میت اور مردوں کو جلد سے جلد دفن کرنے کا حکم شریعت میں تاکیدی ہے) یہ اختصاصات ہیں خاتم النبیین ﷺ کے ان سب میں پوشیدہ آپ کی حیات ہے۔

سچے نبی کی روح جہاں وہ دفن ہونا چاہتے ہیں قبض کی جاتی ہے

(۴) خاتم النبیین ﷺ کی دنیاوی زندگی کے عزیز اور ہر دلعزیز مسکن ومقام اور اسی مکان کو آپ ﷺ کا قیامت تک کے لئے قیام گاہ بنایا گیا۔ کیونکہ ترمذی میں نمبر ۱۰۰۲ حدیث ہے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ دفن کے مسئلہ میں صحابہ میں آپس میں مشورہ ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئاً مَا نَسِيْتُهُ قَالَ: مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيّاً إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيْهِ، فَدَفَنُوْهُ فِيْ مَوْضِعِ فِرَاشِهِ'' میں نے خاتم النبیین ﷺ سے کچھ سنا ہے جس کو بھولا نہیں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی نبی کی روح قبض نہیں کرتے مگر اس جگہ جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتا ہے۔ پس صحابہ نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو آپ کے بستر کی جگہ میں دفن کیا۔ (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۶۵)

بات بہت ہی سہل وآسان ہے انبیاء علیہم السلام کی جس طرح حیات ممتاز ہوتی ہے ان کی وفات میں بھی امتیاز ہوتا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے مبارک اجسام زندوں کی طرح زمین کی تخریبی اثرات سے محفوظ رہتے ہیں، کیونکہ وہ زندہ ہیں، اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔ وہ ہر جگہ دفن نہیں ہوتے ہیں، وہ وہیں دفن ہوتے ہیں جہاں ان کی تمنا ہوتی ہے۔

بحالتِ بیداری نبی کی آرام گاہ بدلی نہیں جاتی ہے

میرا ذاتی ذوق یہ ہے کہ وہ جس جگہ دنیا میں آرام فرما رہے تھے اور رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے، وہی جگہ تا قیامت آرام گاہ رہے گی ان کی آرام گاہ سے کسی کو ہرگز اختیار نہیں کہ ان کی جگہ بدل دے۔ پھر جب کہ زندہ ہیں تو زندہ پھر نبی اور آخر النبی اور ''يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيْهِ'' اس جملے میں خواہش نبی اور آرزوئے نبی اور تمنائے نبی بھی واضح ہوگئی۔ زندہ نبی کی خواہش کو ابوبکر وعمر اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے خوب سمجھا اور عمل کیا۔ جزاھم اللہ خیرا! گویا ہر

دوحیات والی زندگی نبی کی آرام گاہ ایک ہی ہوتی ہے۔''اللّٰھمّ صلِ وَسلّمِ وبارک علیٰ سیّدِي وسندِي وقرّۃ عینِي وفؤادِ قلبِي وَ فِداہُ أبِي وَأمّي ألفَ ألفِ صلاۃٍ وَ سلاماً أبداً''

زندہ نبی خاتم ﷺ کی جگہ کو کیسے کوئی بدل سکتا ہے جس طرح جگہ بدلی نہ گئی حیات میں بھی تبدیلی نہ آئی اور پہلے سے قوی حیات اور اکمل و اعلیٰ حیات ہے اور اس پر قرآن کی شہادت موجود ہے۔''وللآخرۃ خیر لک من الأولی (الضحیٰ:۴)''یعنی خاتم النبیین ﷺ کی آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی سے بہتر ہے۔

خاتم النبیین ﷺ کی آخری آرام گاہ باغ جنت ہے

(۵) حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی حیات اور تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات کے درمیان ایک خصوصیت کی بھی حامل ہے۔ جب کہ حیات تو تمام انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے۔مگر یہ خصوصیت صرف خاتم النبیین ﷺ کو ہے جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے۔''مَا بَینَ بَیتِي وَ مِنبرِي رَوضَۃٌ مِن رِیاضِ الجَنّۃِ''

(صحیح بخاری کتاب التہجد، باب فضل ما بین القبر والمنبر رقم ۱۱۹۵)

اس حدیث سے واضح طور پر کھل کر بات سامنے آگئی اور حقیقت نکھر گئی کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی آخری آرام گاہ اور قبر مبارک جنت کے اندر ہی ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا آپ ﷺ کی قبر خود ہی باغ جنت ہے اور یہ بھی ظاہر و باہر ہے کہ اس حصے کو جنت کی کیاری یا باغ ہونے کا شرف حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس سے ملا ہے اور یہ بھی بدیہی طور پر ثابت شدہ امر ہے کہ جنت کی ہر چیز کو حیات ابدی، دائمی، سرمدی حاصل ہے تو حضرت محمد ﷺ کی حیات اس کرہ زمین کے جنت کے اندر ہے تو کیا جنت میں بھی حیات کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ اور یہ جنت منبر نبوی اور روضہ کے درمیان ہے۔اس حقیقت سے انکار دانائی نہیں اور یہ شرف صرف اور صرف ہمارے حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین کو ہے کہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے جنت میں حیات جسمانی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔اگر کسی کو نظر نہیں آئے تو وہ اس کی ایمانی بصیرت کا قصور ہے، ذوق قرآن وحدیث کی فہم وفراست کا فتور ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے اجساد جنت کی مٹی سے پیدا کئے جاتے ہیں

''عَن أبِي ھُرَیرَۃَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنہُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: مَا مِن مَولُودٍ إلّا وَ قَد ذُرَّ عَلَیہِ مِن تُرَابِ حُفرَتِہِ'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس جگہ بندہ کی قبر بنتی ہے اسی جگہ سے اس بندے کی مٹی اٹھا کر کے اسے پیدا کیا جاتا ہے۔

(الجامع لأحکام القرآن، تفسیر القرطبی ج۱۱ص ۲۱۰ طبع دار الکتاب المصریۃ القاہرہ، مصر)

بخاری شریف کی روایت سے حجرہ مبارک کا جسے اب روضہ اقدس ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے۔آقا ﷺ نے ارشاد فرمادیا تھا کہ میرے گھر (جو دراصل حجرہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا ہے) اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کا ٹکڑا ہے اور یہیں اب قیامت تک حضور خاتم النبیین ﷺ کی آرامگاہ ہے اور اسی جنت کے ٹکڑے کی تربت سے حضرت ﷺ کا جسد اطہر وانور بنا ہے اور وہ آج بھی جنت میں ہے اور ہماری نگاہوں کا نور وسرور اور ہزار مسرت وسکون کا باعث ہے۔

''عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ تُنْبَتُ أَجْسَادُنَا عَلٰى أَرْوَاحِ أَهْلِ الْجَنَّةِ'' ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ جنت والی پاکیزہ مٹی سے پیدا کئے جاتے ہیں۔

(الخصائص الکبری باب: الآیۃ فی حفظہ ﷺ من الاحتلام ج ۱ ص ۱۲۰، طبع دار الکتاب العلمیۃ بیروت لبنان)

لیجئے اللہ جزائے خیر دے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو خوب بات صاف اور واضح ہوگئی کہ تمام ہی انبیاء علیہم السلام کے اجساد واجسام جنت کی پاکیزہ تربت ومٹی سے پیدا کئے جاتے ہیں۔

ایک اور بھی مسئلہ حل ہوگیا

یہاں یہ بات بھی اب کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حدیث شریف میں جو یہ آیا ہے کہ: ''إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ'' بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ سو اللہ کے نبی زندہ ہوتے ہیں اور رزق دیا جاتا ہے۔

جب انبیاء علیہم السلام کے اجساد جنت کی مٹی سے بنے ہوئے ہوتے ہیں تو ان کو دنیاوی مٹی کیسے کھا سکتی ہے۔ پھر نکتہ کی بات بھی یاد رکھنی ہے۔

نکتہ کی بات یاد رکھیں

جنت کی ہر چیز کو دائمی اور دوامی حیات کا عقیدہ تمام اہل اسلام کا ہے۔ اس نکتہ سے حضرت مولانا قاسم نانوتوی قدس سرہ کی بات بہت ہی قابل صواب ہے کہ حضور ﷺ سے حیات سلب نہیں ہوئی۔ حیات ہماری نگاہوں سے ساتر ہوگئی چھپ گئی۔ جیسے خود جنت کا وجود ہے، مگر وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل اور چھپی ہوئی ہے اور یہاں تو معاملہ بہت ہی قابل صد ہزار افتخار ہے کہ: ''رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ'' تو ہماری اور پوری امت کے سامنے ہے اور خود حضور ﷺ بھی ہمارے درمیان، قرآن مجید کی شہادت: ''وَأَنْتَ فِيْهِمْ'' کے رو سے موجود ہیں اور حیات ہی کو تو ذہن نشین کرنے کے لئے ارشاد ثبت ہوا کہ دنیاوی مٹی انبیاء علیہم السلام کے طاہر ومطہر اجساد کو کھا ہی نہیں سکتی اور پھر حیات کو خوب مؤکد کرنے کے لئے ارشاد ہوا: ''فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ''

اب اتنی کھلی ہوئی وضاحت اور صراحت کے بعد بھی کسی کی عقل نبوی ارشاد کو سمجھنے سے قاصر ہو تو ہم پڑھیں گے: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ''

جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسد اطہر جنت کی تربت سے بنا ہوا تھا تو پھر اس کی حیات دائمی اور سرمدی ہوئی اور قاسم الخیرات قدس سرہ کی الہامی تحقیق کہ حیات قلب اطہر میں سمٹ گئی اور یہی ہوا جنتی جسم اطہر کے ساتھ چونکہ سلام سننا اور جواب عطاء کرنا اس کو اور بھی مؤکد کر دیتا ہے۔ واللہ اعلم!

حضرات شیخین کو بھی مل گیا ختم الرسل کے ساتھ باغ جنت

انسان کی قبر بھی وہیں بنتی ہے جہاں کی مٹی سے اس کو پیدا کیا جاتا ہے۔ حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی بھی

بارگاہ رب العزت سے شرف قبولیت کا اندازہ لگایئے کہ باغ جنت کی ہی تربت ومٹی سے ان کی تخلیق ہوئی کیونکہ دونوں ہی روضۃ من ریاض الجنۃ میں ختم الرسل ﷺ کے ساتھ ساتھ آج بھی موجود اور باغ جنت میں مقیم ومکین ہیں۔

معلوم ہوا کہ خلاق عالم نے جس تربت سے ختم الرسل ﷺ کو بنایا، اسی تربت کے جوار کی تربت سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بھی وجود بخشا۔

اس لئے حضرات شیخین دنیا میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہی بنے رہے اور ریاض الجنۃ میں آج بھی ہمراہی ہیں، یہ شرف محض اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے۔ ابوبکر وعمر سے دل کو صاف شفاف رکھنا اعلیٰ ایمان کی دلیل ہے جب کہ ان سے کدورت اور غل وغش رکھنا نفاق سے بھی زیادہ خطرناک عمل ہے۔ درمیان میں یہ بات آگئی جو جملہ معترضہ کے طور پر ہے۔

علمائے دیوبند حضور پاک ﷺ کی قبر مبارک کو جنت کا ٹکڑا مان کر اعلیٰ حیات کے قائل ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس کو بھی حضور پاک ﷺ کے پاس بھیج دیا ہے۔ جنت الفردوس کا خاتم النبیین ﷺ کے قدموں میں آ جانا محمد رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک میں اعلیٰ حیات پر دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے روضہ اقدس کی زمین کو قیامت میں جنت کے اندر منتقل کردیا جائے گا۔ (فتح الملہم کتاب الحج، باب فضل ما بین قبرہ رقم الحدیث ۳۳۰)

(۶) خاتم النبیین ﷺ نے امت کو ہدایت کردی تھی کہ نبی وراثت نہیں چھوڑتا اور نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ سیدھی بات ہے زندہ آدمی کا وارث یا وراثت نہیں ہوتا۔ بخاری ومسلم میں روایت ہے: ''لَا نُورِثُ مَاتَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ''

بزرگوں کا قول ہے: ''الأنبیاء لا یشھدون ملکاً مع اللہ'' یعنی انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی ملکیت کو نہیں دیکھتے۔ عوام کے سامنے یہ ملکیت پوشیدہ ہے اس لئے وہ مجازی مالک بنتے ہیں۔

حضرت خاتم النبیین ﷺ تمام چیزوں کی ملکیت حق تعالیٰ کی جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کی جانب سے متولی اور منتفع اور مستفید ہونے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ واجب نہیں اور نہ وفات کے بعد میں وراثت اور وصیت جاری ہوتی ہے اور جس طرح آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں ان کا جو مصرف تھا اور جس نظام کے تحت ازواج مطہرات کا نان ونفقہ دیا جاتا تھا وہ چیزیں خلافت کی تولیت میں رہیں اور مصرف پر خرچ کیا گیا۔ گویا کہ حضور حیات سے ہیں ان کو نان ونفقہ بدستور ملتا رہا۔ کیونکہ صاحب حیات ذات اقدس ﷺ کی تھی تو کیسے کسی کو دیا جاتا۔ وراثت تو ملکیت کے ختم ہونے سے ہوتی ہے وہ تو حضور ﷺ کی تولیت میں تھی خلفاء محض نگراں تھے۔

(۷) حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا یہ حق سمجھا گیا کہ وہ اپنے مسکونہ حجرات کو پوری زندگی اپنے استعمال میں رکھیں اور رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین جن مد سے ان کو نفقہ دیتے تھے وہ اپنا نفقہ تاحیات حاصل کرتی رہیں۔ جیسا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیات طیبہ میں ان کے سامنے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو یہ دونوں حق حاصل تھا۔

حجرہ مسکونہ میں تاحیات قیام اور نفقہ بدستور ملتا رہا یہ حیات النبی خاتم النبیین ﷺ کی واضح دلیل ہے۔ ورنہ یہ ایک مدت تک ہی ملتا۔ حیات النبی ﷺ کی وجہ سے تاحیات ملتا رہا۔ کیونکہ عام مسلمانوں کے مرنے کے بعد اس کی بیوی کے یہ حقوق صرف عدت کی مختصر مدت تک ہی رہتے ہیں۔

مگر امہات المومنین کو شریعت نے بیوہ کی فہرست میں نہیں رکھا کہ ہمارے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے ان کا رشتہ نکاح حیات النبی ﷺ کے عقیدے کے تحت قائم و دائم قیامت تک ابدی و باقی ہے۔ اس لئے قرآن حکیم نے: ''وما کانَ لکُمْ أنْ تؤذُوا رَسولَ اللهِ ولا أنْ تنکحوا أزْوَاجهُ من بعْدِهِ أبدًا (الاحزاب: ۵۳)'' کہہ کر حکم نازل فرمایا۔

یعنی اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ جائز ہے کہ تم خاتم النبیین ﷺ کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ آخر ایسا کیوں؟ ابدی حیات النبی کے عقیدہ کے تحت امہات المومنین کا رشتہ بدستور حضور پرنور ﷺ سے باقی ہے اور زندہ کی ازواج سے شادی نہیں کی جاتی۔ تفصیل گزر گئی ہے۔

اور حیات کا اصل مقصد ہوتا ہے اعمال ظاہرہ، وہ بھی انبیاء علیہم السلام کو مکمل حاصل ہے۔ نیز حیات ایک امر الٰہی ہے وہ بھی حضرات انبیاء کو مکمل بدستور ملی ہوئی ہے، پھر لوگوں کو شک کیوں ہے؟ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

''إنَا مَعَاشِرَ الأنبِيَاءِ تنامُ أعْيننا ولا تنامُ قلوْبنا'' (خصائص) ہم لوگ جو انبیاء علیہم السلام ہیں ہماری صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سویا کرتے ہیں۔

''وكذلكَ الأنبياءُ تنامُ عَيناهمْ ولا تنامُ قلوبهمْ'' انبیاء کرام علیہم السلام کی صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے۔ (بخاری)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں: ''عَدمُ نقْضِ الوضوءِ بالنومِ منْ خَصائصِ الأنبياءِ'' نیند میں وضو کا نہ ٹوٹنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا ادراک اور مکمل شعور بیدار رہتا ہے۔ (العرف الشذی ص: ۵۰)

اس لئے حالت نیند میں بھی جو ادراکات ہوتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی وحی سمجھے جاتے ہیں اور اس پر خود شاہد ہے۔ امام ترمذی نقل کرتے ہیں: ''رُؤيا الأنبياءِ وَحيٌ'' (ترمذی)

اس لئے انبیاء علیہم السلام کی نیند اور دوسروں کی نیند میں بہت فرق ہوتا ہے اور زندگی کے ہر مقام پر زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے منامی یعنی خواب کے ادراکات بھی وحی کا مقام رکھتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''كنّا لا نوقظُ نبيَ اللهِ ﷺ منْ مَنامهِ إذا نامَ حتى يسْتيقظَ'' ہم حضرت خاتم النبیین ﷺ کو نیند سے کبھی نہ جگاتے تھے جب تک کے نبی ﷺ خود بیدار نہ ہو جاتے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۱ رقم ۶۸۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب امر الٰہی سے حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلے تو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ان کے ساتھ تھے جب عین منزل مقصود پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھ لگ گئی تو حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا: ''لا أوقظهُ'' آپ کو نیند سے بیدار نہیں کروں گا۔ (بخاری جلد ۳ ص ۶۸۹)

انبیاء علیہم السلام کو خواب استراحت سے اس لئے نہیں اٹھایا جاتا کہ معلوم نہیں اُن پر کیا اسرار الٰہی منکشف ہو رہے ہوں۔

صاحب ترجمان السنہ کی رائے

جب ان کی نیند آنکھوں تک محدود ہوتی ہے تو اس سے ان کی موت کا کوئی اندازہ بھی کر لینا چاہئے۔ کیونکہ ''النوم أخو الموت'' مشہور ہے وہ بھی نیند کی طرح ان پر طاری ضرور ہوتی ہے مگر عام بشر کی موت کی طرح نہیں۔ یہاں بھی ان کو بڑا امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان پر زندہ کا اطلاق آیا ہے۔ (ترجمان السنہ ج ۳ ص ۴۵۸)

ایک اہم خصوصیت جس سے سارے شکوک وشبہات ختم ہوجاتے ہیں

حضرت خاتم النبیین ﷺ جب رفیق اعلی میں تشریف لے گئے تو اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق مقام سخ میں تھے جب تشریف لائے تو حضرت خاتم النبیین ﷺ کے چہرہ انور سے چادر مبارک ہٹائی واٹھائی اور خاتم النبیین ﷺ کی پیشانی مبارک پر بوسہ لیا اور بے اختیار آہ وبکا طاری ہوگیا، دھاڑیں مار کر رونے لگے اور خاتم النبیین ﷺ کو مخاطب فرما کر خطاب کیا، عرض کیا اور کہا: ''بأبي أنت وأمي طبت حياً وميتاً، والذي نفسي بيده لا يذيقك الله الموتتين أبداً'' میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ ﷺ حیات اور موت دونوں حالتوں، کیفیتوں میں نہایت پاکیزہ ہیں۔ (بخاری ج ۱ص ۵۱۰)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا جو موت مقدر تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے آپ ﷺ کے لئے وہ آپ ﷺ پر وارد ہو چکی ہے۔

اور ایک دوسری روایت سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے تھے تو راستے میں آتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سن لی تھی کہ حضور ﷺ پر جو صورت حال وارد ہے، پیش ہے وہ موت نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمر نے فرمایا تھا: ''ما مات رسول الله ﷺ'' بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے تھے: ''والله ما كان يقع في نفسي إلا ذاك'' یعنی اللہ کی قسم میرے ضمیر کا یہی فیصلہ تھا کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ پر جو کیفیت وارد ہے وہ موت ہرگز نہیں۔

جب خیر امت رسول اللہ تشریف لے آئے تو: ''فكشف عن وجهه ثم أكب عليه فقبله وبكى ثم قال: بأبي أنت وأمي، والله لا يجمع الله عليك موتتين، أما الموتة التي كتبت عليك فقد متها''

(بخاری کتاب المغازی ج ۳ص ۶۴۰)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور خاتم النبیین ﷺ کے چہرہ انور واطہر سے کپڑا اٹھایا اور حضور خاتم النبیین ﷺ پر جھک پڑے، بوسہ دیا اور رو پڑے پھر فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا۔ جو موت کہ آپ ﷺ کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کا ذائقہ آپ ﷺ چکھ چکے۔

پچھلے اوراق میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے کہ: ''كل نفس ذائقة الموت'' کے تحت خاتم النبیین ﷺ کی موت کا تذکرہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی کر رہے ہیں اور اس کا کوئی انکار کر بھی نہیں سکتا۔

حضور ﷺ کی دوسری موت نہیں

دوسری بات جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صاف اور واضح کردی وہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کو دو موت نہیں ہوگی اور جو قدرت کی جانب سے ہر نفس کے لئے مقدر ہے وہ آپ ﷺ کو بھی ہوئی مگر عام لوگوں کی طرح نہیں اپنے نبوی اور خاتمیت کے نمایاں اور غیر معمولی امتیاز کے ساتھ اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کو اپنی قبر شریف میں پھر ایسی حیات دائمہ، مستمرہ، ابدیہ، سرمدیہ، خالدیہ، حاصل ہو چکی ہے کہ اب اس کے بعد پھر کبھی ورود موت نہ ہوگا اور انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

یاد رکھنے کی بات وعقیدۂ اہل سنت

یہ دونوں موتیں (ایک اسی دنیا میں دوسری قبر میں) انبیاء علیہم السلام کے علاوہ باقی ہر انسان پر وارد ہوتی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو دوسری موت نہیں ہے۔ یہ ان کے خصوصیات وامتیازات میں ہے۔ عام لوگوں کی فہرست میں انبیاء علیہم السلام کو شمار کرنا محض غلطی اور نادانی وکم فہمی ہے۔

اور یہ عقیدہ پورے اہل سنت والجماعت کا ہے جس کا انکار کرنا اہل سنت والجماعت سے خروج ہے۔ چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری لکھتے ہیں: ''ومذهبُ أهلِ السنةِ والجماعةِ أنَّ في القبرِ حياةً وموتاً فلا بدَّ مِنْ ذوقِ الموتتينِ لكلِّ أحدٍ غيرِ الأنبياءِ عليهمُ السلامُ'' (ج ۷ ص ۶۰۰)

پورے اہل سنت والجماعت کا مذہب یہی ہے قبر میں زندگی اور موت دونوں ہیں۔ لہٰذا ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ چکھنے سے چارہ نہیں۔ ہاں! انبیاء کرام علیہم السلام پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی۔ ''فإنَّهم لا يموتونَ في قبورِهم بل هم أحياءٌ وأمّا سائرُ الخلقِ فهم يموتونَ في القبورِ ثمّ يحيونَ يومَ القيامةِ'' (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۶۰۰)

حضرات انبیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبروں میں نہیں مرتے بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں ہاں دوسرے تمام لوگوں کے (حساب وکتاب کے بعد) وہ قبروں میں وفات پا جاتے ہیں اور پھر قیامت کے دن وہ زندہ ہوں گے، یہ اس پر مبنی ہے کہ قبر میں نکیرین کے سوال کے وقت مردوں کو زندہ کیا جاتا ہے پھر اس کو وفات دی جاتی ہے۔ (تفصیل کا یہ رسالہ متحمل نہیں ہے)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''إنَّ حياتَهُ ﷺ في القبرِ لا يعقبُها موتٌ بل يستمرُّ حيّاً والأنبياءُ أحياءٌ في قبورِهم'' حضرت خاتم النبیین ﷺ کی قبر مبارک میں زندگی ایسی ہے جس پر موت وارد نہیں ہوگی بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲)

عقیدۂ حیات النبی ﷺ پر قرآنی دلائل

قرآن سے پہلی دلیل

''ولا تقولوا لِمَنْ يُقتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أمْواتٌ بَلْ أحياءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرۃ: ۵۴)'' اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جائیں تم انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا۔

قرآن سے دوسری دلیل

''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران: ۱۶۹)'' اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ احکام القرآن میں لکھتے ہیں: ''فَلَيسَ الشَّهيدُ بأولى مِنَ النَّبيِّ ﷺ وإنَّ نَبِيَّ اللهِ حيٌّ يُرزَقُ في قبرِهِ كما وَرَدَ في الحَديثِ'' خاتم النبیین ﷺ کا مرتبہ شہداء سے بہت زیادہ اعلیٰ وبلند ہے بے شک اللہ کے نبی ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔
(احکام القرآن ج ۱ ص ۹۲)

حضرت مولانا احمد سعید دھلوی لکھتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم السلام شہیدوں سے بڑے درجے والے ہیں تو وہ بھی زندہ ہیں ان کی زندگی اتنی مظبوط ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے اسی وجہ سے نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان کی بیوی سے نکاح نہیں ہوتا اور نہ ہی نبی ﷺ کی میراث تقسیم ہوتی ہے بلکہ قبر پر جا کر کوئی سلام کہے تو اس کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔'' (تفسیر کشف الرحمن ج ۱ ص ۵۹۲)

تمام اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی قبر و برزخ میں حیات شہداء کی حیات سے اعلی وارفع اور غیر معمولی بلند ہے اور انبیاء علیہم السلام جو شہداء سے افضل ہیں تو لامحالہ ہر حال میں انبیاء علیہم السلام کی حیات بھی شہداء کی حیات سے افضل و برتر اور بلند تر ہوگی۔

امام ابن حجر حیاتِ انبیاء علیہم السلام پر لکھتے ہیں: ''وإذا ثبت أنهم أحياءٌ من حيث النقل فإنه يقويه من حيث النظر كون الشهداء أحياءً بنص القرآن والأنبياء أفضل من الشهداء'' اور جب نقل کے اعتبار سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو دلیل عقلی اور قیاس بھی اس کی تاکید کرتا ہے کہ شہداء نص قرآن کے رو سے زندہ ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تو شہداء سے اعلی اور افضل ہیں۔ (تو بطریق اولی ان کو حیات حاصل ہوگی) (فتح الباری ج ۶ ص ۳۷۹)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''إن الله جل ثناءه رد إلى الأنبياء أرواحهم فهم أحياءٌ عند ربهم كالشهداء'' بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ارواح ان کی طرف لوٹا دیتے ہیں سو وہ اپنے رب کے پاس شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لا شك في حياته ﷺ بعد وفاته وكذا سائر الأنبياء عليهم السلام أحياءٌ في قبورهم حياةً أكمل من حياة الشهداء التي أخبر الله بها في كتابه العزيز۔ وفات کے بعد حضرت خاتم النبیین ﷺ کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی تمام انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ حیات شہداء کی اس حیات سے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے بڑھ کر ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۵)

اوپر کی عبارت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات کا ذکر ہے کیونکہ ان کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ کامل اور اعلی درجہ پر ہے۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کا درجہ شہداء سے بلند ہے، اسی طرح قبر میں ان کی زندگی بھی شہداء کی زندگی سے عمدہ اور اعلی وارفع ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی ہے

اور پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''وأما أدلة حياة الأنبياء فمقتضها حياة الأبدان كحالة الدنيا مع الإستغناء عن الغذاء'' بہرکیف حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات کے دلائل اس بات کے مقتضی ہیں کہ یہ حیات ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں تھی۔ مگر خوراک سے وہ مستغنی اور بے نیاز ہیں۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۷)

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کی یہ حیات روحانی اور برزخی نہیں بلکہ جسمانی بھی ہے۔ مگر جس طرح دنیا میں جسم خوراک کے محتاج ہوتے ہیں قبر میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام طیبہ کو خوراک کی حاجت نہیں اور وہ خوراک سے بے نیاز ہیں۔ اللہ اکبر کبیراً!

خاتم النبیین نبی و شہید دونوں ہیں ﷺ

شہداء کی حیات کا اعلان اللہ تعالیٰ نے کر دیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور انبیاء علیہم السلام کو شہداء کی حیات سے اعلیٰ وارفع حیات حاصل ہے یہ بھی آپ نے دلائل کی روشنی میں پڑھ لیا اور ہمارے حضرت خاتم النبیین ﷺ تو نبی کے ساتھ شہید بھی ہیں۔ یعنی حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ ساتھ شہادت بھی عطاء فرمائی اور دو حیات جمع ہو گئی اور دونوں یعنی حیاتِ نبوت اور حیاتِ شہادت خصوصیت کے ساتھ ہمارے خاتم النبیین ﷺ کی شانِ امتیازی بن گئی۔

خاتم النبیین ﷺ کی شہادت کا واقعہ

تفصیل تو شمائل وسیر میں دیکھئے۔ یہاں مختصر سن لیجئے: "۷ ہجری میں خیبر فتح ہوا۔ یہودیوں نے انتقام لینے کی سوچی تو مشہور یہودی سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت الحارث نے دعوت کر کے بکری کے گوشت میں زہر ہلاہل ڈال کر خاتم النبیین ﷺ کو شہید کرنا چاہا۔

چنانچہ آپ ﷺ کے ساتھیوں نے بھی وہ کھانا ایک ایک دو دو لقمے کھایا اور حضرت خاتم النبیین ﷺ نے ایک لقمہ منہ مبارک میں ڈالا اور اس کا لعاب حلق مبارک سے نیچے پیٹ میں چلا گیا، گوشت کی بوٹی نے بول کر کہا۔

حضرت خاتم النبیین ﷺ مت کھائیے میں زہر آلود ہوں۔ خاتم النبیین ﷺ نے فوراً منع کیا۔ مگر ایک صحابی بشر بن براء بن معرور اس سے شہید ہو گئے اور ہمارے حضرت ﷺ کو اس زہر سے کافی تکلیف ہوئی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وفات سے چند لمحات پہلے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "یا عائشۃُ! ما أزالُ أجدُ ألمَ الطعامِ الذي أكلتُ بخيبر فهذا أوانُ وجدتُ انقطاعَ أبهري من ذلك السم" (رواہ البخاری ج ۳ ص ۶۳۷، متدرک ج ۳ ص ۵۸)

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میں برابر اس کھانے کے زہر کا اثر پا رہا ہوں، جو خیبر میں، میں نے کھایا تھا سو اس وقت میں ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ میری رگِ جان کٹ رہی ہے۔ (بخاری)

خاتم النبیین ﷺ کی وفات کے وقت اس زہر کا خاصا اثر تھا اور عالمِ اسباب میں خاتم النبیین ﷺ کی وفات کا سبب وہ زہر ہلاہل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ شہید بھی ہوئے اور شہید کی حیات پر قرآن کی شہادت ہے۔ کیا اب بھی کوئی خاتم النبیین ﷺ کی حیات میں شک کرے گا؟

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اعلان شہادت سنئے: "لأن أحلف تسعاً أن رسول الله ﷺ قتل قتلاً أحب إلي من أن أحلف واحدةً أنه لم يقتل، وذلك أن الله اتخذه نبياً واتخذه شهيداً"

(متدرک ج ۳ ص ۵۸، قال الحاکم والذهبي صحيح على شرطهما، ومسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نو دفعہ قسم اٹھاؤں کہ خاتم النبیین ﷺ شہید ہوئے، مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک دفعہ یہ قسم اٹھاؤں کہ آپ ﷺ قتل نہیں کئے گئے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔

مذکورہ روایت سے واضح ہو گیا کہ خاتم النبیین ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کا بلند مقام بھی مرحمت فرمایا ہے اور شہداء کی حیات تو قرآن مجید سے ثابت ہے اور ان کو مردہ کہنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ لہٰذا حضرت خاتم

النبیین ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ کیونکہ اوپر کی روایت سے آپ ﷺ کی شہادت بھی منصوص ہے اور نص قرآنی سے شہداء کی حیات بھی منصوص وثابت ہے۔ اب تو ہمارے حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیات وزندگی مان لوگے شک نہ کروگے۔

قرآن مجید سے حیات النبی ﷺ کی تیسری دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء: ٦٤)'' اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔ (شیخ الہند)

آیت سے ایک بات بخوبی روز روشن کی طرح عیاں اور واضح ہوتی ہے کہ جو شخص حضرت خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور خاتم النبیین ﷺ کی صحبت ومعیت اور ان کے مقدس مجلس وجگہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے اور ہمارے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ بھی اس کے لئے دعا مغفرت کریں تو اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی۔

روضہ پر حاضرین کی درخواست سننا اور دعائے مغفرت کر دینا حیات کی دلیل ہے

اور یہ بھی ضرور یاد رکھیں کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہوتی تھی، اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری ایسی ہی ہے جیسے پہلے تھی کہ آج بھی حضور خاتم النبیین ﷺ حیات سے ہیں اور جو حضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعائے مغفرت کر دیجئے۔ حضور رحمت للعالمین ﷺ کبھی بھی سائل کو واپس نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی شان کریمی سے ایسی توقع ہے۔ اس موضوع پر کتابوں میں بے شمار واقعات ہیں جن سے حیات النبی ﷺ کو تقویت اور تائیدی شواہد ملتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ اپنے اسی دنیوی جسد اُطْهَرْ، أَنْوَرْ، أَزْكَى، أَجْلَى، أَحْلَى، أَلَذْ، أَطْيَبْ کے ساتھ زندہ سلامت ہیں اور جو امتی ان کی جناب میں حاضر ہو کر اللہ سے خود اور حضرت سے دعائے مغفرت کی درخواست کر دیتا ہے۔ ہمارے حضور پر نور ﷺ بھی اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت حضور ﷺ کی طلب پر کر دیتا ہے تو امت کی مغفرت کی درخواست سننا اللہ سے مغفرت طلب کرنا یہی تو حیات النبی ﷺ کی واضح دلیل ہے۔ حیات میں اعمال کا وجود ہوتا ہے۔

ایک عاشق رسول کا واقعہ حیات النبی کی تائید

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گڑ گڑا کر، زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار، رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

اس لئے میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ ﷺ میرے لئے دعائے مغفرت کر دیں۔
اس وقت جو لوگ روضہ اقدس ﷺ پر حاضر تھے، ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ خاتم النبیین ﷺ سے یہ آواز آئی۔ قَدْ غُفِرَ لَکَ۔ تیری مغفرت کر دی گئی۔ (بحر محیط۔ معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰)

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو اعرابی کے لئے حضور خاتم النبیین ﷺ کا پیغام

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور خاتم النبیین ﷺ کی تربت کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ!
میں نے قرآن کریم کی یہ آیت: ''وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء: ۶۴) '' سنی اور آپ ﷺ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ ﷺ کے سامنے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کا استغفار کروں اور آپ ﷺ کی شفاعت طلب کروں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

یا خیر مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ أَعْظُمُهُ فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ
نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

(ترجمہ) جن جن کی ہڈیاں میدانوں میں دفن کی گئی ہیں اور ان کی خوشبو سے وہ میدان اور ٹیلے مہک اٹھے ہیں، اے ان تمام میں سے بہترین ہستی، میری جان اس قبر پر صدقے ہو جس کا ساکن تو ہے جس میں پارسائی اور سخاوت اور کرم ہے۔

پھر اعرابی و دیہاتی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ گویا حضور خاتم النبیین ﷺ مجھ سے فرما رہے ہیں جا اس اعرابی کو خوشخبری سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیئے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۳)

آیت مذکورہ اور واقعہ سے یہ بات بہت کھل کر واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ جس طرح حضرت ﷺ کی حیات دنیوی میں اہل ایمان معافی اور مغفرت کی دعا کرانے آتے تھے تو اسی طرح آج بھی روضۂ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پر حاضری دے کر معافی اور مغفرت طلب کریں گے تو ہمارے رؤوف الرحیم خاتم النبیین ﷺ دعا فرمائیں گے اور فرماتے ہیں۔ کیونکہ آیت میں کہیں بھی حیات دنیوی اور بعد از وفات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اس کا سبب بھی حیات النبی ﷺ کی کھلی دلیل ہے۔

حیات النبی ﷺ کی قرآن سے چوتھی دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ، وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال: ۳۳) '' اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ انہیں آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیں گے جس حالت میں وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔ (تھانوی)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ عذاب سے دو چیزیں رکاوٹ ہیں یعنی عذاب کے نزول سے مانع ہیں۔ ایک حضور خاتم النبیین ﷺ کا وجود مسعود موجود ہونا۔ الحمد للہ! دوسرے امت کا استغفار کرتے رہنا۔
پہلی نعمت جو امت کو ملی ہوئی ہے وہ حضور خاتم النبیین ﷺ کا وجود باجود کہ اس کی برکت سے اس امت پر ایسا عذاب کہ امت کے وجود کو مٹا دے ناممکن ہے۔ امت دعوت پر حضور خاتم النبیین ﷺ کی عمومی رحمت و برکت

کی وجہ سے صفحۂ ہستی سے مٹانے والا عذاب نہیں آتا تو امت اجابت پر کیسے آئے گا۔ اگر وقتی طور پر کسی جگہ کوئی عذاب آجاتا ہے تو اس کی اس میں نفی نہیں ہے عمومی ہلاکت کی نفی ہے۔ (دیکھئے تفسیر عثمانی)

مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ صاحب معارف القرآن لکھتے ہیں: ''آپ ﷺ کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ ﷺ کی رسالت کا قیامت تک قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لئے یہ امت قیامت تک عذاب سے مامون رہے گی۔'' (معارف القرآن)

اور آنحضرت ﷺ کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا۔ کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لئے ہیں۔ نیز آنحضرت ﷺ اس وقت بھی زندہ ہیں گو اس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے۔

(معارف القرآن ج ۴ ص ۲۲۵)

بہرحال آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جس بستی میں لوگ استغفار کرتے ہوں اللہ کا دستور یہ ہے کہ اس پر عذاب نازل نہیں کرتے۔

دوسرے یہ کہ خاتم النّبیین رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے آپ کی امت خواہ مسلم ہوں یا کافر عذاب نہیں آئے گا۔ الحمد للہ رحمۃ للعالمین ﷺ آج بھی عالم کو اپنی رحمت عمومی کے آغوش میں لئے ہوئے ہیں اور زندہ ہیں۔

''وَأَنتَ فِيهِمْ'' قرآن حکیم کا ربانی ارشاد بہت ہی حیات النبی کا معنی خیز جامع اور ہمہ گیر حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ سوچئے اللہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے امت پر عمومی عذاب نہ ہوگا اور ''وَأَنتَ فِيهِمْ'' کب اور کس حقیقت کو سمجھانے کے لئے بولا جاتا ہے کبھی آپ نے غور کیا ہے؟ اگر حضور ﷺ کی حیات نبوت ہمارے درمیان نہ ہوتی تو حق تعالیٰ اتنا عمیق اور جامع ترین ارشاد: ''وَأَنتَ فِيهِمْ'' کیوں فرماتے؟ یہ حیات النبی ﷺ کی کھلی دلیل ہے کیونکہ آج بھی ہمارے نبی ہمارے درمیان اسی عالم میں زندہ سلامت موجود ہیں۔ سلام کہنے والے کا سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ دور سے سلام پیش کرنے والے کا فرشتے پہنچاتے ہیں۔ ہر نماز میں مسلمان ''السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ'' سے آپ ﷺ کو سلام کا تحفہ بھیجتا ہے۔ مومنوں اپنے زندہ نبی پر درود پڑھو: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَدَدَ خَلْقِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَرِضَا نَفْسِكَ''

حیات النبی ﷺ پر قرآن مجید سے پانچویں دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللهِ عَظِيمًا (الاحزاب: ۵۳)'' اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ تم نبی ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کروں۔

بیہقیٔ وقت مفسر ومحدث اور فقیہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: ''قُلْتُ وَجَازَ أَن يَكُونَ ذٰلِكَ لِأَجْلِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ لِذٰلِكَ لَمْ يُوْرَثْ وَلَمْ يَتَئَمْ أَزْوَاجُهُ'' امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے نکاح نہ ہونے کی یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ خاتم النّبیین ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، اس لئے حضور پاک خاتم النّبیین ﷺ کے مال مبارک کا کوئی وارث قرار نہیں پاتا اور حضور پاک کی وفات سے آپ ﷺ کی بیویاں بیوہ نہ ہوئیں۔

(تفسیر مظہری عربی ج ۷ ص ۴۰۸، اردو ج ۹ ص ۴۱۶)

صاحب معارف القرآن لکھتے ہیں: ''آپ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح حرام ہے وہ بنص قرآن مؤمنوں کی مائیں ہیں۔''

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ وفات کے بعد اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں آپ ﷺ کی وفات کا درجہ ایسا ہے جیسے کوئی زندہ شوہر گھر سے غائب ہو، اسی لئے آپ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی، اسی بناء پر آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا وہ حال نہیں جو عام شوہروں کی وفات پر ان کی ازواج کا ہوتا ہے۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۲۰۳)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی آبِ حیات

حیات النبی ﷺ پر نہایت محققانہ، بصیرت وفقاہت اور ثقاہت کے ساتھ الہامی دلائل سے بھرپور قاسم العلوم والخیرات بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا نا قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہٗ کے کتاب آب حیات اس فن کی نادرالوجود ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آب حیات میں واضح طور پر خاتم النبیین ﷺ کو قبر میں زندہ مانا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ہمارے حضور ﷺ اپنے روضہ اقدس میں زندہ ہیں اور جو شخص روضہ اقدس پر سلام پیش کرتا ہے خود سنتے ہیں اور جواب بھی ضرور دیتے ہیں اور اس کو اہل سنت و جماعت کا عقیدہ صحیح بتلایا ہے۔ تفصیل کے لئے یہ کتاب ضرور سمجھ کر پڑھئے۔ عقل کھل جائے گی۔ ایمان وبصیرت کی روشنی مل جائے گی۔

حیات النبی ﷺ پر قرآن مجید سے چھٹی دلیل

''وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا (النحل: ۸۹)'' اور (اے پیغمبر ﷺ) ہم تمہیں ان لوگوں کے خلاف گواہی دینے کے لئے لائیں گے۔

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حدیث پاک میں ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضور پاک ﷺ کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ خیر کو دیکھ کر اللہ کا شکر اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔'' (تفسیر عثمانی)

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لیس من یوم إلا وتعرض علی النبی ﷺ أمته غدوة وعشیة فیعرفھم بأسماءھم وأعمالھم فلذلک یشھد علیھم، یقول اللہ تعالی: فکیف إذا جئنا من کل أمة بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا (النساء: ۴۱)'' (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۸۶)

سعید بن مسیب فرماتے ہیں کوئی صبح شام ایسی نہیں کہ امت کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے نہ پیش کیا جاتا ہے۔ (یعنی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں)

لہٰذا حضور اپنی امت کے تمام لوگوں کو ان کے نام اور ان کے اعمال سے بخوبی پہچانتے ہیں اسی وجہ سے ان کی شہادت بروز قیامت دیں گے اور آیت میں جس کا تذکرہ ہے۔

حاصل یہ ہوا کے امت کے اعمال کا پیش ہونا صبح وشام یہ حیات کی دلیل ہے اور امتی کی شناخت ان کے نام اور اعمال سے اور بروز قیامت شہادت پیش کرنا یہ مکمل حیات کی دلیل ہے۔

حیات النبی ﷺ پر قرآن مجید سے ساتویں دلیل

''یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا (الاحزاب: ۴۵) ''اے نبی ﷺ بے شک ہم نے آپ ﷺ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے آپ ﷺ (مومنین کے) بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں۔ (تھانوی)

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں فرماتے ہیں: ''تمام انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق و ممتاز ہوتی ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔''

بہرحال اس حیات کی وجہ سے قیامت تک مومنین کے قلوب آپ ﷺ کے قلب مبارک سے استفاضہ نور کرتے رہیں گے اور جو جتنی محبت و تعظیم اور درود شریف کا زیادہ اہتمام کرے گا اس نور کا حصہ زیادہ پائے گا۔

(معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضور پاک ﷺ پر قبر مبارک میں امت کے اعمال پیش ہونا عقیدہ حیات النبی ﷺ کی یوں دلیل بنتی ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اسی لئے وہاں امت کے اعمال پیش ہو رہے ہیں۔'' (حاشیہ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، تفریع ابواب الجمعۃ ج ۱ ص ۱۵۸)

ابھی آپ چھٹی دلیل میں پڑھ چکے ہیں کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اس آیت مبارکہ میں حضور خاتم النبیین ﷺ کو گواہی دینے والا بتلایا گیا ہے۔ گویا یہ آیت مبارکہ پچھلی آیت کی تشریح کر رہی ہے۔

قبر مبارک میں امت کے اعمال پیش ہونے کی وجہ سے قیامت کے دن حضور خاتم النبیین ﷺ اللہ تعالیٰ کے سامنے امت کی گواہی دیں گے۔ ان شاء اللہ!

وہ خوش نصیب حضرات جن کے اجسام قبر میں محفوظ رہتے ہیں

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (شرح الصدور میں صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹ باب فتن اللمیت و بلاء) اور شیخ عبدالوہاب شعرانی نے مختصر تذکرہ قرطبی باب لا تاکل الارض اجساد الانبیاء میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کچھ اور بھی حضرات کو شمار کیا ہے جن کے اجسام قبر میں محفوظ رہتے ہیں اور مٹی ان کو نہیں کھاتی۔

۱...... ''اِنَّ اللہ حرم علی الأرض أن تأکل أجساد الأنبیاء'' اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو کھائے۔

۲...... ''انما لم تأکل الارض أجساد الشھداء لکونھم أحیاء عند ربھم یرزقون'' یقیناً شہداء کے جسم کو زمین نہیں کھاتی، اس لئے کہ وہ زندہ ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس، ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

۳...... ''المؤذن المحتسب لا تأکلہ الأرض'' مؤذن جو پابندی سے ثواب کی امید پر اذان دیتا ہے اس کو زمین نہیں کھاتی۔

۴...... ''إذا مات حامل القرآن أوحى الله الى الأرض أن لا تأكل لحمه فتقول الأرض: أي رب! كيف آكل لحمه و كلامك في جوفه؟ جب پکا حافظ قرآن (حافظ قرآن جو عامل قرآن ہو تو نور علی نور ہے) مرجاتا ہے تو حق جل مجدہ زمین کو وحی کرتے ہیں کہ حامل قرآن کے جسم کو نہ کھائے؟ تو زمین عرض کرتی ہے میں حافظ و حامل قرآن کے جسم کو کیسے کھا سکتی ہوں جب کہ اس کے اندر ہے آپ کا کلام ہے۔

۵...... ''الأرض لا تسلط على الجسد الذي لم يعمل خطيئة'' زمین کو اس جسم پر مسلط کیا جاتا جس سے گناہ نہ ہوا ہو۔ یعنی جو آدمی گناہ سے پاک وصاف ہوتا ہے اس کو بھی زمین نہیں کھاتی۔ (فتاوی محمودیہ ج۱ ص ۵۳۸)

۶...... وہ انسان خوش نصیب ہے جس کی شکل میں حضور ﷺ ظہور فرمادیں اس لئے کہ اس انسان کو بھی مٹی نہ کھا سکے گی۔ (رحمت کائنات ص ۳۰۳، جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۹۸)

خاتم النبیین ﷺ ہر حال میں امت کے امام ہیں

''عن علي رضي الله تعالى عنه: هو إمامكم حيا و ميتا فلا يقوم عليه أحد'' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ یعنی رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ تمہارے امام ہیں زندگی میں اور وصال کے بعد۔ لہٰذا کسی کو ان کا امام نہ بنایا گیا۔ (الحدیث رواہ ابن سعد، زرقانی ج ۸ ص ۲۹۲، احسن الفتاوی ج ۴ ص ۲۲۷)

یعنی رفیق اعلی میں تشریف لے جانے کے بعد بھی حضور ﷺ حالت حیات کی طرح بعد الممات بھی خود امام ہیں۔ یہ حیات کی دلیل ہے۔ کیونکہ انبیاء کی حیات وزندگی میں جس طرح کوئی امام نہیں ہوتا بعد الوصال بھی ان کا کوئی امام نہیں ہوتا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں بعد الوصال بھی وہ امام ہیں۔

حضرت خاتم النبیین ﷺ جسد اطہر واقدس پر میت کے آثار نہ تھے

حضرت ﷺ کے رفیق اعلیٰ میں تشریف لے جانے کے بعد بھی خاتم النبیین ﷺ کے جسد اطہر وانور پر وہ آثار وعلامت نہ تھی جو عام طور پر میت میں دیکھی جاتی ہے اور محسوس کی جاتی ہے۔ یہ بھی حضور خاتم النبیین ﷺ کی خصوصیت اور حیات کی دلیل ہے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے: ''لم یر من رسول الله ﷺ بشيء مما يرى من الميت۔ حضور ﷺ کے اندر ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی گئی جو میت میں دیکھی جاتی ہے۔ صلى الله عليه وسلم على جسده في الأجساد۔ پھر سیرت ابن ہشام میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دیتے جاتے تھے اور یہ الفاظ کہے جاتے تھے۔'' وعلي يقول: بأبي أنت و أمي، ما أطيبك حيا و ميتا!

میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کتنے پاک وصاف ہیں زندہ اور رفیق اعلیٰ میں چلے جانے کے بعد۔

اور اس سے زیادہ واضح روایت ابن ماجہ میں باب ما جاء في غسل النبي ﷺ میں ہے: ''عن علي ابن ابي طالب رضي الله عنه قال: لما غسل النبي ﷺ ذهب يلتمس منه ما يلتمس من الميت، فلم يجده، فقال بأبي، الطيب، طبت حيا و طبت ميتا'' حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور خاتم النبیین ﷺ کو غسل دیا گیا تو جو چیزیں میت میں ہوتی ہیں وہ حضور ﷺ میں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے والد آپ پر فدا ہوں، پاک ہیں پاک زندگی گزاری اور وصال کے بعد بھی پاک ہیں۔ (بوادر النوادر ص ۴۵۲)

حیات النبی ﷺ پر قرآن مجید سے آٹھویں دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فضربنا علی اٰذانھم فی الکھف سنین عددًا (الکھف: ۱۱) ''ہم نے ان کے کانوں کو تھپکی دے کر کئی سال تک ان کو غار میں سلائے رکھا۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''پہلی امتوں کے یہ لوگ اصحاب کہف ہیں ان بزرگوں کی کرامت تھی کہ ۳۰۹ سال سونے کے بعد بھی صحیح سلامت رہے اور اس کا تذکرہ خود قرآن میں ہے۔''ثلاث مائۃ سنین وازدادوا تسعًا (الکھف: ۲۵)''

تین سونو برس غار وکہف میں رہے۔ ہماری امت میں بھی ایسی ہستیاں موجود ہیں جن سے اس قسم کے واقعات کا ظہور رہا۔ مثلاً:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول میں ابدی قیام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے یوں وصیت فرمائی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو حضور خاتم النبیین ﷺ سے اجازت لینا کہ میری قبر حضور خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ان کے روضہ اقدس میں بنائی جائے یا نہیں؟

اگر اجازت مل جائے تو مجھے وہیں دفن کر دینا ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں میری قبر بنا دینا۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کا جنازہ حضور پاک خاتم النبیین کے روضہ مبارکہ کے دروازے پر رکھ کر صحابہ نے حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں صلاۃ وسلام کا تحفہ پیش کیا۔ پھر عرض کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دروازے پر موجود ہیں تو روضہ مبارکہ کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور اندر سے آواز آئی کہ دوست کو دوست تک پہنچا دو۔ (مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۳۳)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی حیات النبی کا عقیدہ راسخ تھا جبھی تو وصیت کی تھی کہ حضور خاتم النبیین ﷺ زندہ ہیں۔ ان کو مخاطب کر کے میری تدفین کی اجازت لینا اور اجازت نہ ملے تو عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ صحابہ باب النبی پر کھڑے ہو کر پہلے ادب واحترام بجالائے صلاۃ وسلام عرض کیا اور پھر اجازت طلب فرمائی۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق خاتم النبیین ﷺ نے اپنی آرام گاہ حجرہ اماں عائشہ جو جنت کا باغ ہے، کا دروازہ کھول دیا اور آواز آئی کہ دوست کو دوست تک پہنچا دو تو کیا یہ سب بغیر حیات کے ہوا۔ صلوۃ وسلام تو آپ سنتے ہی ہیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ صلاۃ وسلام پیش کر کے جو عرض ومعروض کی جائے اسے بھی آپ سنتے ہیں۔ اس پر ہزاروں نہیں لاکھوں واقعات اگر جمع کیا جائے تو دفتروں میں جمع کیا جا سکتا ہے اور ہر عہد وزمانہ میں قیامت تک امت کی وہ سنیں گے اور آج بھی سنتے ہیں۔ ایمان چاہئے، یقین چاہئے۔ حیات النبی ﷺ کا عقیدہ راسخ چاہئے۔ اگر حضور خاتم النبیین ﷺ زندہ نہ ہوتے (معاذ اللہ) تو دروازہ کیسے کھلتا؟ صحابہ نے تو مخاطب خاتم النبیین ﷺ کو ہی کیا تھا، نہ کہ کسی اور کو؟ معلوم ہوا ہمارے خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں اور اسی جسم اطہر کے ساتھ اپنے روضہ میں جس کو اللہ تعالیٰ نے جنت کا ٹکڑا بنا دیا ہے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے حیات طیبہ سے اخذ فیض کی ہمیں توفیق بخشے اور ان کے فیض نبوت ورحمت سے ہمارے قلوب کو منور فرما دے۔ آمین!

حاصل کلام ہمارے حضرت ﷺ زندہ ہیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں رکھنا چاہئے، نہ ہی شک کرنا چاہئے۔ یہی حضور خاتم النبیین ﷺ کی خاتمیت رسالت ونبوت کی ابدیت وحتمیت اور قطعیت کا حق ہے اور اسی عقیدہ حیات کے تحت میرا ایمان ہے قیامت میں شفاعت ہے۔

حیات النبی ﷺ پر قرآن مجید سے نویں دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات: ۲) '' اے ایمان والو، اپنی آوازیں نبی (خاتم النبیین ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل حیات النبی کا احترام

بخاری شریف میں کتاب الصلوۃ، باب رفع الصوت في المسجد میں ہے: ''عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ صَوْتَ رَجُلَيْنِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَدِ ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَجَاءَ فَقَالَ أَتَدْرِيَانِ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ ثُمَّ قَالَ: مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ قَالَ: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ۔ فَقَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَأَوْجَعْتُكُمَا ضَرْباً۔'' (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۷۴۳)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک روز مسجد نبوی ﷺ میں دو آدمی کی بلند آواز سنی تو ان کے پاس آئے اور پوچھا تم کو کچھ معلوم بھی ہے کہ تم کس محترم ومکرم جگہ میں ہو؟ پھر تم دونوں کہاں کے ہو؟ ان دونوں نے جواب میں عرض کیا ہم طائف کے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم مدینہ منورہ کے باسی در ہائشی ہوتے تو میں تم کو مار کر سزا دیتا۔ افسوس اور صد افسوس کہ تم مسجد نبوی میں حضور اقدس ﷺ کی موجودگی میں اپنے آوازیں بلند کر رہے ہو۔

آیت سے حیات النبی پر استدلال

اس حدیث سے علماء امت نے یہ حکم اخذ کیا ہے کہ جیسے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا احترام حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیات مبارکہ میں تھا اسی طرح کا احترام وتوقیر اب بھی لازم ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۴۸۷)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے کہ مرتے دم تک آپ ﷺ سے میں اس طرح بولوں گا جیسے کوئی سرگوشی کرتا ہے۔ (درمنثور من بیہقی، معارف)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔ (معارف)

قاضی ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: '' قاضی ابوبکر ابن عربی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور ادب آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا دنیوی حیات میں تھا۔ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ادب واحترام کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور ان کے سامنے آواز بلند کرنا آیت کی وعید میں داخل ہے۔''

حیات النبی ﷺ پر قرآن مجید سے دسویں دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب: ۵۶)“ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو، تم بھی ان پر (ﷺ) پر درود پڑھو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

آیت مذکورہ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پر، اللہ رب العزت اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کسی غیر حیاتی پر درود بھیجتے ہیں۔ استغفر اللہ!

ہر مسلمان اپنی نماز کی التحیات میں ”اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ کے ذریعہ اعلان کرتا ہے کہ زندہ امت کا حالت نماز کا سلام نبی اعظم واکرم جن کو اعلیٰ واکمل حیات حاصل ہے پیش کرتا ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحب فتح الملہم رحمۃ اللہ علیہ کی حیات پر دلیل

القول البدیع میں علامہ سخاوی اور فتح الملہم میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے اور المہند میں اکابر علماء دیو بند نے حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات کو تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ عقیدہ بتلایا ہے اور کھول کر واضح طور پر نبی ﷺ کو قبر شریف میں زندہ مانا ہے اور اس کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ قبر شریف کے قریب جو حضرت خاتم النبیین ﷺ کو سلام عرض کرتا ہے آپ ﷺ سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں اور اسی کو عقیدہ اہل السنت والجماعت کا بتایا گیا ہے اور کیوں نہ ہو کہ ہمارا عقیدہ ہے۔ ”نَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ“

اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ آج بھی زندہ ہیں۔ اسی لئے امت اپنا ربط و تعلق درود و سلام کے ذریعے خاتم النبیین ﷺ سے رکھے ہوئے ہے اور امت کو درود شریف کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تم جب میرے قریب پڑھو گے تو میں خود سنوں گا اور اس کا جواب دوں گا اور دور سے پڑھو گے تو مجھے فوراً پہنچا دیا جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ جب آپ ﷺ دنیا میں رونق افروز ہیں تو ہم قرب سے مشرف ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں، مگر وہ جو دور ہیں، یا جب آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو پھر یہ مبارک اور ضروری ربط و تعلق اور جوڑ کس طرح رہ سکے گا؟

خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ”میری روح کی طرح میرا جسم و بدن بھی قبر میں سلامت رہے گا۔ تمہارا صلاۃ و سلام نہ صرف میری روح سنے گی بلکہ یہ مبارک کان بھی سنیں گے اور جس طرح تم اس دنیا میں میرے جواب کا شرف حاصل کرتے ہو میرے اس دنیا سے بہترین زندگی کی طرف چلے جانے کے بعد بھی سلام کے جواب سے مشرف ہوتے رہو گے۔“

چنانچہ بفضلہ تعالیٰ وکرمہ چودہ سو کتالیس سال سے یہ سلسلہ ربط و تعلق اور سعادت مند امت کا قائم ہے اور قائم و دائم رہے گا، جس پر امت کا عمل تواتر و توارث کے ساتھ قائم ہے یہ سب حیات اور پختہ حیات کی دلیل ہے۔

حیات النبی ﷺ پر احادیث مبارکہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا:

(۱) ”عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَتَيْتُ وَفِيْ رِوَايَةِ هَدَّابٍ مَرَرْتُ عَلٰى

مُوسى لَيلَة أسري بي عند الكثيب الأحمرِ وهو قائم يصلي في قبره'' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا جس رات مجھے معراج کا سفر کرایا گیا تو میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سرخ ٹیلے کے قریب ان کی قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل موسیٰ علیہ السلام ج ۲ ص ۲۶۸ مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۸)

فائدہ: اس صحیح حدیث سے حیات انبیاء علیہم السلام پر واضح دلیل فراہم ہوتی ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوکر اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور حالت نماز میں کھڑا ہونے سے بدن اور حیات دونوں کا ثبوت ملتا ہے، تنہا روح کے لئے کھڑا ہونا بیٹھنا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جسم و بدن کے ساتھ حیات ہیں، جبھی تو حیات والے اعمال میں مشغول ہیں۔

حضرت ابراہیم وعیسیٰ علیہما السلام کو دیکھا:

(۲)''قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: قَدْ رَأَيْتَنِيْ فِيْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِذَا مُوسَى قَائِمٌ يُصَلِّيْ، فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَإِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ، أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ يَشْبَهُهَا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ الثَّقَفِيْ وَإِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَائِمٌ، أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهُ'' جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت میں دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے ہیں، میں نے دیکھا کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام بھی نماز پڑھ رہے ہیں، آپ شکل وشباہت میں عروہ ابن مسعود ثقفی صحابی کے مشابہ ہیں۔ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا کہ وہ بھی کھڑے ہیں اور میرے مشابہ ہیں۔ (اکمال شرح مسلم ج ۶ ص ۱۶۸)

اس حدیث کی شرح میں فرمایا گیا ہے:''أَمَّا الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَحْيَاءٌ بِالْحَيٰوةِ الْحَقِيْقِيَّةِ بِدَلِيْلِ صَلَاةِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ قَبْرِهِ وَصَلٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ بِهِمْ فِيْ لَيْلَةِ الْإِسْرَاءِ أَوْ لِقَاءِهِ بِهِمْ وَنَصَّ عَلٰى حَيَاتِهِمْ ابْن عطيه و القضاعي'' (اکمال شرح مسلم ج ۶ ص ۱۶۸ بحوالہ رحمت کائنات قاضی محمد زاہد الحسینی رحمہ اللہ)

انبیاء علیہم السلام حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں جس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اور خود سید دو عالم ﷺ کا انبیاء علیہم السلام کو شب معراج نماز پڑھانا اور ان کے ساتھ ملاقات فرمانا ہے۔ ابن عطیہ اور قضاعی نے بھی انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح فرمائی ہے۔

حضرت یونس وموسیٰ علیہما السلام کو دیکھا:

(۳)''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ، فَقَالَ: أَيُّ وَادٍ هٰذَا؟ قَالُوْا وَادِي الْأَزْرَقِ، قَالَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى مُوسَى فَذَكَرَ مِنْ لَوْنِهِ وَشَعْرِهِ شَيْئًا وَاضِعًا إِصْبَعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ لَهُ جُؤَارٌ إِلَى اللهِ بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِيْ، قَالَ: ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى ثَنِيَّةٍ، قَالَ: أَيُّ ثَنِيَّةٍ هٰذَا؟ قَالُوْا هَرْشٰى أَوْ لِفْتٌ، فَقَالَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى يُوْنُسَ عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ وَخِطَامُ نَاقَتِهِ خُلْبَةٌ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِيْ مُلَبِّيًا'' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کر رہے تھے، اس وقت آپ ﷺ نے پوچھا اس وادی کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ وادی ازرق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا گویا میں اپنی آنکھوں سے یہاں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ فرما کر حضور خاتم

النّبیین ﷺ نے ان کا رنگ اور بالوں کا کچھ نقشہ بیان فرمایا کہ وہ اپنی انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں دیئے ہوئے ہیں اور اپنے رب کے نام کا تلبیہ زور زور سے پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ راوی بیان کرتا ہے پھر ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ایک گھاٹی اور آئی حضور خاتم النّبیین ﷺ نے پوچھا اس گھاٹی کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ ''ہرشیٰ'' ہے، یا ''لفت'' کہا۔ حضور خاتم النّبیین ﷺ نے فرمایا گویا میں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ یونس علیہ السلام ایک سُرخ اونٹنی پر ہیں ان کا جُبّہ اُون کا ہے اور اس اونٹنی کی مہار درخت کی چھال کی ہے۔ وہ تلبیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ (رواہ مسلم، ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۲)

''عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: حج رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما أتى وادي عسفان، قال: يا أبا بكر أي وادٍ هذا؟ قال هذا وادي عسفان، قال لقد مر بهذا الوادي نوح وهود وإبراهيم على بكرات لهم حمر خطمهم الليف، أزرهم العباء، وأرديتهم النمار يحجون البيت العتيق۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النّبیین ﷺ نے حج کیا جب حضور خاتم النّبیین ﷺ وادی عُسفان میں پہنچے تو فرمایا ابوبکر اس وادی کا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اس وادی کا نام وادی عُسفان ہے، حضور خاتم النّبیین ﷺ نے فرمایا اس وادی سے حضرت نوح، ھود اور حضرت ابراہیم علیہم السلام گزرے جو سرخ اونٹوں پر سوار تھے اور ان کی مہاریں کھجور کی چھال کی، ان کی لنگیاں، اَعباء اور ان کی چادریں اون کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے قدیم بیت کا طواف کرنے جارہے تھے۔ (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۴، ابویعلی۔ مسند احمد، طبرانی)

حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ان احادیثِ صحیحہ سے یہ اندازہ کرلینا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی شانِ رفیع کیا ہوتی ہے، ان کی موت کیا عام بشر ہی کی موت کی طرح ہے یا جس طرح وہ بحالتِ حیات حج ونماز میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ اپنی وفات کے بعد بھی ان میں مشغول رہتے ہیں۔ پھر یہ ظاہر ہے کہ یہ بالکل بیداری کا ایک مشاہدہ تھا اور اسی حالت میں آنحضرت ﷺ نے ان مبارک ہستیوں کو دیکھا تھا۔ لہٰذا یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا بحالتِ بیداری بھی مشاہدہ ہوسکتا ہے اس بناء پر اگر اولیاء کرام اپنی بیداری کی حالت میں آنحضرت ﷺ کا مشاہدہ نقل کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس کا انکار کردیں۔'' (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۲)

خاتم النّبیین ﷺ نے حیات انبیاء کا مشاہدہ بیان فرمایا

(۱) حضرت خاتم النّبیین ﷺ کو حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، یونس، ہود، صالح علیہم السلام کا چشم دید مشاہدہ ہوا۔

(۲) اور حالتِ بیداری کا یہ سب مشاہدہ ہے خواب یا دوسری چیز نہیں۔

(۳) حضور خاتم النّبیین ﷺ نے اپنے مشاہدہ میں ان مقدس حضرات میں سے اُن کا رنگ وروپ اور بال مبارک کی بھی کیفیت سے باخبر کیا اور مزید یہ بھی آگاہ کردیا کہ وہ اپنی انگلیوں کو کان میں دئے ہوئے تھے اور زبانِ مبارک سے تلبیہ گنگنا رہے تھے اور جس اونٹنی پر سوار تھے اس کا رنگ سُرخ تھا اور اُن کے جسم پر اُون کا جُبّہ تھا اور اونٹنی کی مہار درخت کی چھال کی ہے۔ یہ تمام کی تمام صفات حیات اور زندگی کی ہیں۔

روح کو نہ سواری درکار ہے نہ ہی اونی لباس چاہئے نہ ہی وادی سے گزرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی سواری کو مہار لگانے کی حاجت۔ اتنی واضح روایت ہے حیات انبیاء کی پھر بھی نہ معلوم لوگوں کو شک وشبہ کیوں ہوتا ہے۔

اگر ان حضرات انبیاء کی حیات جسم کے ساتھ نہ ہوتی تو جسم مبارک پر جُبّہ اور اونی جُبّہ اور عبایا کی کیا ضرورت تھی زیب تن کرنے کی۔ کیونکہ لباس روح کو تقوی کی ملے گی۔ معلوم ہوا حیات انبیاء برحق اور حق ہی حق ہے جیسا کہ روایت سے بخوبی واضح ہے۔

(۴) گویا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے تمام انبیاء کو انہیں جسد اطہر کے ساتھ دیکھا جو دنیا میں تھا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حیات سے مطلوب ومقصود جو اعمالِ تقرب الی اللہ ہیں، انبیاء علیہم السلام انہیں اعمال میں مشغول ومنہمک بھی ہیں۔ جس کا مشاہدہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کو کرایا گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے خاتم النبیین ﷺ نے بیان کر کے حیات انبیاء کا مشاہداتی نقشہ پیش فرمادیا۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی انیق تحقیق

محدث کبیر حضرت انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان احادیث میں صرف روح کی حیات بتانا مقصود نہیں ہے کہ اس کو بھی جانتے ہیں، بلکہ افعال حیات کو ثابت کرنا ہے کہ اجساد انبیاء برزخ میں بھی عبادات واعمال صالحہ میں مشغول رہتے ہیں، جس طرح وہ اپنی حیات میں روزہ، حج وغیرہ میں مشغول رہتے تھے۔ (انوار الباری ج ۱۸ ص ۳۰۲، عقیدۃ الاسلام ۲۱)

حضرت ہارون وادریس علیہما السلام سے ملاقات

(۴) ''وَفِي الصَّحِيحِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى بِالْمُرْسَلِينَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ رَكْعَتَيْنِ، وَأَنَّهُ سَلَّمَ عَلَى هَارُونَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَعَا لَهُ بِالرَّحْمَةِ وَلِأُمَّتِهِ، وَأَنَّهُ سَلَّمَ عَلَى إِدْرِيسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَعَا لَهُ بِالرَّحْمَةِ وَلِأُمَّتِهِ''

(الدررۃ الفاخرۃ از امام سیوطی ۱۶، بحوالہ رحمت کائنات ص ۲۱۴)

صحیح حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے شب اسراء (بیت المقدس میں) سب انبیاء علیہم السلام کو دو رکعت نماز پڑھائی اور حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سلام کیا، انہوں نے آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کی امت کے لئے رحمت کی دعا کی۔ (رحمت کائنات ص ۲۱۴)

انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں

(۵) ''عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ۳۴۲۵)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی شرح کی: ''فَإِنَّ حَقِيقَةَ الصَّلٰوةِ وَهِيَ الْإِتْيَانُ بِالْأَفْعَالِ الْمُخْتَلِفَةِ إِنَّمَا تَكُونُ لِلْأَشْبَاحِ لَا لِلْأَرْوَاحِ'' نماز کی حقیقت یعنی حقیقی طور پر نماز کے اندر مختلف افعال کو بجالانا ہے اور یہ روح کا عمل نہیں بلکہ یہ کام نمازی کے جسم کے ساتھ خاص ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فی المعراج رقم ۵۸۶۶)

ہمارے حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہونے کے ساتھ امام الانبیاء بھی ہیں نہ کہ امام روح الانبیاء۔ شب معراج

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء علیہم السلام کے روح اور جسم دونوں کے امام بنے تھے جبھی تو آپ ﷺ کو امام الانبیاء کی خصوصیت کا مقام عطاء ہوا، ایسا نہیں ہے کہ بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی فقط ارواح نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں نماز ادا کی تھی بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام روح مع الجسد موجود تھے اور بنفس نفیس تمام انبیاء علیہم السلام نے نماز اپنی ارواح واجساد کے ساتھ ادا کیں۔

اسی لئے حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "حضور اکرم ﷺ کے اعزاز واکرام کے لئے انبیاء کرام کو مع اجساد عنصریہ کے مسجد اقصیٰ اور آسمانوں میں مدعو کیا گیا۔" وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ "

(سیرت المصطفیٰ ﷺ باب پنجم فصل دوم صفحہ ۲۶۷)

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "إنَّہ ﷺ حَيٌّ فِي قَبْرِہٖ وَرُوحُہٗ لَا تُفَارِقُہٗ لِمَا صَحَّ أَنَّ الْأَنْبِیَاءَ أَحْیَاءٌ فِي قُبُورِھِمْ" (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین ص ۲۸ تسکین ص ۲۲۱)

خاتم النبیین ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی روح آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: "وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِیْثِ أَنَّ الْأَنْبِیَاءَ أَحْیَاءٌ فِي قُبُورِھِمْ" بلاشبہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (رواہ المنذری وصححہ بیہقی، نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "إنَّ حَیَاتَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِي قَبْرِہٖ لَا یَعْقُبُھَا مَوْتٌ بَلْ یَسْتَمِرُّ حَیًّا وَالْأَنْبِیَاءُ أَحْیَاءٌ فِي قُبُورِھِمْ" (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲)

حضرت خاتم النبیین ﷺ کی قبر میں زندگی ایسی ہے جس پر پھر موت وارد نہیں ہوگی۔ بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (فتح الباری)

اسی عبارت میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حضور خاتم النبیین ﷺ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی قبروں میں زندگی وحیات صریح اور کھلے الفاظ میں بیان کردی ہے اور یہ بھی کھول کر واضح کردیا کہ قبر میں انبیاء علیہم السلام کی زندگی دائمی اور ابدی ہے جس پر موت طاری اور وارد نہیں ہوتی اور یہ برزخی حیات دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہے۔

حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فَمِنَ الْمُعْتَقَدِ الْمُعْتَمَدِ أَنَّہٗ ﷺ حَيٌّ فِي قَبْرِہٖ کَسَائِرِ الْأَنْبِیَاءِ فِي قُبُورِھِمْ وَھُمْ أَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَأَنَّ لِأَرْوَاحِھِمْ تَعَلُّقًا بِالْعَالَمِ الْعُلْوِيِّ وَالسُّفْلِيِّ کَمَا کَانُوْا فِي الْحَالِ الدُّنْیَوِيِّ فَھُمْ بِحَسَبِ الْقَلْبِ عَرْشِیُّوْنَ وَبِاعْتِبَارِ الْقَالَبِ فَرْشِیُّوْنَ" (شرح الشفاء ج ۲ ص ۱۴۲)

(ترجمہ) قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت خاتم الانبیاء ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور ان کی ارواح کا عالم علوی اور سفلی دونوں سے تعلق ہوتا ہے جیسا کہ دنیا میں تھا۔ سو وہ قلب کے لحاظ سے عرشی ہیں اور جسم کے اعتبار سے فرشی ہیں۔

علامہ ملاعلی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں حیات انبیاء علیہم السلام کو قابل اعتماد عقیدہ قرار دیا ہے اور یہ بھی تصریح ووضاحت کردی ہے کہ ان کے ارواح طیبہ کا تعلق جنت، اور ملاً اعلیٰ، رفیق اعلی اور علیین سے بھی قائم رہتا ہے اور عالم سفلی یعنی قبور میں ان کے اجسام مبارکہ سے بھی جس طرح کہ دنیا میں تھا۔ کہ وہ قلب کے اعتبار سے عرشی اور قالب کے لحاظ سے فرشی تھے۔

امام علی بن عبدالکافی السبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وإنما حياة الأنبياء أعلى و أكمل و أتم من الجميع لأنها للروح والجسد على الدوام على ما كان في الدنيا'' (شفاء السقام ص ۱۵۴)

حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات تو تمام سے اعلیٰ، اکمل اور اتم ہے، کیونکہ ان کی حیات جسم اور روح دونوں کو دوامی طور پر حاصل ہے جس طرح دنیا میں تھی۔ (تسکین الصدور ۲۳۲)

اس سلسلے میں بہت ہی سیدھی اور صاف شفاف بات ہے کہ: ''المَيتُ لايصلي'' میت نماز نہیں پڑھتی۔

جب روایت خود ہی وضاحت کر رہی ہے کہ: ''الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون''

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو پھر شک اور تردد کی ضرورت ہی نہیں باقی رہ جاتی ہے۔

علامہ سبکی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''فإنَّ الصَّلاةَ تستدعي جسدًا حيًا وكذلك الصفات المذكورة في الأنبياء ليلة الإسراء كلها صفات الأجساد ولا يلزم من كونها حياة حقيقية أن يكون الأبدان معها كما كانت في الدنيا من الإحتياج إلى الطعام والشراب والإمتناع عن النفوذ في الحجاب الكثيف وغير ذلك من صفات الأجسام التي نشاهدها بل يكون لها حكم آخر، فليس في العقل ما يمنع من إثبات الحياة الحقيقية لهم، وأما الإدراكات كالعلم والسماع فلا شك أن ذلك ثابت وسنذكر ثبوته لسائر الموتى فكيف بالأنبياء عليهم السلام'' (شفاء السقام ۱۴۳)

(ترجمہ) نماز جسم کو چاہتی ہے اور اسی طرح معراج کی رات حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جتنی صفات کا ذکر ہے۔ وہ تمام کی تمام اجسام کی صفات ہیں اور اس حیات کے حقیقی حیات ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس حیات کے ساتھ ابدان کو کھانے پینے کی ایسی ہی ضرورت وحاجت ہو جیسے دنیا میں تھی یا یہ کہ وہ کثیف پردہ میں نفوذ نہ کرسکیں اور اسی طرح انسان کی دیگر صفات جن کا ہم دنیا میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ان ابدان کا حکم دنیوی ابدان سے جدا اور الگ ہو، عقلاً اس میں کوئی امتناع نہیں کہ ان کے لئے حقیقی حیات ثابت ہو، رہے ادراکات مثلاً علم اور سماع وغیرہ تو اس کے ثبوت میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں، یہ تو تمام مردوں کے لئے ثابت ہے۔ پھر بھلا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت نہ ہوں گے۔ (تسکین الصدور ۲۳۳)

مذکورہ عبارت سے حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کی حقیقی اور جسمانی حیات پر روز روشن کی طرح بات واضح اور صاف ہوکر سامنے آتی ہے اور یہ بھی وضاحت ہوجاتی ہے کہ جسمانی حیات کو جس طرح دنیا میں کھانے پینے کی حاجت ہوتی ہے اس طرح قبر میں نہیں ہوتی۔ مگر حیات اکمل حاصل ہونے کی وجہ سے دنیاوی حیات کے مقابلے میں حضرات انبیاء علیہم السلام کو اعلیٰ ادراک اور علم وشعور حاصل ہے اور انہیں امور کی وجہ سے ان کو دنیوی اور جسمانی حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

علامہ سمہودی کے حوالے سے پہلے بھی نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں: ''وأما أدلة حياة الأنبياء فمقتضاها حياة الأبدان كحالة الدنيا مع الإستغناء عن الغذاء'' (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۷)

بہر کیف حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات کے دلائل کا مقتضی یہ ہے کہ حیات ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں تھی، مگر خوراک سے وہ مستغنی اور بے نیاز ہیں اس کی حاجت نہیں۔

امام علی بن عبدالکافی کے فرزندار جمند تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: ''عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الأنبياء أحياء في قبورهم يصلّون، فإذا ثبت أن نبينا ﷺ حي، فالحي لا بد من أن يكون إما عالما أو جاهلا، ولا يجوز أن يكون النبي صلى الله عليه وسلم جاهلا'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت محمد ﷺ زندہ ہیں تو زندگی کے لئے لازم ہے کہ یا تو وہ عالم و باخبر ہو یا بے علم و بے خبر ہو اور یہ بات کسی بھی اعتبار سے ہرگز جائز نہیں کہ ہمارے حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ (معاذ اللہ) بے علم و بے خبر ہوں۔ (معاذ اللہ) تو ضروری اور یقینی ہے کہ آپ ﷺ عالم اور باخبر ہوں۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۶ ص ۲۸۱، تسکین الصدور ۲۳۴)

حاصل یہ ہوا کہ ہمارے حضور خاتم النبیین ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ اور صفت علم و آگہی سے متصف ہیں اور اس کی شہادت تعداد و شمار سے زائد ہے اور آئندہ اوراق میں ان شاء اللہ آئے گی۔

ایک دوسرے مقام پر تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: ''لأن عندنا رسول الله ﷺ حي يحس ويعلم وتعرض عليه أعمال الأمة ويبلغ الصلاة والسلام على ما بينا'' (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۶ ص ۲۸۲)

ہمارے نزدیک رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ زندہ ہیں، حس و علم سے موصوف ہیں اور آپ ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں آپ ﷺ کو (دور سے پڑھنے والے کا) صلاۃ وسلام پہنچائے جاتے ہیں۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔

امت کے اعمال حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حياتي خير لكم تحدثون ونحدث لكم، ووفاتي خير لكم، تعرض علي أعمالكم فما رأيت من خير حمدت الله عليه، وما رأيت من شر استغفرت الله لكم'' (رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۶، السبکی فی شفاء السقام ۳۴، والعلامۃ داؤد بن سلیمان البغدادی فی المنحۃ الوہبیۃ ۱۵)

امت کے اعمال ہر روز حضور ﷺ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں آپ ﷺ اعمال خیر کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ (علامہ عثمانی)

مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ عقیدہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ چاہے جس کسی کو چاہے آپ ﷺ پر منکشف کر دیوے اور ملائکہ درود و سلام پہنچاتے ہیں اور اعمال امت کے بھی آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں تو درست ہے۔ (البراہین القاطعہ ص ۲۱۶، ۲۱۷)

اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں، اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آسکتے ہیں اور صلوۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمال امت آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف ہو جاتے ہیں، اس میں کوئی مخالف نہیں۔

مگر یہ کہ ہر جگہ محفل مولود ہیں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صورت وندا اور عرض وحالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں، بدون اعلام حق کے اس کو تسلیم نہیں کرتے اور یہ کہ سب اشیاء کا علم حق تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اس کو بھی قبول نہیں کرتے بلکہ جس قدر دیا جاتا ہے، اس قدر جانتے ہیں اور بس۔ (البراہین القاطعہ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

علامہ سید نورالدین علی بن احمد السمہودی الشافعی لکھتے ہیں: ''إنا لا نسلم أنه لا يستغفر بعد الموت لما سبق من حياته و من استغفار لأمته بعد الموت عند عرض أعمالهم عليه'' (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۱۱)

بے شک ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ آپ ﷺ وفات کے بعد استغفار نہیں کرتے، کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور جب امت کے اعمال آپ ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں تو آپ ﷺ ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

اس عبارت میں حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ کی جناب اقدس ﷺ میں امت کے اعمال پیش ہونے اور پھر رحمۃ للعالمین ﷺ کا امت کے لئے استغفار کرنے کی وضاحت ہے۔

علامہ قاضی شوکانی لکھتے ہیں: ''وقد ذهب جماعة من المحققين إلى أن رسول الله صلى الله عليه و اله و سلم حي بعد وفاته و أنه يسر بطاعات أمته'' (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴)

محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آنحضرت خاتم النبیین ﷺ وفات کے بعد زندہ کئے گئے ہیں اور حضور اقدس ﷺ امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں۔

علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی لکھتے ہیں: ''والحاصل أن حياة الأنبياء ثابتة بالإجماع'' (المنحۃ الوہبیۃ ۶)

حاصل یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بالاجماع ثابت ہے۔ (تسکین الصدور ۲۴۱)

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: ''حياة النبي ﷺ في قبره هو و سائر الأنبياء معلومة عندنا علما قطعيا لما قام عندنا من الأدلة في ذلك، و تواترت به الأخبار الدالة على ذلك''

(انباء الاذکیاء ص ۲، فتاوی سیوطی ج ۲ ص ۱۴۷)

حضرت خاتم النبیین ﷺ کی حیات اپنی قبر شریف میں اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات ہمارے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے، کیونکہ اس پر ہمارے نزدیک دلائل قائم ہیں اور تواتر کے ساتھ اخبار موجود ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں۔ (انباء الاذکیاء)

کیونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں رہا اور اس پر حدیث سے بھی صحیح ثبوت موجود ہے اور امت کے تمام طبقات میں اس کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لئے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''إن من جملة ما تواتر عن النبي ﷺ حياة الأنبياء في قبورهم''

(النظم المتناثر من الحدیث المتواتر، کذا فی شرح البوسنوی ص ۴، تسکین الصدور ص ۲۴۳)

یعنی جو چیزیں حضرت خاتم النبیین ﷺ سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

امت کے اعمال کی پیشی اجمالی ہوتی ہے نہ کہ تفصیلی

یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی جناب میں امت کے اعمال

اجمالی طور پر پیش ہوتے ہیں نہ کے تفصیلی۔ تاکہ بخاری شریف کی صحیح اور صریح حدیث کی مخالفت نہ ہو جس میں ہے کہ قیامت کے روز حضور ﷺ سے فرمایا جائے گا: ''اِنَّکَ لَا تَدرِیْ مَا أحدثوا بعدک'' کہ آپ ﷺ کو نہیں معلوم کہ آپ ﷺ کے رفیق اعلیٰ میں آنے کے بعد ان بدعتیوں نے کیا کیا باتیں گھڑی ہیں۔ اس لئے امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور ضرور ہوتے ہیں جیسے درود شریف وغیرہ مگر اجمالی ہوتے ہیں۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''إنہ عرض کعرض الأسماء علی الملائکۃ لا علم محیط الی أن قال فعلیہ إنک لا تدری ما أحدثوا بعدک مع عرض الأعمال علیہ ﷺ۔'' یہ عرض (صرف اجمالی ہے) جس طرح کہ چیزوں کے نام فرشتوں پر پیش کئے گئے تھے۔ اس سے علم محیط مراد نہیں۔ (پھر آگے لکھتے ہیں) سو اس کی دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دن حضور خاتم النبیین ﷺ سے فرمایا جائے گا کہ آپ ﷺ کو نہیں معلوم کہ آپ ﷺ کے بعد ان بدعتیوں نے کیا کیا بدعات گھڑی ہیں، حالانکہ آپ ﷺ پر اعمال پیش ہوتے رہے۔

(فہرست عقیدۃ الاسلام ص ۱۱، تسکین الصدور ص ۲۳۶)

اس مذکورہ عبارت سے بخوبی یہ بات واضح ہوگئی کہ ہمارے حضور خاتم النبیین ﷺ پر امت کے اعمال اجمالی طور پر پیش ہوتے ہیں نہ کہ تفصیلی۔ تاکہ بخاری کی صحیح اور صریح روایت اور مذکورہ روایت کا مفہوم واضح ہو جائے اور دونوں کا مفہوم الگ الگ ہے اور اسی بات کو دوسرے لوگوں نے بھی کہا ہے۔

امام تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۱ھ فرماتے ہیں: ''لِأنَّ عِندَنا رَسُولَ اللهِ ﷺ حيٌ يحسّ ويعلم وتعرض عليه أعمالُ الأمّة ويبلّغ الصّلاة والسّلامَ'' (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۲)

یقیناً ہمارے نزدیک حضور خاتم النبیین ﷺ زندہ ہیں، حس رکھتے ہیں اور جانتے ہیں اور خاتم النبیین ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور صلوۃ وسلام خاتم النبیین ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔ (تسکین الصدور ص ۲۳۷)

امت کے طاعات سے رحمت عالم ﷺ کو مسرت ہوتی ہے

اور یہ بات بھی علامہ قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے آگاہ رہنی چاہئے کہ حضور ﷺ امت کے اعمال صالحہ سے مطلع ہو کر خوش ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِيْنَ إِلَى أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ حيٌ بعد وفاته وأنّه يُسَرُّ بطاعات أُمّتِهِ'' (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۴۶)

محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپ ﷺ وفات کے بعد زندہ کئے گئے ہیں اور حضور خاتم النبیین ﷺ امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں۔ (نیل الاوطار)

الغرض امت کے اعمال حضرت خاتم النبیین ﷺ کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور یہ ایک قابل تسلیم حقیقت ہے اہل سنت والجماعت کے یہاں جیسا کہ اوپر کے بیان سے واضح اور ثابت ہوگیا ہے۔

عام مُردوں پر بھی اعمال پیش ہوتے ہیں

یہ بھی اہل حق کے نزدیک تسلیم کیا گیا ہے کہ جملہ اموات پر بھی بعض اعمال پیش کئے جاتے ہیں اگر وہ اعمال اچھے ہوں تو اس پر مردے خوش ہوتے ہیں، برے ہوں تو ان کو رنج ہوتا ہے اور برائی تو ہے ہی رنج کی چیز

اور پھر وہ شخص جو عالم آخرت کی پہلی منزل برزخ میں پہنچ چکا ہے اپنے اولاد کے برے اعمال سے اس کو رنجیدہ ہونا ہی چاہئے۔ اللہ ہماری اولاد کو زمرہ صلحاء میں داخل فرمائے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ بدرالدین عینی کی بھی یہی رائے ہے۔

امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۰۵ھ نقل کرتے ہیں: ''وقال النعمان بن بشير رضي الله عنه سمعت رسول الله ﷺ على المنبر يقول: ألا فإنه لم يبق من الدنيا إلا مثل الذباب يمور في جوها فالله الله في إخوانكم من أهل القبور فإن أعمالكم تعرض عليهم''

''وقال أبو هريرة رضي الله عنه قال النبي ﷺ: لا تفضحوا أمواتكم بسيئات أعمالكم فإنها تعرض على أوليائكم من أهل القبور'' حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے منبر پر رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ خبردار دنیا اتنی ہی باقی ہے جتنی (تھوڑی دیر) تک فضا میں مکھی حرکت کرتی ہے سو تم قبر میں دفن ہونے والے اپنے بھائیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تمہارے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے برے اعمال سے اپنے مردوں کو رسوا مت کرو، تمہارے اعمال تمہارے رشتے داروں پر قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۱۲، تسکین الصدور ص ۲۳۹)

اس سے یہ بات بہت ہی صاف اور واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ زندوں کے برے اعمال سے ان کے اعزہ واقارب اور رشتہ دار مردوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

اب ذرا غور کریں کہ جب زندہ رشتے داروں کے برے اعمال سے مردوں کو تکلیف ہوتی ہے تو پھر ہمارے اور عالم کے ہادی رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی، جب کہ آپ شاہد ہیں نص قطعی سے اور فرشتے امت کے اجمالی اعمال پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رشد و ہدایت پر استقامت عطاء کرے۔ حضرت ﷺ کی مسرت وطمانیت اور ہر طرح کی آنکھ کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

سید الطائفہ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد السہروردی المتوفی ۶۳۲ھ تحریر فرماتے ہیں: ''وقد ورد في الخبر عن النبي ﷺ تعرض الأعمال يوم الإثنين والخميس على الله وتعرض على الأنبياء والآباء والأمهات يوم الجمعة فيفرحون بحسناتهم وتزداد وجوههم بياضا وإشراقا فاتقوا الله ولا تؤذوا أمواتكم. وفي خبر آخر إن أعمالكم تعرض على عشائركم وأقاربكم من الموتى فإن كان حسنا استبشروا وإن كان غير ذلك قالوا اللهم لا تمتهم حتى تهديهم كما هديتنا'' (عوارف المعارف علی ہامش الاحیاء ج ۴ ص ۱۵۳)

حضور خاتم النبیین ﷺ سے حدیث وارد ہوئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا پیر اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور جمعہ کے روز حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور باپ داداؤں اور ماؤں پر پیش کئے جاتے ہیں، وہ نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں، اور ان کے چہرے سفید اور چمکدار ہو جاتے ہیں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اپنے مردوں کو اذیت مت دو۔

اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے مردہ رشتہ داروں اور اقارب پر پیش کیے جاتے ہیں، اگر وہ عمل اچھے ہوتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ اعمال برے ہوتے ہیں تو وہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ان کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک تو ان کو ہماری طرح ہدایت نہ دے دے۔

(عوارف المعارف علی ہامش الاحیاء ج ۴ ص ۱۵۳)

یہ روایت قدرے اختلاف کے ساتھ فیض القدیر ج ۳ ص ۰ ۳۳ رقم ۳۳۱۶، السراج المنیر ج ۲ ص ۱۶۵، زرقانی شرح المواہب ج ۵ ص ۳۳۷، حکیم ترمذی کے حوالے سے شرح الصدور ص ۱۱۰، مائۃ مسائل ص ۳۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۵، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۲۸، ابوداؤد الطیالسی ص ۲۴۸، فیض القدیر رقم ۲۲۰۸، ۲۲۰۹ اور فتاوی محمودیہ جلد ۹ میں تفصیل کے ساتھ تمام شکوک وشبہات کا جواب دیا گیا ہے۔ اہل ذوق مراجعت کرلیں ورنہ بقدر ضرورت پر کفایت کرلیں۔ مزید علمی سیرابی کے لئے۔ شرح الصدور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اور کتاب الروح علامہ ابن قیم تلمیذ خاص امام ابن تیمیہ کی اور التذکرۃ امام قرطبی کی، بہت ہی اہم اور نادر معلومات کا مجموعہ ہے۔ واللہ اعلم!

تواتر کے اقسام

اہل علم جانتے ہیں کہ تواتر کے کئی اقسام ہیں۔ تواتر لفظی، تواتر معنوی، تواتر طبقہ اور تواتر توارث وغیرہ۔

گو اس حدیث کے الفاظ اور اسناد متواتر نہیں، لیکن تواتر طبقہ اور تواتر توارث کا درجہ اس کو حاصل ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ تحریر فرماتے ہیں: ”قَدْ صَحَّتِ الْأَحَادِيْثُ أَنَّهُ ﷺ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ يُصَلِّيْ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ“ (منح المنہ ۹۲)

محدث علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”إِنَّ كَثِيْرًا مِنَ الْأَعْمَالِ قَدْ ثَبَتَتْ فِي الْقُبُوْرِ كَالْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ عِنْدَ الدَّارِمِيِّ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عِنْدَ التِّرْمِذِيِّ“ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۳)

قبروں میں بہت سے اعمال کا ثبوت ملتا ہے جیسے اذان واقامت کا ثبوت دارمی کی روایت میں قرأت قرآن کا ترمذی کی روایت میں۔

علامہ عثمانی لکھتے ہیں: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَيٌّ كَمَا تَقَرَّرَ وَأَنَّهُ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ“ (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹)

پہلے صحیح روایت سے واضح کیا جا چکا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور منفرد کی کامل نماز تو وہی ہوتی ہے جو اذان واقامت سے ہو۔ لہٰذا اذان واقامت خود نماز میں شامل ہیں، کتب فقہ میں منفرد کے لئے بھی اذان واقامت کا ثبوت موجود ہے۔

علامہ ابوالوفاء علی بن محمد ابن عقیل الحنبلی المتوفی ۵۱۳ھ لکھتے ہیں: ”قَالَ ابْنُ عَقِيْلٍ مِنَ الْحَنَابِلَةِ: وَهُوَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ يُصَلِّيْ“ علامہ ابن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (الروضۃ البہیۃ ص ۱۴)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”وَمِمَّا هُوَ مُقَرَّرٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ أَنَّهُ ﷺ حَيٌّ يُرْزَقُ مُمَتَّعٌ بِجَمِيْعِ الْمَلَاذِّ وَالْعِبَادَاتِ غَيْرَ أَنَّهُ حُجِبَ عَنْ أَبْصَارِ الْقَاصِرِيْنَ عَنْ شَرِيْفِ الْمَقَامَاتِ“ محققین

کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ زندہ ہیں، آپ ﷺ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ تمام لذتوں اور عبادتوں سے متمتع ہیں، مگر ان نگاہوں سے اوجھل ہیں جو حضرت خاتم النبیین ﷺ کے اعلیٰ و بلند مقامات تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ (نور الایضاح ص ۱۷۷)

اس عبارت میں محققین کا مسلک بتلایا گیا ہے کہ حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں، رزق دیا جاتا ہے اور عبادات کے ذریعے لذت حاصل کرتے ہیں، مگر یہ رزق دنیوی نہیں بلکہ عالم غیب کا جیسا کہ اس عالم کے مناسب بھی ہے اور اس پر پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ہر عالم کا رزق الگ الگ ہے اور احوال بھی جدا جدا۔ ہر چیز کو دنیاوی چیزوں سے مقابلہ نہ کریں۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں: ”وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ إِلَى أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَأَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّتِهِ“ محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ ﷺ امت کے طاعات سے خوش ہوتے ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۴۶، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۲، اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰)

امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی لکھتے ہیں: ”نَحْنُ نُؤْمِنُ وَنُصَدِّقُ بِأَنَّهُ ﷺ حَيٌّ يُرْزَقُ فِي قَبْرِهِ وَأَنَّ جَسَدَهُ الشَّرِيفَ لَا تَأْكُلُهُ الْأَرْضُ وَالْإِجْمَاعُ عَلَى هٰذَا“ ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کو رزق ملتا ہے اور آپ ﷺ کے جسم اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی، اور اسی پر اجماع منعقد ہے۔ (القول البدیع ص ۱۲۵)

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری تحریر فرماتے ہیں: ”وَالْأَحْسَنُ أَنْ يُقَالَ: إِنَّ حَيَاتَهُ ﷺ لَا يَعْقُبُهَا مَوْتٌ بَلْ يَسْتَمِرُّ حَيًّا، وَالْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ“ بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی بلکہ دوامی حیات آپ ﷺ کو حاصل ہے اور باقی انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (ہوامش بخاری ج ۱ ص ۵۱۷)

حیات النبی پر چھٹی حدیث سے دلیل

(۶) ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَى رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا نہیں کہ کوئی شخص جو مجھ کو سلام کہتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور ج ۱ ص ۲۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷)

سعید ابن مسیب کا واقعہ

”رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْتُونَكَ أَيْ لِلزِّيَارَةِ فَيُسَلِّمُونَ عَلَيْكَ أَتَفْقَهُ سَلَامَهُمْ؟ أَيْ أَتَعْرِفُ كَلَامَهُمْ وَتَدْرِي مَرَامَهُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ وَأَرُدُّ عَلَيْهِمْ، أَيْ سَلَامَهُمْ وَأَقْضِي مَرَامَهُمْ“ میں نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں کی ایک جماعت حضرت حضرت اقدس ﷺ کی جناب میں زیارت کی غرض سے آتی ہے اور وہ لوگ حضور اقدس ﷺ

کو سلام کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کے سلام کو سمجھتے ہیں اور سنتے ہیں؟ یعنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس نے سلام کیا ہے؟ اور سلام کرنے والے کی غرض آپ ﷺ کے جواب سے سلامتی لینا ہے؟ تو آقا خاتم النبیین ﷺ نے تشفی بخش جواب عنایت فرمایا۔ ہاں! ضرور میں سلام کا جواب ان کو دیتا ہوں۔

(شرح الشفاء ملاعلی قاری ج ۲ ص ۱۴۵، ابن ابی الدنیا والبیہقی فی حیاۃ الانبیاء وفی شعب الایمان)

علامہ انور شاہ کشمیری کے نزدیک، اللہ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے، کا معنی کیا ہے؟

جب کوئی شخص حضور خاتم النبیین ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ﷺ کی روح پہلے سے حیات نہ تھی اور درود شریف پڑھنے پر قبر مبارک میں آپ کو زندگی دی گئی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ پہلے آپ کی توجہ ملأ اعلیٰ اور حضرت ربوبیت کی طرف تھی، جب کسی نے درود شریف پڑھا ادھر سے توجہ مبارکہ ادھر ہوگئی۔ پس آپ ﷺ دونوں حالتوں میں حیات سے مشرف رہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے لئے کسی وقت بھی تعطل نہیں ہے۔ پھر حیات کے مراتب لامحدود ہیں اور سب سے اعلیٰ واتم، واکمل حیات نبویہ ہے۔ عَلَی صَاحِبِهَا أَلْفَ أَلْفَ تَحِيَّاتٍ مبارَکَۃٍ۔ ان سے کم درجہ کی حیات صحابہ کرام کی ہے اور ان سے کم حیات اولیاء وصالحین وعام مؤمنین کی ہے۔ (انوار الباری ج ۱۹ ص ۲۰۳)

ردّ روح کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حیات میں شبہ نہ کیا جائے، کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت و جبروت میں مستغرق تھی۔ جس طرح دنیا میں نزول وحی کے وقت کی کیفیت ہوتی تھی۔ اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہوجاتا ہوں اسی کو رد روح سے تعبیر فرمایا۔ (نشر الطیب ۲۱۱ و ۲۱۲)

شیخ الاسلام وقطب الارشاد حضرت سید حسین احمد مدنی تحریر فرماتے ہیں: ''حاضری روضۂ مبارک کے وقت میں آنحضرت ﷺ کی روح پرفتوح کو وہاں جلوہ افروز سننے والی جاننے والی غایت جمال وجلال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہ عالم کے دربار کی حاضری خیال کی جائے اور جملہ طرق ادب کا لحاظ رکھا جائے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۳۱۲)

اور نیز فرماتے ہیں کہ آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین وشہداء کو حاصل ہے، بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ آپ ﷺ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانے میں کیا جاتا تھا بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہئے۔ محبوب حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ ﷺ ہی کے ذریعے اور وسیلہ سے ہوسکتی ہے۔ اسی وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج کے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہئے اور آپ ﷺ کے توسل سے نعمت قبولیت حج وعمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ (مکتوبات ج ۱ ص ۱۲۰)

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''مامِنْ أَحَدٍ يُسلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں۔ لیکن اتنی صحیح بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔''

اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ آپ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے روح ڈال دیتا ہے۔

اسی بناء پر اکثر شارحین نے ردّ روح کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے۔ پھر جب کوئی امتی سلام پیش کرتا ہے اور وہ فرشتے کے ذریعے یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ کے اذن سے آپ ﷺ کی روح اس طرف متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ بس اسی روحانی توجہ والتفات کو ردّ روح سے تعبیر کیا گیا۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۷۸)

اشکالات کے جواب

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ہر سلام کرنے والے کے سلام کے موقع پر ردّ روح اور عود روح یعنی روح کا لوٹانا علمی طور پر خاصا اشکال وارد ہوتا ہے کہ بار بار نزع روح اور عود روح تو اچھا، بھلا سوہان روح ہے جو سمجھ سے بالاتر ہے۔''

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان تمام اشکال کا جواب لکھتے ہیں: ''اس میں اشکال کی وجہ یہ ہے کہ روح کا جسم کی طرف عود اس کو چاہتا ہے کہ پہلے روح جسم سے الگ ہو اور یہی موت ہے۔ (حالانکہ آپ قبر مبارک میں مستمر طور پر زندہ ہیں) علماء نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں:

(۱) ایک یہ کہ آپ ﷺ کے دفن کے بعد ہی آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ کی طرف اللہ تعالیٰ نے لوٹا دی ہے، یہ نہیں کہ لوٹائی جاتی ہے پھر نکالی جاتی ہے پھر لوٹائی جاتی ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ ایسا ہی ہے لیکن یہ نزع موت کا سا نہیں بلکہ اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جس کے سپرد یہ (درود شریف پہنچانے کا) کام ہوتا ہے۔

(۴) چوتھا جواب یہ ہے کہ روح سے مراد مجازی طور پر نطق ہے اس کو اس طریقہ پر اس لئے تعبیر کیا تاکہ ہم سمجھ سکیں۔

(۵) پانچواں جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ ملأ اعلیٰ کے معاملات میں مستغرق رہتے ہیں، سو جب بھی کوئی شخص سلام کہتا ہے آپ کی توجہ اور فہم آپ کی طرف لوٹ آتا ہے، تاکہ آپ ﷺ کہنے والے کے سلام کا جواب دے سکیں اور اس حدیث میں ایک اور وجہ سے بھی اشکال وارد ہوا ہے وہ یہ کہ اس سے لازم آتا ہے آپ ﷺ کا سارا وقت سلام کا جواب لوٹانے میں ہی صرف ہو جائے گا، کیونکہ زمین کے بیشتر اطراف سے صلاۃ وسلام اس کثرت سے آپ ﷺ کو پہنچتا ہے جو احصاء وشمار سے باہر ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آخرت کے معاملات عقل سے نہیں پہچانے جاسکتے اور برزخ کے معاملات احوال آخرت سے مشابہ ہیں۔ واللہ اعلم!'' (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲، فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

(۱) ''وَأَجابَ الْبَيْهَقِيُّ بِما حاصِلُهُ أَنَّ الْمَعْنى إِلَّا وَقَدْ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي يَعْنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَقِبَ مَا دُفِنَ رَدَّ اللهُ عَلَيْهِ رُوحَهُ لِأَجْلِ سَلامِ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ، اسْتَمَرَّتْ فِي جَسَدِهِ ﷺ لا أَنَّها تُعادُ ثُمَّ تُنْزَعُ ثُمَّ تُعادُ''

امام بیہقی نے جو جواب دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ﷺ پر دفن کے بعد آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ کی طرف لوٹا دی ہے۔ تاکہ آپ ﷺ سلام کہنے والوں کے سلام کا جواب دیں اور پھر وہ روح آپ ﷺ کے جسد اطہر میں مستمر ہے نہ یہ کہ لوٹائی جاتی ہے پھر نکالی جاتی ہے اور پھر لوٹائی جاتی ہے۔

دوسرا جواب امام فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا: ''قَالَ الْفَاكِهَانِيُّ وَغَيْرُهُ أَنْ نَقُولَ الْمُرَادُ بِالرُّوحِ النُّطْقُ مَجَازًا فَكَأَنَّهُ ﷺ قَالَ إِلَّا رَدَّ اللهُ إِلَيَّ نُطْقِي وَهُوَ ﷺ حَيٌّ عَلَى الدَّوَامِ، لَكِنْ لَا يَلْزَمُ مِنْ حَيَاتِهِ النُّطْقُ فَاللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى يَرُدُّ عَلَيْهِ النُّطْقَ عِنْدَ سَلَامِ كُلِّ مُسْلِمٍ عَلَيْهِ''

امام فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ روح سے مجازاً نطق مراد ہے۔ پس گویا کہ آنحضرت خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری طرف میرا نطق لوٹا دیتا ہے اور حضور خاتم النبیین ﷺ اگرچہ دوامی طور پر زندہ ہیں لیکن حیات سے نطق لازم نہیں آتا۔ سو اللہ تعالیٰ ہر سلام کہنے والے کے سلام کے وقت نطق کی طاقت آپ ﷺ کو عطاء کر دیتا ہے۔

یعنی روح کے ردّ سے ردّ معنوی مراد ہے بایں طور کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک اِس جہان سے بے نیاز ہوکر درگاہِ الٰہی اور ملاء اعلی میں مشغول ہوتی ہے سو جب بھی کوئی شخص آپ ﷺ پر سلام کہتا ہے تو آپ ﷺ کی روح مبارک اِس جہان کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے تاکہ سلام کہنے والے کے سلام کا ادراک کر کے اس کا جواب دے سکیں۔

تیسرا جواب امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا: ''وَأَجَابَ السُّبْكِيُّ الْكَبِيرُ بِجَوَابٍ آخَرَ حَسَنٍ جِدًّا، فَقَالَ: يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ رَدًّا مَعْنَوِيًّا وَأَنْ تَكُونَ رُوحُهُ الشَّرِيفَةُ مُشْتَغِلَةً بِشُهُودِ الْحَضْرَةِ الْإِلٰهِيَّةِ وَالْمَلَإِ الْأَعْلَى عَنْ هٰذَا الْعَالَمِ، فَإِذَا سُلِّمَ عَلَيْهِ أَقْبَلَتْ رُوحُهُ الشَّرِيفَةُ عَلَى هٰذَا الْعَالَمِ لِيُدْرِكَ سَلَامَ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَيَرُدَّ عَلَيْهِ''

(القول البدیع ص ۱۲۷)

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور جواب دیا ہے جو بہت عمدہ ہے، وہ یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ روح کے رد سے رد معنوی مراد ہے۔ بایں طور کے حضرت ﷺ کی روح مبارک اس جہاں سے بے نیاز ہوکر درگاہ الٰہی اور ملاعلی میں مشغول ہوتی ہے، سو جب بھی کوئی شخص آپ ﷺ پر سلام کہتا ہے آپ کی روح مبارک اس جہاں کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے تاکہ سلام کہنے والے کے سلام کا ادراک کر کے اس کا جواب دے سکے۔

حافظ ابن الملقن تحریر فرماتے ہیں: ''اَلْمُرَادُ بِرَدِّ الرُّوحِ النُّطْقُ: لِأَنَّهُ ﷺ حَيٌّ فِي قَبْرِهٖ وَرُوحُهُ لَا تُفَارِقُهُ لِمَا صَحَّ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ'' (تحفۃ الذاکرین ص ۸۲ للشوکانی و دلیل الطالب ص ۸۴۳ لنواب صدیق حسن خان)

رد روح سے مراد نطق ہے کیونکہ حضرت خاتم النبیین ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح روایت میں آتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

علامہ عزیزی لکھتے ہیں: ''إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي أَيْ رَدَّ عَلَيَّ نُطْقِي لِأَنَّهُ حَيٌّ دَائِمًا وَرُوحُهُ لَا تُفَارِقُهُ، لِأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ'' (السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۸)

رد روح یعنی روح کے لوٹانے سے مراد نطق ہے، کیونکہ آپ دوامی طور پر زندہ ہیں، آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ سے الگ نہیں ہوتی، کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (السراج المنیر)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ جوابات دیئے ہیں:

ایک جواب یہ ہے: ”مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ قَبْلَ ذٰلِكَ وَأَرُدَّ عَلَيْهِ“

(انباہ الاذکیاء ص ۱۰)

معنی حدیث یوں ہے کہ کوئی شخص مجھ پر سلام نہیں کہتا مگر اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری روح اس سے پہلے ہی لوٹادی ہوتی ہے اور میں اس کے سلام کا جواب لوٹاتا ہوں۔

علامہ احمد بن محمد الخفاجی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ”فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّهُ ﷺ حَيٌّ حَيَاةً مُسْتَمِرَّةً، لِأَنَّ الْكَوْنَ لَا يَخْلُوْ مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِيْ كُلِّ لَحْظَةٍ، وَقَدْ ثَبَتَ بِالْأَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ أَنَّهُ ﷺ وَسَائِرَ الْأَنْبِيَاءِ أَحْيَاءٌ حَيَاةً حَقِيْقِيَّةً كَالشُّهَدَاءِ وَأَنْ كَانَ حَالُ الْبَرْزَخِ لَا يُقَاسُ عَلٰى حَالِ الدُّنْيَا“ (نسیم الریاض ۴۹۹)

اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ دوامی طور پر زندہ ہیں۔ کیونکہ کوئی علاقہ آنحضرت ﷺ پر ہر لحظہ سلام کہنے والوں سے خالی نہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ اور اسی طرح باقی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام شہداء کی طرح حقیقی طور پر زندہ ہیں۔ اگرچہ برزخ کی حالت کو دنیا کی حالت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی اگر کسی شخص کو برزخ کی زندگی سمجھ میں نہیں آتی اور وہ اس کو محسوس نہیں کرسکتا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ زندگی ہی ثابت نہیں ہے، کیونکہ برزخ کا معاملہ دنیا کے معاملہ سے الگ ہے۔ (تسکین الصدور ص ۳۰۵)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری فرماتے ہیں: ”اَلْمُرَادُ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقْتَ حُضُوْرِهٖ لِلزِّيَارَةِ، إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ، قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: نُطْقِيْ حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ أَيْ أَقُوْلُ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، قَالَ الْقَاضِيْ لَعَلَّ مَعْنَاهُ أَنَّ رُوْحَهُ الْمُقَدَّسَةَ فِيْ شَانٍ مَا فِي الْحَضْرَةِ الْإِلٰهِيَّةِ، فَإِذَا بَلَغَهُ سَلَامُ أَحَدٍ مِنَ الْأُمَّةِ رَدَّ اللهُ تَعَالٰى رُوْحَهُ الْمُطَهَّرَةَ مِنْ تِلْكَ الْحَالَةِ إِلٰى رَدِّ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ“ (بذل المجہود ج ۳ ص ۲۰۷، تسکین الصدور ص ۳۰۵)

اس سے مراد زیارت کے وقت قبر مبارک کے پاس سلام کہنا ہے۔ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ کا معنی حافظ ابن حجر یہ لکھتے ہیں کہ مجھے قوت گویائی دی جاتی ہے اور حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ کا معنی یہ ہے کہ میں کہوں گا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاید اس کا معنی یہ ہو کہ آپ ﷺ کی روح مقدس اللہ تعالیٰ کے جلال اور مشاہدہ کے نظارہ میں مشغول ہوتی ہے۔ پس جب آپ ﷺ کو امت میں سے کسی کا سلام پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی روح مبارک کو اس طرف سے سلام کہنے والے کے سلام کے جواب دینے کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ (بذل المجہود)

ایک شبہ اور اس کا جواب

ممکن ہے کسی کو شبہ ہو کہ ہوسکتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر میں حیات سے مراد روحانی حیات ہو۔ یعنی روح کی حیات اور اسی طرح ردّ سلام بھی صرف روح کی وساطت سے ہو۔ اس لئے اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ اور مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ والی حدیثیں جسمانی حیات پر دلیل نہیں بن سکتی اور محل نزاع تو یہ حیات ہے۔ (تسکین الصدور ص ۳۰۵)

جواب میں علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں: ”وَلَعَلَّ الْمُرَادَ بِحَدِيْثِ: اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ أَنَّهُمْ ابْقَوْا عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ وَلَمْ تُسْلَبْ عَنْهُمْ فَلَا يُرَدُّ أَنَّ الرُّوْحَ بِنَفْسِهٖ يَسْتَطِيْعُ الصَّلَاةَ وَرَدَّ السَّلَامِ،

فَكَيْفَ وُجِّهَ فِي الْحَدِيْثِ بَقَاءُ الْحَيَاةِ بِفِعْلِ الصَّلَاةِ وَ كَذَا رَدُّ السَّلَامِ بِرَدِّ الرُّوْحِ وَاللهُ أَعْلَمُ بِهٰذِهِ الْحَقَائِقِ "
(تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

اور شاید یہ کہ: "الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ " کی حدیث سے مراد یہ ہو کہ وہ اسی دنیوی حالت پر باقی رکھے گئے ہیں اور یہ حالت ان سے سلب نہیں کی گئی۔ پس یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ روح خود بھی تو نماز پڑھنے اور سلام کا جواب دینے پر قادر ہے، سو حدیث میں نماز کی ادائیگی اور اسی طرح رد سلام کے لئے زندگی کو رد روح کے ساتھ کیوں وابستہ کیا گیا ہے؟ اور ان حقائق کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر چہ نماز کا پڑھنا اور سلام کا سننا اور جواب دینا عقلی طور پر روح سے بھی متحقق ہو سکتا ہے۔ مگر "الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ " اور ردّ سلام کی حدیثوں سے روح کی نماز اور روح کا ردّ سلام نہیں، بلکہ وہ حیات مراد ہے جو دنیا میں تھی، جس میں جسم و روح دونوں کا تعلق تھا اور یہی حالت قبر میں بھی ہے اور پھر آگے تحریر فرماتے ہیں:

حیات سے مراد افعال و اعمال کا صادر ہونا ہے نہ کہ صرف بقاء روح

"وَالْأَحَادِيْثُ أَرَادَتْ أَفْعَالَ الْحَيَاةِ وَ أَعْمَالَهَا لَا لِإِبْقَاءِ الرُّوْحِ وَهُوَ قَوْلُهُ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ، وَأَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ، تَرِدُ فِيْ ذِكْرِ الْحَيَاةِ أَفْعَالِهَا لَا أَصْلِهَا أَوْ أَرَادَ مَعَ الْأَجْسَادِ فَإِنَّ أَجْسَادَهُمْ حُرِّمَتْ عَلَى الْأَرْضِ " (تحیۃ الاسلام ۳۶)

اور یہ احادیث بتلاتی ہیں کہ حیات سے ایسی حیات مراد ہے جس سے زندگی کے افعال و اعمال صادر ہوں صرف بقاء روح ہی مراد نہیں ہے۔

اور اسی سلسلے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: "فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ " اور یہ ارشاد بھی کہ: "الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ "

یہ حدیثیں حیات کے افعال کے ذکر میں بیان کی گئی ہیں، نفس حیات کے بیان کے لئے نہیں ذکر کی گئیں یا یہ مراد ہو کہ حیات اجسام کے ساتھ ہے، کیونکہ ان کے اجسام زمین پر حرام کر دیئے گئے ہیں۔ یعنی حیات سے مراد بقاء روح کی حیات نہیں بلکہ اعمال و افعال والی اور اجسام والی حیات مراد ہے۔

حیات النبی پر حدیث سے ساتویں دلیل

(۷) "عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ وَ فِيْهِ قُبِضَ وَ فِيْهِ النَّفْخَةُ وَ فِيْهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ، قَالَ: قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَ قَدْ اَرِمْتَ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ " حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ترین ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کی وفات ہوئی۔ اسی دن قیامت کا پہلا صور اور اسی دن آخری صور پھونکا جائے گا تو تم جمعہ کے دن میرے اوپر زیادہ درود

شریف پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے فوت ہو جانے کے بعد ہمارا درود آپ ﷺ پر کیسے پیش کیا جائے گا، جب کہ آپ ﷺ ریزہ ریزہ، مٹی مٹی ہو چکے ہوں گے؟ تو حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کو کھا سکے۔ یعنی زمین پر پابندی ہے اور زمین کو انبیاء علیہم السلام کے اس اجساد مبارکہ کھانے کی قدرت ہی نہیں۔ (ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ ج ۱ ص ۱۵۰، ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۳، ۱۰۶۶)

یہ حدیث صحیح سے چند امور بلا کسی تردد کے ایمان ویقین کا فائدہ دیتے ہیں:

(۱) حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ پر جس طرح زندگی میں درود شریف پیش ہوتا رہا خود ہمارے حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ بروز جمعہ مجھ پر درود شریف پیش کر کے ربط وتعلق زندگی والا تم بحال کرو اور درود شریف سے حیات والی برکت حاصل کرلو۔

(۲) اور جس طرح زندگی والا درود تمہارا پیش کیا جاتا تھا، اسی طرح جمعہ کے دن کا درود شریف مجھ پر پیش ہوتا رہے گا دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ: ''الأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ''

(۳) نبی یا رسول کا لفظ جب بھی بولا جاتا ہے تو اس سے مراد نہ صرف روح ہوتی ہے بلکہ روح اور جسم مبارک واطہر بھی مراد ہوتا ہے یعنی دونوں ہی ساتھ ساتھ درود وسلام میں یا تلاوت حدیث میں روایت میں یا جو بھی شریعت کا قانون حضور خاتم النبیین ﷺ کی جانب سے یا ان کی نسبت سے نقل کیا جائے اس سے ذات اقدس ابھی بھی مراد لی جاتی ہے۔ اس لئے حدیث میں صراحت کے ساتھ اور کھول کر امت کو حضور ﷺ نے ہدایت دی کہ: ''فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلوٰةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلوٰتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ'' کہ تم جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

یہاں مجھ پر سے مراد ذات اقدس ﷺ کی مکمل ہے نہ یہ کہ روح فقط، یا جسم فقط۔ جب بھی صلاۃ وسلام کہنے والا: ''اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ ﷺ'' کہتا ہے یا پڑھتا ہے تو حضور ﷺ کی مکمل ذات روح مع الجسد مراد ہوتی ہے۔ کہیں کسی روایت میں نہیں ہے کہ صرف روح پر درود پیش کیا جاتا ہے بغیر جسم کے۔

حاصل یہ کہ درود شریف کا آغاز یعنی پیش ہونا جسم اطہر اور روح مبارک دونوں سے وابستہ اور مربوط ہے۔ نہ تنہا روح، لفظ نبی سے اور نہ ہی فقط جسم بغیر روح کے لفظ نبی سے امت میں بولا جاتا ہے نہ ہی پہچانا جاتا ہے۔ اس کو خوب یاد رکھیں۔

شب معراج اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ'' یا قرآن میں ہے: ''إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ'' کیا کوئی جرأت کر سکتا ہے کہ یہ کہے کہ یہاں فقط روح نبی مراد ہے نہ کہ جسم نبی۔ سبھی جانتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں ذات اقدس خاتم النبیین ﷺ کی روح مع الجسم مراد ہے اور رہے گی اور یہی تو ہماری دلیل ہے کہ ہمارے حضور ﷺ کو حیات مع الجسد حاصل ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔

اور اس عرض اور درود پیش کئے جانے میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو کوئی تردد یا شک نہیں آیا، رہی کیفیت تو اس کو جناب رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں اور ہم اس کے مکلف بھی نہیں اور ہماری ناقص سمجھ میں

آ جائے یہ بھی ضروری نہیں۔ بس اتنا ضروری ہے کہ اپنے رسول و نبی خاتم النبیین ﷺ پر یقین کر کے درود پیش کرتے رہیں اور قوت ایمانی کو عرض درود سے یعنی درود پیش کر کے شرح صدر کی نعمت تک لے جائیں۔ یہاں تک کہ مشاہدہ اور فیض صلاۃ وسلام سے حجابات اٹھ جائیں۔ پھر کوئی سوال ہی باقی نہ رہے گا۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

(ترجمہ) آپ ﷺ کی زیارت ہی ہر سوال کا جواب ہے، آپ ﷺ سے بلا شک وشبہ مشکل حل ہوتی ہے۔ ''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا الْمُشَاھَدَۃَ فَیْضَ الصَّلَاۃِ وَالسَّلَامِ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ﷺ''

(۴) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کی حیات وزندگی میں تو درود شریف کا تعلق روح اور جسد اطہر دونوں سے تھا جس میں کسی شک وتردد کو قطعاً دخل نہیں ہے مگر صحابہ نے سوال کیا کہ حضرت ﷺ وفات کے بعد ہمارا درود شریف کیا صرف روح پر پیش ہوگا؟ کیونکہ آپ ﷺ: ''قَدْ اَرِمْتَ'' تو مٹی مٹی ہو چکے ہوں گے؟

قربان جائے صحابہ کے سوال پر اور، فِدَاہُ أَبِي وَأُمِّي رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین کے جواب پر کے بات صاف کر دی کہ نہیں تمہارا درود جس طرح دنیا میں روح اور جسد اطہر دونوں پر پیش ہوتا تھا، جب میں تم سے اوجھل ہو کر رفیق اعلی میں آ جاؤں گا تو بھی تمہارا صلاۃ وسلام روح اور جسد دونوں پر پیش ہوگا اور غور سے سنوں گا: ''إِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ''

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں۔ لہٰذا تمہارا درود میں بذات خود سنوں گا، جواب دوں گا اور اسی جسدِ اطہر سے تمہارا درود وابستہ رہے گا کہ جسدِ اطہر محفوظ اور حیات سے متصف ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت خاتم النبیین ﷺ کے جسد اطہر کو بھی صلاۃ وسلام کا مرکزی اولین درجہ حاصل تھا۔ جبھی تو سوال کیا کہ ہمارا صلاۃ وسلام کیسے پیش ہوگا؟ جب کہ آپ تو مٹی مٹی ہو چکے ہوں گے؟

گویا کہ صحابہ بھی جانتے تھے کہ صلاۃ وسلام کا پیش ہونا تو جسد اطہر پر ہوگا نہ کہ تنہا روح پر، اور جسد اطہر پر کیسے ہوگا؟ تو حضور خاتم النبیین ﷺ نے بھی صحابہ کی تائید فرما دی کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ درود جسم پر پیش ہوگا نہ کہ تنہا روح پر صحیح اور درست ہے۔ مگر سن لو انبیاء علیہم السلام کا جسد اطہر بوسیدہ یا کسی بھی طرح کی تخریب سے پاک ہوتا ہے اور روح کے ساتھ جسد انبیاء علیہم السلام کو بھی بقا وحیات حاصل ہے۔ لہٰذا تم جس طرح دنیاوی زندگی میں درود پیش کرتے تھے اور وہ مجھ پر روح مع الجسد پیش ہوتا تھا اسی طرح پیش ہوتا رہے گا اور تمہارا ربط وتعلق ہم سے درود کے ذریعہ رہے گا۔

بہر حال حضور خاتم النبیین ﷺ کی روح مبارک کا جسد اطہر کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور اسی نسبت وتعلق کی وجہ سے حضور خاتم النبیین ﷺ پر درود شریف پیش کیا جاتا ہے اور اسی گہرے تعلق کی وجہ سے حضرت ﷺ بھی جواب دیتے ہیں اور ضرور دیتے ہیں۔ جواب کا دینا حیات النبی ﷺ کی واضح دلیل ہے۔

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: ''وَمَعْلُوم بِالضَّرُورَۃِ أَن جسدہ (ﷺ) فِي الأَرْض طرِيٌّ مَطرا وقد سَأَلَہُ الصحابۃ کیف تعرض صَلَاتنا عَلَیكَ وَقد أرمت فَقَالَ إن اللہ حرم علی الأَرض أَن تَأْكُل أجساد الأَنْبِیَاء وَلَوْ لَمْ

یَکُنْ جَسَدُہٗ فِي ضَرِیْحِہٖ لَمَا أَجَابَ بِھٰذَا الْجَوَابِ'' اور بداہۃً معلوم ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کا جسم مبارک بالکل تر وتازہ زمین میں موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہمارا درود آپ ﷺ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے (معاذ اللہ) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ اگر آپ ﷺ کا جسم مبارک قبر میں نہ ہوتا تو آپ ﷺ یہ جواب ہرگز نہ دیتے۔ (کتاب الروح ۵۴)

یعنی صلاۃ وسلام پیش کرنے والے حضور اقدس ﷺ کے جسد اطہر کو سامنے رکھ کر ہی سلام پیش کرتے ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ نے بھی جواب میں فرمایا کہ اجساد انبیاء روح کے ساتھ موجود ہیں اور جسم مبارک بالکل اسی طرح موجود ہے۔

شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''إِنَّ الصَّحَابَۃَ سَأَلُوْا بَیَانَ کَیْفِیَّۃِ الْعَرْضِ بَعْدَ اِعْتِقَادِھِمْ بِأَنَّہٗ کَائِنٌ لَا مَحَالَۃَ، یَقُوْلُ الصَّادِقِ رَفْعًا لِلْإِشْتِبَاہِ أَنَّ الْعَرْضَ ھَلْ ھُوَ عَلَی الرُّوْحِ الْمُجَرَّدِ أَوْ عَلَی الْمُتَّصِلِ بِالْجَسَدِ؟ حَسِبُوْا أَنَّ جَسَدَ النَّبِيِّ ﷺ کَجَسَدِ کُلِّ أَحَدٍ فَکَفٰی بِالْجَوَابِ مَا قَالَہٗ عَلٰی وَجْہِ الصَّوَابِ''

(ابوداؤد ہامش ج ۱ ص ۱۵۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس یقین کے بعد کہ لامحالہ آپ ﷺ پر درود پیش کیا جاتا ہے، کیونکہ صادق ﷺ کا فرمان ہے۔ محض اپنے شک کو دور کرنے کے لئے اس عرض صلوۃ کی کیفیت دریافت کی کہ آیا وہ صرف روح مبارک پر پیش کیا جاتا ہے یا اس روح پر جو جسم سے متصل ہے اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ ہم لوگوں کی طرح آپ ﷺ کے جسد اطہر کو بھی مٹی کھا جائے گی۔ اس سوال کا جواب آپ ﷺ نے زیادہ معقول اور درست طریقہ سے ان کے شبہ کے ازالے کے لئے کافی تھا۔

اس عبارت کا مطلب بھی واضح ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے اور صلاۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے وہ جسم مبارک اور جسد اطہر دونوں پر پیش ہوتا ہے۔ اسی لئے وضاحت کر دی حضور خاتم النبیین ﷺ نے کہ جسد اطہر محفوظ ہے۔

حضور ﷺ پر موت کا ورود آنی تھا زمانی نہیں

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ پر موت کا ورود آنی تھا زمانی نہیں۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ حضور ﷺ کی وفات عام لوگوں کی طرح تھی۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سب ہی عالم برزخ میں دنیاوی حیات سے مشرف ہوتے ہیں اور ان کی حیات شہداء کی حیات سے بھی زیادہ اقوی واکمل ہے۔ ان دونوں کے بعد درجہ اولیائے امت اور صالحین کا ہے اور یوں ارواح تو نہ صرف مومنین بلکہ کفار ومشرکین کی بھی زندہ رہتی ہیں ان کے لئے موت نہیں ہے۔

البتہ عام انسانوں کے اجسام محفوظ نہیں رہتے جب کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام محفوظ بھی رہتے ہیں، زمین ان میں کوئی تغیر نہیں کر سکتی: ''إِنَّ حَرَّمَ عَلَی الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِیَاءِ''

علمائے امت نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر موت کا ورود آنی تھا زمانی نہیں۔ یعنی آن واحد کا وقفہ ہوا جو زمانے کا کم سے کم درجہ ہے اس کے بعد پھر حیات مستمرہ حاصل ہے۔ جو دنیا کی حیات سے بھی کہیں زیادہ اقوی، اعلی اور اکمل ہے۔ (انوار الباری ج۱۹ ص ۳۰۲)

مولانا ابو عتیق عبد الهادی تحریر فرماتے ہیں: ''ظَاهِرُهُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ رُوحَهُ ﷺ لَيْسَ فِي الْجَسَدِ الْأَطْهَرِ بَلْ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ أَحَدٌ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقْتَ حُضُورِهِ لِلزِّيَارَةِ رَدَّ اللهُ رُوحَهُ فِيهِ وَهُوَ يُنَافِي حَيَاتَهُ ﷺ مَعَ أَنَّهُمُ اتَّفَقُوا عَلَى حَيَاتِهِ ﷺ۔ بَلْ حَيَاةُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهَا لَا خِلَافَ لِأَحَدٍ فِيهِ۔ فَقَالَ الْحَافِظُ: مَعْنَاهُ: رَدَّ اللهُ عَلَيَّ نُطْقِي'' (انوار المحمود ج۱ ص ۶۱۰)

یہ حدیث بظاہر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت خاتم النبیین ﷺ کی روح مبارک جسد اطہر میں نہیں ہوتی۔ بلکہ جب بھی کوئی شخص آپ ﷺ کی زیارت کے لئے حاضر ہو کر قبر مبارک کے پاس سلام کہتا ہے تو اس وقت آپ ﷺ کی روح مبارک حضور ﷺ کی طرف لوٹائی جاتی ہے اور یہ مطلب تو حضور ﷺ کی حیات کے منافی ہے۔ حالانکہ سب کا اتفاق ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ زندہ ہیں۔ بلکہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ایک اتفاقی امر ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس اشکال کے جواب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ رد روح سے مراد رد نطق ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قَالَ أَيْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَيْ مَنَعَهَا فِيهِ مُبَالَغَةٌ لَطِيفَةٌ أَجْسَامَ الْأَنْبِيَاءِ، أَيْ أَنْ تَأْكُلَهَا، فَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ فَيُمْكِنُ لَهُمْ سَمَاعٌ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ''

حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے یعنی اس کو روک دیا ہے اور اس میں لطیف مبالغہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو وہ کھائے، کیونکہ وہ زندہ ہیں۔ پس جواب کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو ان کے لئے ممکن ہے کہ جو شخص بھی سلام عرض کرے وہ اس کو سنیں۔ (مرقات ج۲ ص ۲۰۹)

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حضور خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کے جواب میں ارشاد فرمایا: ''إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ لُحُومَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَخْبَرَ أَنَّهُ يَسْمَعُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ مِنَ الْقَرِيبِ وَأَنَّهُ يَبْلُغُ ذٰلِكَ مِنَ الْبَعِيدِ'' (مناسک الحج ص ۸۴، تسکین الصدور ص ۳۱۶)

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کا گوشت کھائے۔ پس حضور ﷺ نے خبر دی ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ قریب سے صلاۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے حضور خاتم النبیین ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔

ان تمام محدثین کبار کے اقتباسات سے بخوبی واضح ہو گیا اور صراحت سامنے آ گئی کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اپنے جسد مبارک کے ساتھ قبر شریف میں زندہ ہیں اور ان پر جو صلاۃ وسلام قریب سے پیش کیا جاتا ہے بنفس نفیس خود سنتے ہیں اور آپ ﷺ نطق مبارک سے جواب عنایت فرماتے ہیں۔ محدثین میں سے ہر ایک نے اپنے ذوق کے مطابق خوب سے خوب تر جواب دیا ہے۔

حاصل سب کا یہ ہے کہ ہمارے خاتم النبیین ﷺ حیات مستمرہ کے ساتھ اپنے روضہ میں تشریف فرما ہیں، زندہ ہیں، سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جو دور سے سلام عرض کرتا ہے وہ خاتم النبیین ﷺ کی جناب میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

حیات النبی ﷺ پر حدیث سے آٹھویں دلیل

”عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ، قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ، قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ“

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب الذکر وفاتہ ودفنہ ص ۱۱۸)

(ترجمہ) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن میرے اوپر خوب درود شریف پڑھا کرو، کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے، یہ فرشتوں کی حاضری کا دن ہے۔ تم میں سے جو آدمی بھی درود شریف پڑھے گا جیسے ہی پڑھنے سے فارغ ہوگا اس کا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا کیا وفات کے بعد بھی درود پہنچے گا؟ اور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا جی ہاں وفات کے بعد بھی ضرور پہنچے گا؟ کیونکہ اللہ پاک نے زمین پر حرام کر دیا کہ نبی کے جسم مبارک کو کھائے۔ اس لئے وفات کے بعد بھی نبی کو زندگی حاصل ہوتی ہے اور رزق ملتا ہے۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۹ ترجمان السنہ ج ۳ ص ۳۱۰، حدیث نمبر ۱۰۷۲)

اس حدیث سے اور دوسری احادیث سے انبیاء علیہم السلام کو اہل جنت کی حیات حاصل ہے اور اس کا ثبوت ملتا ہے۔

دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنی وفات کے بعد بھی دائمی عبادات اور نیک اعمال سے معطل نہیں رہتے۔

تیسرے امت کے درود وسلام ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور وہ بنفس نفیس قریب سے پیش کرنے والوں کا سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ یہ سننا بھی گوش مبارک سے ہوتا ہے اور جواب بھی لسان مبارک سے دیتے ہیں۔ جس میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ سننا اور جواب دینا کیا حیات کی دلیل نہیں ہے۔

چوتھے حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجساد واجسام مبارک بھی محفوظ ہی نہیں تر وتازہ ہیں اور ان مقدس حضرات کے اجسام مبارک کو زمین نقصان نہیں پہنچاتی۔ یہی تو حیات کی دلیل ہے۔

پانچویں حضرات انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے رزق بھی ملتا ہے۔

چھٹے ان کی موت بھی عام انسانوں جیسی نہیں، آنی ہے زمانی نہیں۔ ان کو حیات مستمرہ حاصل ہے، اسی لئے ان کے غسل، ان کے دفن، بعد از وفات ان پر درود وسلام کی صورت میں نماز، ان کے ترکہ کا صدقہ ہونا، ان کی بیویوں سے حرمت نکاح کا ہونا، ان تمام حیات کی خصوصیات کی وجہ سے امت کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ زندہ ہیں اور ہمارے حضور کو جملہ صفات حیات حاصل ہیں، اور حضرت ﷺ زندگی سے جو مقصود اعمال قرب الٰہی ہیں اس میں ہمہ تن مشغول ہیں۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں: وَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ“ (ہدایۃ الشیعہ ۳۶)

حکیم الامت حضرت تھانوی لکھتے ہیں: ''آپ ﷺ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے، مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل واقوی ہے۔'' (نشر الطیب ص ۲۲۰)

ان تمام وضاحتوں سے بخوبی معلوم ہوا کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ زندہ ہیں، اور یہی ہمارا اور جملہ اکابر علمائے دیوبند کا مسلک اور عقیدۂ راسخ ہے۔

حیات النبی ﷺ پر حدیث سے نویں دلیل

''عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: إِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ أُمَّتِيْ السَّلَامَ'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسی فرشتے مقرر کئے ہیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے متعین اور مقرر کئے گئے ہیں) جو زمین پر گھومتے ہیں (یعنی جن کی ذمہ داری ہے کہ) میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

(نسائی باب التسلیم علی النبی ﷺ ج ۱ ص ۱۸۹، مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۱، ترجمان السنہ رقم ۱۰۷۴ ج ۳ ص ۳۰۲)

حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ ترجمان السنہ میں لکھتے ہیں: ''جو لوگ خود حاضر ہو کر آپ ﷺ پر درود وسلام پیش کرتے ہیں وہ تو آپ بنفس نفیس خود سنتے ہیں اور جو دور سے درود وسلام پڑھتے ہیں اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتے متعین فرمادیئے ہیں، وہ اس کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔

یہی طریقہ دنیا میں ہے اپنی موجودگی میں سلام کی سنت آپ خود ادا کرتے ہیں اور غائب ہو کر کسی دوسرے شخص کی معرفت اپنا سلام بھیجتے ہیں۔ کیونکہ وفات کے بعد یہ طریقہ قائم نہیں رہ سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے اس خدمت کے لئے یہاں ملائکۃ اللہ مقرر فرمادیئے ہیں جو اس خدمت کو انجام دیتے ہیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام میں آثار حیات نہیں، تو پھر یہ کس لئے ہوتا ہے؟ اور اگر حضور وغیبت کا کچھ فرق نہیں تو پھر فرشتوں کا یہ تقرر کس لئے ہے؟ اس لئے نہ یہ صحیح ہے کہ ان کی حیات کو عام لوگوں کی حیات کے برابر سمجھا جائے اور نہ اس کو بڑھاتے بڑھاتے اتنے مبالغہ کی ضرورت ہے کہ العیاذ باللہ حاضر وناظر کی صفت ان کے لئے ثابت کر دی جائے، دین میں افراط وتفریط کی گنجائش کہیں نہیں۔ اعتدال کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔ فَاتَّبِعُوْهُ! (ترجمان السنہ ج ۳ ص ۳۰۳)

(۱) ''عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُہٗ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُہٗ'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود بھیجتا ہے اسے تو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود بھیجتا ہے اسے فرشتے میرے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، ترجمان السنہ ج ۲ ص ۳۶۴ رقم ۸۰۷)

یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کی وفات عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتی، وہ جس طرح اپنے بعض حیات کے احکام میں ممتاز ہوتے ہیں، اسی طرح بعض وفات کے احکام میں بھی ممتاز ہوتے ہیں۔ ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، ان کی ازواج مطہرات سے نکاح حرام ہوتا ہے۔ البتہ قریب وبعید کے سننے اور جاننے کا جو آئین ان کی حیات میں تھا وہی آئین ان کی وفات کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔ یعنی جس طرح اپنی حیات میں وہ قریب کی بات خود

سنا کرتے تھے اسی طرح وفات کے بعد قریب کی درود شریف بنفس نفیس خود سنتے ہیں، اور جس طرح دور کی باتوں کا علم ان کو کسی قاصد یا خطوط کی معرفت ہوا کرتا تھا اسی طرح درود شریف کے حق میں بھی وہی نظم ونسق قائم رہتا ہے۔

(ترجمان السنہ ج ۲ ص ۴۳۶)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''امام احمد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر سیر کرتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے۔'' (فتاوی عزیزی ج ۲ ص ۶۹، تسکین الصدور ص ۳۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کو امت کا سلام پہنچنا تواتر سے ثابت ہے۔

امام سخاوی اور امام دارقطنی رحمہا اللہ روایت نقل کرتے ہیں: ''عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَسِيحُوْنَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ صَلَاةَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ أُمَّتِيْ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین پر پھرتے ہیں۔ میری امت میں سے جو شخص مجھ پر صلوٰۃ و درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں۔ (اخرجہ الدارقطني، القول البدیع ص ۱۴۸، شفاء السقام ص ۳۴)

روایت سے واضح ہو گیا کہ صلوٰۃ و درود اور سلام دونوں ہی حضرت خاتم النبیین ﷺ کی جناب میں پیش کیا جاتا ہے۔ امت کے لئے اس سے بڑی سعادت کیا ہوگی کہ ہم نالائقوں کا صلاۃ وسلام آقا خاتم النبیین ﷺ کی جناب میں پیش ہو۔ لوٹ لو سعادت جتنی چاہو۔

علامہ عزیزی فرماتے ہیں کہ جس طرح سلام آپ پر پیش کیا جاتا ہے اسی طرح صلوٰۃ اور درود بھی پیش کیا جاتا ہے۔ (السراج المنیر ج ۱ ص ۵۱۸)

علامہ شہاب الدین محمد بن احمد الاشبہی روایت نقل کرتے ہیں: ''إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِي الصَّلَاةَ عَلَيَّ مِنْ أُمَّتِيْ فَأَسْتَغْفِرُ لَهُمْ'' بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے ہیں، میری امت کی طرف سے مجھے درود پہنچاتے ہیں، پس میں ان کے لئے استغفار کرتا ہوں۔

(المستطرف فی کل فن مستظرف ج ۲ ص ۳۱۷)

''عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ فِي اللَّيْلَةِ الزَّهْرَاءِ وَالْيَوْمِ الْأَغَرِّ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ فَأَدْعُوْ لَكُمْ وَأَسْتَغْفِرُ'' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا شب جمعہ میں اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، پس تمہارے لئے میں دعا اور استغفار کرتا ہوں۔ (القول البدیع ص ۱۵۴)

ذات اقدس ﷺ جسد اطہر اور روح مبارک دونوں کے مجموعہ کا نام ہے

فرشتے مجھے صلاۃ وسلام پہنچاتے ہیں اور کلمہ ''نی'' جو واحد متکلم کی ضمیر ہے ذات پر دلالت کرتی ہے۔ (علم نحو کا قاعدہ ہے کہ ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے) اور حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی نہ تو صرف جسد اطہر کا نام ہے اور نہ محض روح مبارک کا، بلکہ دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔

اگر صرف روح مبارک پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا تو آپ فرمادیتے کہ میری روح پر اس کا عرض ہوتا ہے

اور اگر محض بدن اطہر پر یہ عرض ہوتا تو صرف بدن اطہر کا ذکر فرما دیتے۔ مگر حضور خاتم النبیین ﷺ نے تو اپنی ذات اقدس کا ذکر فرمایا ہے، جو روح اور جسم دونوں کے مرکب کا نام ہے۔ لہٰذا یہ روایت بھی حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیات کی دلیل ہے۔

اور اس روایت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دور دراز سے جو لوگ درود وسلام پڑھتے ہیں وہ آپ تک بتوسط ملائکہ پہنچایا جاتا ہے، آپ خود اس کی سماعت نہیں فرماتے۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان وخیال ہے۔

مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ فرشتوں کے ذریعے آپ ﷺ کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جن کو قبر مبارک کے پاس پہنچا دے اور وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرے تو آپ ﷺ بنفس نفیس سنتے ہیں اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔'' (معارف الحدیث ج ۵ ص ۸۰)

حیات النبی ﷺ پر حدیث سے دسویں دلیل

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ أُعْلِمْتُهُ'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے دور پڑھتا ہے تو وہ مجھے فرشتوں کے ذریعے بتلا دیا جاتا ہے۔ (جلاء الافہام لحافظ ابن القیم ۹۲)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک کوئی شخص اہل السنت والجماعت میں ایسا نہیں گزرا جو کہتا ہو کہ حضور خاتم النبیین ﷺ عند القبر صلاۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ تمام اہل السنت والجماعت کا حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ کے سماع عند القبر پر اتفاق ہے، کوئی اس کا مخالف نہیں گزرا اور کتب اہل اسلام میں اس کے خلاف ایک بھی صریح حوالہ موجود نہیں ہے۔ (تسکین الصدور ۳۳۱)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وَقَدْ رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالدَّارَقُطْنِي عَنْهُ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُعْلِمْتُهُ، وَفِي إِسْنَادِهِ لِيْنٌ، لٰكِنْ لَهُ شَوَاهِدُ ثَابِتَةٌ، فَإِنَّ إِبْلَاغَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَيْهِ مِنَ الْبُعْدِ'' قد رواہ اہل السنن من غیر وجہ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۳۶۱، طبع جدید ج ۲۷ ص ۱۱۶)

ابن ابی شیبہ اور دار قطنی نے حضور خاتم النبیین ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر میری قبر کے پاس صلاۃ وسلام کہا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا تو وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ اس کی سند کمزور ہے، لیکن اس کے کئی شواہد ثابت ہیں، کیونکہ دور سے حضور خاتم النبیین ﷺ کو صلاۃ وسلام پہنچانے کی روایت متعدد طرق سے اہل السنن نے بیان کی ہے۔

ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے حضور خاتم النبیین ﷺ زندہ ہیں۔ روضہ پر جو سلام عرض کرتا ہے خود اپنے گوش جسم سے سنتے ہیں اور لسان جسم سے جواب دیتے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے حضور پرنور ﷺ کو حیات اقویٰ واکمل اور اعلیٰ درجے کی حاصل ہے۔ سلام کا سننا اور جواب دینا، نماز ادا کرنا وغیرہ یہ تمام صفات حیات ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ

حیات النبی ﷺ پر حدیث سے گیارھویں دلیل

"عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: وَالَّذِيْ نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهٖ لَيَنْزِلَنَّ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَ حَكَمًا عَدْلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ، وَ لَيُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَيْنِ وَلَيُذْهِبَنَّ الشَّحْنَاءَ وَلَيُعْرَضَنَّ عَلَيْهِ الْمَالُ فَلَا يَقْبَلُهٗ، ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰى قَبْرِيْ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، لَأُجِيْبَنَّهٗ"

(اصح البخاری باختصار، وابویعلی ورجالہ رجال الصحیح، ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۵۹۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت بھی اسی معنی کی ہے: "لَيَهْبِطَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا وَإِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا، حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا، وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِيْ حَتّٰى يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَلَأَرُدَّنَّ عَلَيْهِ" (مسلم)

البتہ ضرور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے انصاف کرنے والے حاکم ہوکر اور امام عادل ہوکر اور البتہ وہ ضرور فج (جگہ کا نام ہے) کہ راستے پر حج یا عمرہ کے لئے جائیں گے، اور بلاشبہ وہ مجھے سلام کہیں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ (رواہ الحاکم ج ۲ ص ۵۹۵۔ احمد ج ۲ ص ۲۹۰، درمنثور ج ۲ ص ۲۴۵)

حیات عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

سب سے پہلی بات جو حدیث سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی حیات اور ان کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھالیا اور وہ قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور یہود اور منکرین توحید و مشرکین سے جہاد کریں گے اور زمین پر قرآن وحدیث کے مطابق حکومت جاری فرمائیں گے اور حضرت خاتم النبیین، امام الانبیاء، سید المرسلین ﷺ کی قبر مبارک پر حاضری دیں گے اور حضور ﷺ کو سلام پیش کریں گے اور حضور خاتم النبیین ﷺ سلام کا جواب دیں گے۔

اب آپ ذرا غور کریں کہ بات کتنی صاف ستھری اور خوب روشن ہے کہ حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ پر حضرت عیسیٰ کے نزول اور روضہ پر حاضری کے بعد کوئی نئی حالت طاری نہیں ہوگی۔ بلکہ جو حالت آپ ﷺ کی ہے اور رفیق اعلیٰ میں تشریف لے جانے کے بعد آج تک ہے، وہی اب بھی ہے کہ تمام سعادت مند لوگوں کا جو قبر مبارک پر حاضری دیتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں تو حضور خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس جو روح اور جسد اطہر سے جانی پہچانی جاتی ہے، وہی ذات اقدس ﷺ کی سلام سنتی ہے اور جواب بھی دیتی ہے وہی بعینہ ذات اقدس حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بھی جواب دے گی۔

اور اس عقیدۂ حیات النبی ﷺ کو لفظ عِنْدَ قَبْرِيْ کہہ کر خوب مضبوط اور مستحکم خود ہمارے حضور ﷺ نے ہی مؤکد کردیا، ورنہ عِنْدَ قَبْرِيْ کیوں کہا جاتا ہے؟! بذات خود سننا اور جو جسم مع الروح ہے وہی تو قبر شریف میں موجود ہے اور اسی کو حیات اقویٰ واکمل اور اعلیٰ ترین حاصل ہے اور وہی ذات اقدس جو جسم وروح سے جانی جاتی ہے سلام کا جواب بھی دیتی ہے۔

لہٰذا نہ تو ذات اقدس ﷺ تنہا روح کا نام ہے نہ ہی تنہا جسد اطہر کا نام ہے بلکہ ذات اقدس ﷺ سے مراد حضور خاتم النبیین ﷺ کی مکمل ذات جسد مع الروح ہی کا نام ہے اور وہ زندہ ہے، ان کی جناب قدسی میں جو سلام

عرض کرتا ہے حاضر ہو کر جواب بذات خود حضرت ﷺ ہی دیتے ہیں۔ بلا شک وشبہ اور بنی اسرائیل کا آخری نبی کائنات عالم کے تمام نبیوں کے آخری نبی کی خدمت میں حاضری دیں گے اور سلام عرض کریں گے اور ہمارے حضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمائیں گے: یَا مُحَمَّدْ، تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔

نکتہ اگر صحیح ہے تو الحمد للہ

اگر کوئی سلام عرض کرتا ہے مثلاً: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم ۰ تو اس کے اس سلام کے رد و واپسی میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہنا ہی شریعت میں آیا ہے۔

اور اگر کوئی کسی کو مخاطب بنا کر نام مبارک لے کر جیسے حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے حضور ﷺ نے خود فرمادیا کہ وہ آکر میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے کہ یَا مُحَمَّدْ(ﷺ) تو میں ضرور جواب دوں گا۔ رد سلام اور جواب میں ذوقی لطیف فرق ہے، جو اہل ذوق ہیں ان پر مخفی نہیں۔ اسی کو حضرت ﷺ نے لَأُجِیْبَنَّهٗ سے واضح فرمایا کہ ایک بنی اسرائیل کے آخری نبی خاتم الانبیاء ﷺ کو مخاطب کر کے آواز دیں گے تو ان کے تخاطب کا جواب حضرت ﷺ ضرور دیں گے۔

ایک زندہ نبی آسمان سے نازل ہونے کے بعد خاتم الانبیاء علیہم السلام کے روضہ پر حاضری دے کر یَا مُحَمَّدْ کہہ کر آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرمائے گا تو ان کو جواب دے کر یہ ثابت کر دیا جائے گا کہ دونوں ہی کو حیات و زندگی حاصل ہے اور جو حیات کے قائل نہیں ہیں ان کے اس فتنے کی تردید بھی ہو جائے گی کہ ایک دنیوی زندگی والے عیسی ابن مریم علیہ السلام نے ایک برزخی حیات و زندگی والے نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کی قبر پر یَا مُحَمَّدُ کہہ کر مخاطب کیا تو جواب دے کر ثابت کر دیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کی دونوں زندگی بھی حیات کے تمام شعبوں میں اقویٰ واکمل اور اعلیٰ ترین حیات سے متصف حیات والی صفات سے ہی زندہ ہیں۔ تبھی تو اپنے مخاطب کا جواب دے رہی ہے اور نبی علیہ السلام کی دونوں زندگی یکساں ہیں حیات اور صفات حیات میں۔ خواہ وہ یہاں تھے تو وہاں ہیں تو وہ ہی حیات والی زندگی ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ بہت ہی پر لطف اور مزید ارحلاوت بخش بات ہے کہ ہمارے حضور خاتم النبیین ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمادیا اور قسم کھا کر فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد مختلف امور انجام دیں گے جو منجانب اللہ ان کے سپرد ہیں اور یہ بھی کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کی قبر شریف پر بھی بلا شک وریب وہ حاضر ہوں گے۔

”وَلَیَأْتِیَنَّ قَبْرِيْ حَتّٰی یُسَلِّمَ عَلَيَّ وَلَأَرُدَّنَّ عَلَیْهِ“ ”بلا شبہ وہ میری قبر پر آئیں گے حتیٰ کہ وہ مجھے سلام کہیں گے اور بلا شک میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔“

گویا کہ من جملہ امور کے حضرت عیسی علیہ السلام کا روضہ رسول خاتم النبیین ﷺ کی حاضری بھی ایک امر مہتم بالذات اور مقصود و مطلوب ہے۔

اور گویا کہ ہمارے حضرت ﷺ بھی ان کی آمد کے منتظر ہیں، کیونکہ ان کی آمد کے بعد دجالی وشیطانی تمام قوتوں کا خاتمہ ہو جائے گا، اور دجال کے قتل سے تمام طاغوتی طاقتوں کا فتنہ زمین سے مٹ کر اس کے ساتھ دفن ہو جائے گا۔ ان تمام جھمیلوں سے نمٹ کر حضور خاتم النبیین ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاتم النبیین ﷺ کو سلام کہنا، یہ

اطلاع ہوگی کہ زمین پر جو طاغوتی طاقتیں مرکز معصیت یا نفسانی وشہوانی اور شیطانی، جس مرکز سے مدد لیتی تھی اب اس کا صفایا ہوگیا ہے، شر کا مرکز اور دجال اور اس کے تمام تانے بانے مکڑی کے جالے کی طرح صاف کر دیئے گئے ہیں۔

اس لئے لوگوں کے دلوں سے بغض وعداوت، حسد وکینہ اور وہ تمام غل وغش جو ایمان ویقین میں تذبذب کا سبب تھا یکسر ختم ہو جائے گا اور نور قرآن وسنت سے قلوب منور ہو کر انابت واطاعت اختیار کرلیں گے اور منیب ہو جائیں گے۔ لوگوں میں صلاح وتقوی اور ہر طرح کی فکر آخرت کی شان نمایاں طور پر ظاہر ہو جائے گی، دنیا کی بے ثباتی اور مال سے اعراض جو اصل سبب ہے کدورت وحسد کا بُعد اور نفرت پیدا ہو جائے گی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں خواہ ان کی دنیوی زندگی ہو یا برزخی، اس لئے وہ برزخی زندگی میں بھی اعمال میں مشغول ہوتے ہیں۔ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے ان پر موت تو آتی ہے مگر آنی ہوتی ہے یعنی لمحہ بھر کے لئے، زمانی نہیں ہوتی اور مقصودِ حیات اعمال صالحہ میں مشغولیت بدرجۂ اتم ان کو حاصل ہے یہی حیات کی دلیل ہے۔

مگر ان کی حیات برزخی کا دنیوی لوگوں کو اتنہ پتہ نہیں چلتا اور جن لوگوں کو علماء اہل السنت والجماعت کے عقیدہ سے وابستگی ہے ان کو ذرہ شک بھی نہیں کہ خود حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو قبر پر سلام عرض کرتا ہے حضرت ﷺ خود بنفس نفیس سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں اور سننا خود حیات کی دلیل ہے۔

علامہ مناوی حدیث مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ کا مطلب لکھتے ہیں: ''مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُہٗ، وَمَنْ صَلّٰی عَلَيَّ نَائِیًا أَيْ بَعِیْدًا عَنِّي أُبْلِغْتُہٗ، أَيْ أُخْبِرْتُ بِہٖ مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ، وَذٰلِکَ لِأَنَّ لِرُوْحِہٖ تَعَلُّقًا بِمَقَرِّ بَدَنِہٖ الشَّرِیْفِ وَحَرَامٌ عَلَی الْأَرْضِ أَنْ تَأْکُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِیَاءِ فَحَالُہٗ کَحَالِ النَّائِمِ'' (فیض القدیر رقم ۸۸۱۲ ج ۶ ص ۲۲۰)

جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا تو وہ میرے پاس وہ پہنچایا جاتا ہے یعنی کسی فرشتے کے ذریعے مجھے اس کی خبر دی جاتی ہے اور یہ اس لئے کہ آپ کی روح مبارک کا حضور اقدس ﷺ کے بدن شریف سے تعلق ہے اور زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسم مبارک حرام کر دیئے گئے ہیں اور حضور خاتم النبیین ﷺ گویا کہ آرام فرما رہے ہیں۔ (اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی، دل بیدار اور باشعور رہتا ہے)

ملا علی قاری لکھتے ہیں: ''مَنْ صَلّٰی عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُہٗ سَمَاعًا حَقِیْقِیًّا بِلَا وَاسِطَۃٍ''

(مرقاۃ ج ۲ ص ۱۰، شرح الشفاء ج ۳ ص ۵۰۰)

جس شخص نے مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں خود اس کو سنتا ہوں یعنی حقیقی طور پر، فرشتوں کے توسط کے بغیر میں خود سنتا ہوں۔ اس عبارت سے وضاحت مکمل کرا گئی کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کا قبر کے پاس سلام پیش کرنے والوں کا درود وسلام سننا حقیقی سماع ہے جو مکمل حیات اور زندگی کی روشن دلیل ہے۔

مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''سمعًا حقیقیًا بلا واسطۃ'' یعنی میں حقیقی طور پر، میری ذات گرامی ہی سنتی ہے۔ ذات گرامی روح مع الجسد کو کہتے ہیں نہ کہ فقط روح کو اور عِندَ قبرِي سے جسم مبارک جس کو حیات حقیقی حاصل ہے وہی مراد ہے۔

علامہ سید احمد طحطاوی لکھتے ہیں: ''فَإِنَّهُ يَسْمَعُهَا أَيْ إِذَا كَانَتْ بِالْقُرْبِ مِنْهُ ﷺ وَتَبْلُغُ إِلَيْهِ أَيْ يَبْلُغُهَا الْمَلَكُ إِلَيْهِ إِذَا كَانَ الْمُصَلِّيْ بَعِيْدًا'' (طحطاوی ص ۴۰۵)

بے شک رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ درود شریف سنتے ہیں جب کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے پاس پڑھا جائے، اور فرشتہ آپ کو پہنچاتا ہے جب کہ درود شریف پڑھنے والا دور سے پڑھتا ہے۔

حضور خاتم النبیین ﷺ اپنے زائرین کی دعاء بھی سنتے ہیں

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''آنحضرت ﷺ حیات ہیں، لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے، مسجد نبوی ﷺ کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو حضور ﷺ خود سنتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۶)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعۂ ملائکہ اور سلام کا جواب دینا تو دائماً ثابت ہیں۔ (نشر الطیب ص ۲۱۲)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں: ''حضرات انبیاء علیہم السلام سماع میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، جو شخص اس کا منکر ہو وہ اجماع کا منکر ہے۔''

حضرات انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت جس طرح وفات کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتی حیات بھی دائمی طور پر مستمر رہتی ہے اور ہمارے حضور خاتم النبیین ﷺ کی نبوت و رسالت تو قیامت اور مابعد قیامت محشر میں شفاعت تک جاری و ساری ہے اور صاحب شفاعت کو حیات مستمرہ حاصل ہے۔

حیات النبی ﷺ پر دلیل وشہادت

(۱) ''عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ: لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِيْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثًا وَلَمْ يُقَمْ، وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَسْجِدَ، وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ'' سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ حرہ کا واقعہ پیش آیا ہے تو تین دن تک آنحضرت خاتم النبیین ﷺ کی مسجد میں اذان نہیں دی گئی اور سعید بن مسیب ان ایام میں بھی مسجد سے نہیں نکلے اور نماز کے اوقات صرف ایک گنگناہٹ کی آواز سے پہچانا کرتے جو وہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کی قبر مبارک سے سنا کرتے تھے۔ (رواہ الدارمی ج ۱ ص ۴۴)

(۲) ''عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ لَمْ أَزَلْ أَسْمَعُ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ فِيْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَيَّامَ الْحَرَّةِ حَتّٰى عَادَ النَّاسُ'' ''سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ جنگ حرہ کے زمانے میں میں اذان اور اقامت ہمیشہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی قبر مبارک سے سنا کرتا تھا یہاں تک کہ لوگ پھر جماعت میں آنے لگے تھے۔ (کذا فی الخصائص ج ۱ ص ۲۸۱، رواہ ابن سعد فی الطبقات ج ۵ ص ۱۳۲، اللالکائی فی کرامات الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۶، الرأمل فی حقیقۃ التوسل ص ۲۵۵)

(۳) ''عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ لَيَالِيَ الْحَرَّةِ، وَمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غَيْرِيْ، وَمَا يَأْتِيْ وَقْتُ صَلَاةٍ إِلَّا سَمِعْتُ الْأَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ'' سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ جنگ حرہ کے زمانے میں حضور خاتم النبیین ﷺ کی مسجد شریف میں میرے سواء اور کوئی نہ تھا جب نماز کا وقت آتا ہے تو میں ہر نماز کے لئے قبر مبارک سے اذان کی آواز سنا کرتا۔ (رواہ ابو نعیم کذا فی الخصائص ج ۲ ص ۲۸۰، ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۳۰۴)

جنگ حرہ کے موقع پر مسجد نبوی میں قیام اور روضہ رسول ﷺ سے اذان کی آواز

جنگ حرہ کا واقعہ ایک تاریخی المناک واقعہ ہے کہ مدینۃ الرسول میں بھی نماز کے لئے آنے کی ہمت لوگوں کو نہ ہوسکی تھی، مگر ایسے وقت میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی مسجد نبوی سے جدا نہ ہوئے اور خیر البقا مسجد نبوی ﷺ میں ہی مقیم رہے اور نماز کے اوقات جاننے کا واقعہ وہ خود ہی بیان فرمارہے ہیں کہ جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو وہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی آرام گاہ سے اذان کی آواز سنا کرتے تھے اور اسی کے مطابق اپنی نماز ادا کرتے رہے اسی طرح کئی دن تک مسلسل ٹھیک وقت پر اذان سنتے تھے اور نماز پڑھا کرتے تھے اور جب حالات درست ہو گئے اہل مدینہ کی مسجد نبوی میں آمد و رفت شروع ہوگئی تو آواز اذان کی بند ہوگئی۔

اس واقعہ سے بخوبی عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور زندگی والے اعمال بھی ثابت ہیں۔

شروع میں ہی حدیث شریف گزر چکی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے "اَلْأَنبِیاءُ أَحْیاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ" کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

اذان کی آواز آنا روح مع الجسد کا عمل ہے

قبر و روضہ شریف سے اذان کی آواز آنا یہ روح کا عمل نہیں ہے پھر ایک مسجد میں مقیم شخص کو ایک وقت نہیں کئی دنوں تک مسلسل ہر نماز کے وقت اذان کی آواز سے وقت کی خبر دینا اور متنبہ کرنا اقامت نماز کے لئے یہ بھی روحانی عمل نہیں بلکہ صاحب قبر حضرت خاتم النبیین ﷺ کی مکمل حیات اور اعمال حیات کی واضح بلا شک و ریب کھلی ہوئی غیر معمولی واضح ترین دلیل ہے۔

اور اس بات کی بھی کہ آپ ﷺ امت کے افراد کے اعمال صالحہ اور نماز جیسے فریضے کی ادائیگی کے نگراں ہیں۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "یَا أَیُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا وَدَاعِیًا إِلَی اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِیرًا (الاحزاب)"

آپ ﷺ یقیناً شاہد، بشیر و نذیر، اور اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو ہر نماز کے وقت اذان کی سماعت کرا کر حیات النبی ﷺ کی شہادت ثبت ہوگئی، اور کتنا انوکھا طریقہ ہے کہ اذان سنوائی گئی جو حیات کی بھی دعوت تام کے ساتھ حیات تام کی بھی دلیل بن گئی۔ الحمد للہ! ہم تو پہلے سے ہی خاتم النبیین ﷺ کو حیات و زندہ یقین بالجزم کے ساتھ مانتے ہیں۔

ان جیسے واقعات سے قوت یقین میں رسوخ اور استحکام و استقلال کی طمانیت ثبت ہوتی ہے۔ لاکھ لاکھ صلاۃ و سلام ہو اس نبی امی خاتم النبیین پر جو اپنی امت کا فکرمند ہے۔

حضرت خاتم النبیین ﷺ کی قبر مبارک پر شفاعت کی درخواست درست ہے

ہمارے حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کا یقینی علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے آج تک تواتر سے امت کو معلوم ہے اور قبر شریف کی جگہ ثابت ہے۔ اس لئے قبر شریف کے پاس

باادب، پوری یکسوئی اور جمع خاطر کے ساتھ حاضر ہو کر دعا کرنا یعنی یہ کہنا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعا مغفرت کر دیں یا اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مغفرت طلب کر دیں۔ میری شفاعت فرمادیں جائز اور بلا شک وریب درست ہے اور یہ بالکل بھی شرک نہیں جیسا کہ بعض کم فہم وکم علم لوگوں کا وہم وخیال ہے۔

علامہ سمہودی لکھتے ہیں: ''وَقَدْ یَکُوْنُ التَّوَسُّلُ بِهٖ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْوَفَاةِ بِمَعْنٰی طَلَبِ أَنْ یَدْعُوَ کَمَا کَانَ فِیْ حَیَاتِهٖ وَذٰلِکَ فِیْمَا رَوَی الْبَیْهَقِیُّ وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ'' (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۱)

اور حضور خاتم النبیین ﷺ سے وفات کے بعد توسل (یعنی دعا کی درخواست کرنا) کبھی اس معنی میں ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے دعا طلب کرے جیسا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیات میں تھا۔ جیسا کہ امام بیہقی نے اور ابن ابی شیبہ نے اس کو صحیح سند کے ساتھ مالک الدار سے روایت کیا ہے۔

آداب حاضری بدرگاہ خاتم النبیین ﷺ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

''رَوَی اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا أَنَّهٗ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَأْتِیَ قَبْرَ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ بِوَجْهِکَ ثُمَّ تَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَکَاتُهٗ''

(المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط ۳۴۱۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۵۹۰۔ وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۴)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ تم حضرت خاتم النبیین ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آؤ اور اپنا رخ قبر شریف کی طرف کرو اور پھر کہو۔ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَکَاتُهٗ''

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کرنے جائے تو مسجد نبوی میں اپنی آواز بلند نہ کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو یہ ادب سکھلایا کہ تم اپنی آوازوں کو حضرت خاتم النبیین ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو۔'' (الآیۃ)

اور ایک قوم کی تعریف کی ہے کہ بلاشبہ جو لوگ جناب رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ ''یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَکُمْ (الآیة)''

اور ایک قوم کی مذمت کی ہے سو فرمایا ہے کہ جو لوگ حضور ﷺ کو حجروں کے سامنے سے پکارتے ہیں۔ ''إِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (الحجرات: ۴)'' جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے۔

بے شک وفات کے بعد بھی حضور خاتم النبیین ﷺ کی عزت وحرمت ایسی ہی ہے جیسا کہ زندگی میں تھی۔

امیر المومنین ابوجعفر نے امام مالک سے سوال کیا کہ اے ابوعبداللہ کیا میں قبلہ رخ ہو کر دعا کروں یا حضور خاتم النبیین ﷺ کی طرف رخ کروں؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو اپنا رخ حضرت خاتم النبیین ﷺ سے پھیرتا ہے حالانکہ حضور خاتم النبیین ﷺ ہی شفاعت کبریٰ کے ذریعے تیرے اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ ہوں گے اور آگے فرمایا: ''بَلِ اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهٖ فَیُشَفِّعَهُ اللہُ قَالَ اللہُ تَعَالیٰ: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللہَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا'' (الشفاء ج ۲ ص ۳۲، ۳۳، آیت النساء ۶۴)

بلکہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی طرف متوجہ ہو اور حضور خاتم النبیین ﷺ کو سفارشی بنا۔ اللہ تعالیٰ خاتم النبیین ﷺ کی سفارش قبول فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ''اگر جس وقت وہ اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے۔''

حیات النبی پر قرآن مجید سے تیسری دلیل کے عنوان پر تفصیل سے ایک اعرابی یعنی دیہاتی کا واقعہ لکھ دیا گیا ہے اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ بعد از وفات بھی امت کی فریاد سن کر بارگاہ رب العزت میں مغفرت کی درخواست کو پیش کرنا اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے مغفرت طلب کرنا اور حق تعالیٰ کی جانب سے دعا کی قبولیت کی بشارت کا بھی آنا: قَدْ غفِرَ لَکَ سے آگاہ کر دینا۔ یہی تو حیات اور اعمال حیات کی دلیل ہے۔ تفصیل (ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۳ اور معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰) میں دیکھ لیں اور اس واقعہ کو (شفاء السقام ص ۱۱۵) اور (علامہ سمہودی وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۲) میں نقل کیا ہے اور سند کو جید کہا ہے۔

الغرض امام مالک رحمۃ اللہ علیہ استشفاء عند القبر کے قائل ہیں اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس طرح حیات دنیوی میں یہ درست اور حق اور صحیح تھا بعد از وصال و وفات بھی آیت: ''وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا'' سے حضرت خاتم النبیین ﷺ سے مغفرت کی دعا کرانا ثابت ہے اور مذکورہ آیت سے استدلال بالکل واضح اور حق ہے اس میں کوئی ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

صلوٰۃ وسلام اور دعا میں قبر شریف کی طرف ہی رخ رکھنا چاہئے

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''فَقَالَ الأَكْثَرُونَ كَمَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَغَيْرِهِمَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقَبْرِ، وَهُوَ الَّذِي ذَكَرَهُ أَصْحَابُ الشَّافِعِيِّ وَأَظُنُّهُ مَنْقُولاً عَنْهُ'' (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۱۷ طبع جدید)

اکثر حضرات جیسے امام مالک اور امام احمد وغیرہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے روضہ پر قبر مبارک کی طرف رخ کر کے سلام و دعا کرنا چاہئے اور اسی کو حضرات شوافع نے ذکر کیا ہے اور میرے خیال میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی منقول ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''فَإِنَّ مَذْهَبَ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَالشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمْ اِسْتِحْبَابُ اِسْتِقْبَالِ الْقَبْرِ الشَّرِيفِ فِي الصَّلَاةِ وَالدُّعَاءِ وَهُوَ مُسْتَطَرٌ فِي كُتُبِهِمْ۔'' بے شک امام مالک اور امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ سلام اور دعا کرتے وقت قبر شریف کی طرف رخ کرنا مستحب ہے جیسا کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۹۸)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب رؤوس المسائل میں لکھتے ہیں: ''وَرُوِيَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ الإِمَامِ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ اَنْ يَأْتِيَ قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةَ وَيَسْتَقْبِلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَيَدْعُوْ'' حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب آدمی

آنحضرت خاتم النّبیین ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آئے تو قبلہ کی طرف پیٹھ کر لے اور حضور خاتم النّبیین ﷺ کی طرف رخ کر کے حضور خاتم النّبیین ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھی پڑھے اور جی بھر کر دعا بھی کرے۔ (شفاء السقام ص۱۱۹)

نیز امام مالک باہر سے آنے والوں یا سفر پر جانے والوں کے لئے حضور خاتم النّبیین ﷺ کی قبر مبارک کے پاس وقوف یعنی ٹھہر کر سلام اور دعا کو درست فرماتے ہیں۔ البتہ اہل مدینہ پر ایسا ضروری نہیں ہے۔

یعنی وہ لوگ جو اصل مدینہ کے نہیں ہیں جب بھی باہر سے مدینہ منورہ میں داخل ہوں یا پھر سفر میں مدینہ منورہ سے باہر کا ارادہ کریں تو ان کو چاہئے کہ حضور اقدس خاتم النّبیین ﷺ کی خدمت میں روضہ اقدس پر حاضری دیں اور صلاۃ وسلام عرض کر کے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بھی سلام پیش کر کے ان کے لئے دعائے خیر کریں۔

بہرحال جو سفر کر کے باہر جائے یا باہر سے آئے تو اس کے لئے ادب یہی ہے کہ حاضر خدمت ہو اور صلاۃ وسلام پیش کرے اور آداب کا خیال رکھے۔

''لِمَنْ جَاءَ مِنْ سَفَرٍ أَوْ أَرَادَهُ'' ہاں جو سفر سے آئے یا سفر کا ارادہ کرتا ہو۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۱۲، شفاء السقام ص ۲۵)

پھر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عدم کراہت کی وجہ لکھتے ہیں: ''لِأَنَّ ذٰلِكَ تَحِيَّةٌ لَهُ وَ الْمَحْيَا لَا يَقْصِدُ بَيْتَهُ كُلَّ وَقْتٍ بِخِلَافِ لِلْقَادِمِينَ مِنَ السَّفَرِ۔'' (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۱۸)

کیونکہ یہ حضور خاتم النّبیین ﷺ کو سلام کہنا ہے اور جس کو سلام کہا جاتا ہے ہر وقت اس کے گھر کا قصد نہیں کیا جاتا بخلاف ان کے جو سفر سے آئیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ اہل مدینہ منورہ ہر وقت آنحضرت خاتم النّبیین ﷺ کی قبر مبارک پر برائے سلام ودعا حاضر نہ ہونے کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔

حضور خاتم النّبیین ﷺ سے سفارش پیش کرنے کا طریقہ

''عَنِ الْعُتْبِيِّ قَالَ: كُنْتُ جَالِساً عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، سَمِعْتُ اللهَ يَقُوْلُ: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّاباً رَحِيماً، قَدْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرَ الذَّنْبِيْ مُسْتَشْفِعاً بِكَ إِلَىٰ رَبِّيْ'' (ابن کثیر تفسیر آیت ۶۴ ص ۵۰۳)

(ترجمہ) عتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ''

میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے اور اگر بے شک وہ لوگ جب کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لئے رسول بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ اس لئے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارشی پیش کرنے آیا ہوں اس کے بعد اس نے دل سے چند اشعار پڑھے اور اظہار عقیدت اور جذبہ محبت کے پھول نچھاور کر کے چلا گیا۔ حضور خاتم النّبیین ﷺ نے عتبی سے خواب میں فرمایا اے عتبی جا کر اس اعرابی سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ اس واقعہ کو متعدد لوگوں نے نقل کیا ہے۔ (ابن کثیر)

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ: ''کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ ﷺ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو، آپ ﷺ کا وجود تو تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ ﷺ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جبھی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں۔'' (آب حیات ص ۴۰)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ واقعہ ذکر کر کے تحریر فرماتے ہیں: ''فَثَبَتَ أَنَّ حُكْمَ الْآيَةِ بَاقٍ بَعْدَ وَفَاتِهِ ﷺ'' پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم حضرت خاتم النبیین ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔

(اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰)

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وَالْعُلَمَاءُ فَهِمُوْا مِنَ الْآيَةِ الْعُمُوْمَ لِحَالَتَيِ الْمَوْتِ وَالْحَيَاةِ وَاسْتَحَبُّوْا لِمَنْ اَتَى الْقَبْرَ أَنْ يَّتْلُوْهَا وَيَسْتَغْفِرَ اللهَ تَعَالٰى وَحِكَايَةُ الْأَعْرَابِيِّ فِيْ ذٰلِكَ نَقَلَهَا جَمَاعَةٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ عَنِ الْعُتْبِيِّ'' علماء نے اس آیت کریمہ سے آپ ﷺ کی زندگی اور موت دونوں حالتوں کا عموم سمجھا ہے اور انہوں نے مستحب قرار دیا ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کی قبر مبارک پر جائے وہ اس کو پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اعرابی کی حکایت اس سلسلے میں ائمہ کرام کی ایک جماعت نے عتبی سے نقل کی ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۱۱)

ان تمام اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر مبارک پر حاضر ہو کر شفاعت و مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے اور حق ہے۔

اس لئے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت عالی میں حاضری جیسے حضور ﷺ کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہوتی تھی یا ہو سکتی تھی بعینہ اسی طرح آج بھی روضہ اقدس ﷺ پر حاضری اسی حکم میں ہے اور اعرابی کا واقعہ حضرت ﷺ کے دفن کے تین دن بعد کا ہے جب کہ ابوبکر و عمر اور تمام حضرات صحابہ کا عہد اور خیر القرون کا زمانہ ہے، مگر کسی صحابی نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی جو اس کے صحیح ہونے کی واضح اور کھلی دلیل ہے اور اس واقعہ کو اتنی کثرت کے ساتھ مؤرخین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے یہ بھی صحت اور قبولیت کی دلیل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قحط سالی اور حضور ﷺ سے بارش طلب کرنے کا واقعہ

''عَنْ مَالِكِ الدَّارِ (وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الطَّعَامِ) قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَجَاءَ رَجُلٌ اِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِسْتَسْقِ اللهَ تَعَالٰى لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا، فَأَتَاهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي الْمَنَامِ، فَقَالَ اِئْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْقَوْنَ، وَقُلْ لَهُ، عَلَيْكَ الْكَيْسَ، الْكَيْسَ۔ فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ، فَبَكٰى عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ لَا آلُوْ اِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ''

(رواہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف ج ۷ ص ۴۸۲، الاصابۃ ابن حجر ج ۱۰ ص ۹ / ۸، البیہقی فی دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۴۷، مصباح الزجاجۃ ص ۳۶، الخلیلی فی الارشاد ج ۱ ص ۳۱۳ و ۳۱۴، الاستیعاب ج ۲ ص ۲۶۴، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۱)

(ترجمہ) مالک الدار (جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے وزیر غذا تھے) سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لوگ قحط میں مبتلاء ہوئے۔ ایک شخص (بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ) حضرت خاتم النبیین ﷺ کی قبر مبارک کے پاس (حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں) گئے اور خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا، کہا: یا رسول اللہ (ﷺ) اللہ تعالیٰ سے اپنے امتیوں کے لئے بارش طلب فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہو چلے ہیں تو خواب میں اس شخص سے حضور خاتم النبیین ﷺ نے ملاقات کی اور فرمایا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جا، اس کو سلام کہہ اور اس کو خبر دے کہ ان پر بارش نازل کی جائے گی اور عمر (رضی اللہ عنہ) سے کہہ دے کہ دانائی پر قائم رہے، دانائی پر قائم رہے تو وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے پھر فرمایا اے میرے رب میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی، مگر جس عمل سے میں عاجز ہو گیا۔

پھر آگے لکھتے ہیں: ''وَرَوَى سَيف فِي الْفُتُوحِ إِنَّ الَّذِي رَأَى الْمَنَامَ الْمَذْكُورَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيُّ أَحَدُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ'' علامہ سیف نے اپنی کتاب فتوح میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے خواب دیکھا تھا، وہ حضرت بلال بن الحارث المزنی صحابی تھے رضی اللہ عنہ۔

واقعہ سے حیات خاتم النبیین ﷺ پر استدلال

''وَمَحَلُّ الْاِسْتِشْهَادِ طَلَبُ الْاِسْتِسْقَاءِ مِنْهُ ﷺ، وَهُوَ فِي الْبَرْزَخِ وَدُعَاءُهُ لِرَبِّهٖ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ غَيْرُ مُمْتَنِعٍ، وَعِلْمِهٖ بِسُؤَالِ مَنْ يَسْأَلُهُ قَدْ وَرَدَ. فَلَا مَانِعَ مِنْ سُؤَالِ الْاِسْتِسْقَاءِ وَغَيْرِهٖ مِنْهُ كَمَا كَانَ فِي الدُّنْيَا''

اور اس سے استدلال یوں ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ برزخ (اور قبر) میں تھے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ سے بارش طلب کرنے کی دعا کی التجاء ہوئی اور اس حالت میں حضور خاتم النبیین ﷺ کا رب تبارک وتعالیٰ سے دعا کرنا کوئی ممتنع امر نہیں ہے اور سوال کرنے والے کے سوال کے علم کے بارے میں دلیل وارد ہوئی ہے۔

لہٰذا آپ ﷺ سے بارش وغیرہ کے طلب کرنے کے سوال میں کوئی مانع نہیں ہیں جیسا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ سے دنیا میں سوال کیا جاتا تھا۔

(حوالہ بالا۔ تسکین الصدور ص ۳۴۸۔ شفاء السقام ص ۱۳۰۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۹۲۔ فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۸)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور امام طبری رحمہ اللہ نے اس واقعہ کے بارے میں لکھا ہے: ''حَتّٰى أَقْبَلَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيُّ فَاسْتَأْذَنَ عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَنَا رَسُولُ رَسُولِ اللهِ إِلَيْكَ، يَقُولُ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ عَهِدْتُكَ كَيِّسًا وَمَازِلْتَ عَلٰى ذٰلِكَ فَمَا شَأْنُكَ؟ قَالَ: مَتٰى رَأَيْتَ هٰذَا؟ قَالَ: الْبَارِحَةَ، فَخَرَجَ فَنَادٰى فِي النَّاسِ اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ'' یہاں تک کہ بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی اور فرمایا کہ میں تمہاری طرف حضور خاتم النبیین ﷺ کا قاصد ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر میں تو تجھے دانا ہی سمجھتا رہا اور تم اسی پر قائم رہے مگر اب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے دعا اور صلاۃ استسقاء ادا نہیں کی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے کب دیکھا: حضرت بلال نے فرمایا کہ گزشتہ شب۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز استسقاء کے لئے نکلے اور لوگوں میں بھی نماز کے لئے جمع ہونے کا اعلان کیا۔ (تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۸، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۷۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان فرمایا: فَإنَّ بِلَالَ بنَ الحَارِثِ یَزْعَمُ ذَیْةَ ذَیْةَ فَقَالُوا صَدَقَ بِلَال " کہ بلال بلاشبہ ایسا اور ایسا خیال کرتا ہے تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ بلال بن الحارث (رضی اللہ عنہ) سچ کہتا ہے۔ (ابن اثیر الکامل ج ۲ ص ۵۵۴، بدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۹، تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۶، تسکین الصدور ص ۳۵۰)

واقعہ سے چند بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں

(۱) یہ واقعہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کی وفات حسرت آیات سے تقریباً سات آٹھ سال بعد پیش آیا۔ اس وقت بکثرت صحابہ کرام موجود تھے۔

(۲) خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کرنے کی التجاء کی تھی وہ ایک جلیل القدر صحابی اور قحط میں امت رحمت ﷺ کی سلامتی و عافیت کے فکر مند تھے۔ نام ان کا بلال بن الحارث ہے۔

(۳) حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ کا عمل قبر شریف پر بخدمت خاتم النبیین ﷺ: "یَا رَسُولَ اللہِ اِستَسقِ اللہَ تَعَالیٰ لِأُمَّتِکَ فَإنَّهُمْ قَدْ هَلَکُوا" یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے امتیوں کے لئے بارش طلب فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہو چلے ہیں۔

ایک صحابی نے حضرت ﷺ کو مخاطب کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ حیات سے ہیں اور درخواست سنتے ہیں اور اس عمل پر کسی ایک صحابی نے نکیر نہیں کی بلکہ صحابہ سے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بلال بن حارث ایسا ایسا خیال کرتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ صَدَقَ بِلَال بلال نے سچ کہا۔ اس میں تمام باتوں کی تصدیق ہوگئی:

(۱) "اِستِشفَاعٌ عِندَ القَبرِ"

(۲) "سِمَاعُ النَّبِيِّ الخَاتَمِ ﷺ"

(۳) "حَیَاةُ النَّبِيِّ الخَاتَمِ ﷺ"

(۴) "عَدَمُ النَّکِیرِ مِنَ الصَّحَابَةِ رِضوَانُ اللہِ عَلَیهِمْ أَجمَعِینَ"

(۵) "تَصدِیقُ الوَاقِعَةِ"

(۶) "وَالقَبُولُ عِندَ جَمَاهِیرِ الصَّحَابَةِ رِضوَانُ اللہِ عَلَیهِمْ أَجمَعِینَ"

(۷) "وَعَمَلُ الصَّحَابَةِ الجَلِیلِ بِلَالِ بنِ الحَارِثِ رَضِيَ اللہُ عَنهُ بَرِیءٌ مِنَ الشِّرکِ"

(۸) "بَل هُوَ حُجَّةُ حَیٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ عِندَ أَهلِ السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ بِإجمَاعِ الصَّحَابَةِ"

(۴) اس واقعے کے بعد حضرت خاتم النبیین ﷺ کو بلال بن الحارث نے جو کہا تھا: "یَا رَسُولَ اللہِ اِستَسقِ اللہَ تَعَالیٰ لِأُمَّتِکَ فَإنَّهُمْ قَدْ هَلَکُوا"

خاتم النبیین ﷺ نے خواب میں آکر حضرت بلال بن الحارث کو ہدایت دی کہ عمر کے پاس جاؤ میرا اسلام کہو (قربان ہزار جان عمر پر نبی کا سلام آیا تم پر) اور بشارت دو کہ: "إنَّهُمْ مُسقَوْنَ" ان پر بارش نازل کی جائے گی۔

بہت ہی آسان اور سہل سی بات ہے کہ ہمارے حضور حیات سے اقویٰ واعلیٰ واکمل واتم متصف ہیں۔ اس لئے بلال رضی اللہ عنہ کی بارش طلب کرنے کی درخواست سنی بھی اور خواب میں جواب بھی عنایت فرما دیا کہ بارش ہوگی۔

کیا یہ تمام باتیں بغیر حیات اور عدم حیات کے ہوئیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دانائی سے کام لینے کی ہدایت یعنی نماز استسقاء اور تضرع و دعا کی طرف رہنمائی فرمانا یہ تمام امور خود حیات النبی ﷺ کی دلیل ہیں۔

(۵) خواب کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو ہدایات ملی تھیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح عمل کیا جس طرح کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ اپنی حیات طیبہ میں ہدایات و ارشادات دیتے تھے۔ اس سچے خواب پر اسی طرح عمل خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا جس طرح حیات میں عمل کرتے تھے اور صحابہ کرام کے سامنے پیش کر کے صاحب خواب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی پرزور تائید و تصدیق ہوگئی۔

عارف زمانہ محقق و محدث رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی واں بھچروان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وَرَوَی الْبَیْھَقِيُّ وَابْنُ أَبِيْ شَیْبَۃَ أَنَّ بِلَالَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جَاءَ إِلٰی قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَسْقِ لِأُمَّتِکَ فَإِنَّھُمْ ھَلَکُوْا، فَأَتَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِي الْمَنَامِ وَأَخْبَرَہُ أَنَّھُمْ یُسْقَوْنَ'' امام بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی قبر مبارک پر آئے اور فرمایا یا رسول اللہ (ﷺ) اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہو چلی ہے۔ آنحضرت خاتم النبیین ﷺ ان کو خواب میں ملے اور ان کو خبر دی کے بارش برسے گی۔ ان شاء اللہ! (تحریرات حدیث ص ۲۵۵)

اس واقعے کو علماء اسلام کے محتاط فقہاء اپنی اپنی مستند کتابوں میں بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ مناسک حج میں، زیارت قبر مبارک اور اِسْتِشْفَاعْ عِنْدَ الْقَبْر اور آنحضرت ﷺ سے طلب مغفرت اور سوال شفاعت کے سلسلہ میں بلا رد و کد اور بلا نکیر نقل کرتے ہیں اور عہد صحابہ سے آج تک اولیاء، عرفاء، اتقیاء، صلحاء، ابرار، اخیار، علماء، محدثین و فقہاء اور تمام اہل ایمان کا اس پر عمل ہے اور قیامت تک اس پر عمل رہے گا اور ہر شخص اپنے عقیدت و محبت کے بقدر اِسْتِشْفَاعْ عِنْدَ الْقَبْر سے اپنے نصیب کا حصہ ضرور پائے گا۔ واللہ اعلم اور جو منکر ہیں وہ سخت غلطی میں ہیں۔

محقق علامہ محمد السندی رحمۃ اللہ علیہ و مسلم استاذ شاہ عبد الغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حیات متفقہ علیہ است ہیچ کس را ردو دے خلافت نیست۔ حضور ﷺ کی حیات ایک متفق علیہ اجماعی مسئلہ ہے کسی کا (اہل حق میں سے) اس میں اختلاف نہیں۔'' (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳)

صاحب مظاہر الحق نواب قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''زندہ ہیں انبیاء علیہم السلام قبروں میں، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی، جسمانی دنیا کی سی ہے۔'' (مظاہر حق ج ۱ ص ۴۴۵)

قطب الارشاد حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''قبر کے پاس'' انبیاء علیہم السلام کی سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔'' (فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰۰)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ: ''إِنَّ حَیَاتَہُ ﷺ فِي الْقَبْرِ لَا یَعْقُبُھَا مَوْتٌ بَلْ یَسْتَمِرُّ حَیًّا'' حضور خاتم النبیین ﷺ کی قبر کی زندگی ایسی ہے کہ دوبارہ اس پر موت نہیں اور خاتم الانبیاء ﷺ اب دائمی طور پر زندہ ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۲ طبع مصر)

حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند: ''جناب رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام بجسد عنصری زندہ ہیں۔ جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔

محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند

محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب صاحب بذل المجہود میں فرماتے ہیں: ''إِنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ كَمَا أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَكُوْنَ فَوْقَ الْأَرْضِ أَوْ تَحْتَ حِجَابِهَا كَمَا لَا فَرْقَ فِي حُضُوْرِهِ وَغَيْبَتِهِ فِي زَمَانِ حَيَاتِهِ، وَلِهٰذِهِ الْعِلَّةِ لَمْ يَذْهَبْ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ۔ یقیناً نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اوپر دکھائی دیں یا زمین میں آرام فرما ہوں (وہ یقیناً زندہ ہیں) جیسا آپ ﷺ کی دنیا کی زندگی میں حضور خاتم النبیین ﷺ کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔

(بذل المجہود شرح ابوداود ج ۲ ص ۱۱۷)

حضور ﷺ حیات ہیں۔ لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے۔ مسجد نبوی ﷺ میں چاہے کتنی ہی پست آواز میں سلام عرض کیا جائے اس کو حضرت خاتم النبیین ﷺ خود سنتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۶)

محدث عظیم علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''يُرِيْدُ بِقَوْلِهِ الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ مَجْمُوْعَ الْأَشْخَاصِ لَا الْأَرْوَاحَ فَقَطْ''

حضور خاتم النبیین ﷺ کے ارشاد کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام روح وبدن کے مجموعہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ ﷺ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے، آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین کو حاصل ہے، بلکہ جسمانی بھی ہے، اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۱۱۹)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری فرماتے ہیں: ''انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کے بارے میں میرا وہی عقیدہ ہے جو اکابر علمائے دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا، وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی، دنیوی بھی ہے اور بے اعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے، ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں بھی کبھی مختلف فیہ نہیں رہا ہے۔ میرے خیال میں ہر صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبی ﷺ کا منکر نہیں ہوسکتا۔ جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ کی حیات بدیہات میں سے ہے۔ (احقر الانام احمد علی عفی عنہ۔ بحوالہ مقام حیات صفحہ ۲۷۰ از علامہ خالد محمود)

حکیم الامت حضرت تھانوی نشر الطیب میں لکھتے ہیں: ''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسد کو کھا سکے، پس اللہ کے نبی زندہ ہوتے ہیں، اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔'' (ابن ماجہ)

برزخی طاعات تکلیفی نہیں تلذذ کے لئے ہیں

فائدہ: پس آپ ﷺ کا زندہ رہنا قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے۔ گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل واقوی ہے۔

بیہقی وغیرہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ ﷺ کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے۔ (نشر الطیب ص ۳۵۰)

مزید فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ بنص حدیث قبر مبارک میں زندہ ہیں۔'' (التکشف ص ۴۲۶)

مزید فرماتے ہیں: ''مدینہ منورہ جانے۔۔۔۔ والا یوں کہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ کیونکہ حضور ﷺ زندہ ہیں۔'' (وعظ التبلیغ نمبر ۳ جمادی الاولی ۱۳۲۷ھ)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتح الملہم فرماتے ہیں: ''اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔'' انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور انہیں ان کے رب کے یہاں سے رزق ملتا ہے۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰)

پھر فرماتے ہیں: ''أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَيٌّ كَمَا تَقَرَّرَ وَأَنَّهُ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ۔'' بے شک حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ زندہ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں اذان واقامت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹)

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے، اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عام مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔''

(سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۳۸۸، حیات نبوی ﷺ ص ۲ مولانا کاندھلوی)

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عارفانہ کلام

حاصل یہ ہوا کہ سرور عالم ﷺ ہر آن مشاہدۂ جمال الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں اور امت کی طرف بھی آپ ﷺ کی توجہ مبذول رہتی ہے۔ نہ استغراق توجہ میں مانع ہوتا ہے اور نہ توجہ استغراق میں۔ یہی وجہ ہے کہ جب امت کا ایک عارف کامل حالت کشف میں محبوب کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے مشرف ہوا تو اس نے سرور عالم ﷺ کو اس حال میں پایا: ''وَرَأَيْتُهُ مُسْتَقِرًّا عَلَى حَالَةٍ وَاحِدَةٍ، مُتَوَجِّهًا إِلَى الْخَلْقِ لَابِسًا لِبَاسَ الْعَظَمَةِ، فَإِذَا تَوَجَّهَ إِلَيْهِ الْإِنْسَانُ الْعَالِي الْهِمَّةِ فَقَطْ، بَلْ كُلُّ ذِي كَبِدٍ يَشْتَاقُ إِلَى شَيْءٍ وَيَتَوَجَّهُ إِلَيْهِ بِقَصْدِهِ وَشَوْقِهِ فَإِنَّهُ يَتَدَلَّى إِلَيْهِ۔ وَرَأَيْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْشَرِحُ انْشِرَاحًا عَظِيمًا لِمَنْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَدَحَهُ۔'' میں نے حضور ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ بندگان الٰہی کی طرف متوجہ تھے، پوری توجہ کے ساتھ، عظمت و بڑائی کا لباس آپ ﷺ کے زیب تن تھا۔ جب کوئی اللہ کا بندہ ذوق وشوق کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا تو میں

نے دیکھا کہ سرور عالم ﷺ اس سے قریب ہو گئے اور میں نے دیکھا کہ جس شخص نے حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجا اور آپ ﷺ کی تعریف کی تو آپ ﷺ اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے۔

یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو عارفوں کے امام اور محدثوں کے سردار ہیں ان کا کشف ہے۔ حضرت نے اپنی مشہور کتاب فیوض الحرمین میں ذکر کیا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ شارح بخاری فرماتے ہیں: ''وَمَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ أَنَّ فِي الْقَبْرِ حَيَاةً وَمَوْتًا فَلَابُدَّ مِنْ ذَوْقِ الْمَوْتَتَيْنِ لِكُلِّ أَحَدٍ غَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ'' (عینی علی البخاری ج ۷ ص ۲۰۱)

پورے اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ قبر میں حیات اور موت یہ دونوں سلسلے ہوتے ہیں۔ پس ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ چکھنے سے چارہ نہیں ماسواء انبیاء علیہم السلام کے (وہ اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں ان پر دوبارہ موت نہیں آتی)

یہ تو عقیدہ تمام اہل سنت والجماعت کا علامہ عینی رحمہ اللہ نے بتلا دیا اور اسی عقیدے پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ پچھلے اوراق میں آپ نے پڑھ لیا اور ہر عہد میں اہل حق کا طبقہ اسی عقیدہ کے تحت حضرت خاتم النبیین علیہ السلام کے روضہ پر حاضری دے کر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کر کے حضرت ﷺ سے فیضیاب ہوتی رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ ان شاء اللہ!

منکرین حیات النبی (ﷺ) آخر کون ہیں؟

علامہ عینی رحمہ اللہ شارح بخاری فرماتے ہیں: ''مَنْ أَنْكَرَ الْحَيَاةَ فِي الْقَبْرِ وَهُمُ الْمُعْتَزِلَةُ وَنَحْوُهُمْ وَأَجَابَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَنْ ذٰلِكَ'' (عینی علی البخاری ج ۷ ص ۲۰۱)

جن لوگوں نے حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ کی قبر کی زندگی کا انکار کیا ہے وہ معتزلہ ہیں اور ان کے ہم عقیدہ ہیں۔ اہل سنت نے ان کے دلائل کے جوابات دیئے ہیں۔

آخری فیصلہ کن بات مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ

فخر المحدثین والفقہاء حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب اعلاء السنن تحریر فرماتے ہیں: ''مَنْ يُنْكِرُ حَيَاتَهُ ﷺ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِي قَبْرِهٖ، كَانَ فُؤَادُهُ فَارِغًا مِنْ حُبِّهٖ وَعَقْلُهُ خَالِيًا مِنْ لُبِّهٖ'' (اعلاء السنن ج ۱ ص ۳۴۹)

جو شخص حضور خاتم النبیین ﷺ کے اپنی قبر شریف میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے، اس کا دل حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ کی محبت سے فارغ ہے اور اس کی عقل بصیرت سے خالی ہے۔

بلا خوف و تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ۱۴۴۱ھ سے اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ ہو، دنیا کے کسی خطے میں اس کا قائل نہیں رہا کہ حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ (اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق نہیں اور حضور خاتم النبیین ﷺ عند القبر صلاۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ کسی اسلامی کتاب میں۔ عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث و تفسیر کی ہو یا شرح حدیث یا فقہ کی ہو یا علم کلام کی ہو یا علم تصوف و سلوک کی ہو یا سیرت کی ہو یا تاریخ کی ہو کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر

نہیں کہ حضور خاتم النّبیین ﷺ کی روح مبارک کا جسم اطہر کے ساتھ کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ حضور ﷺ عند القبر صلاۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ ایک دلیل بھی نہیں لا سکتے۔ (تسکین الصدور ص ۲۸۲)

عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب مجدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وَالَّذِي نَعْتَقِدُ أَنَّ رُتْبَةَ نَبِيِّنَا ﷺ عَلَى مَرَاتِبِ الْمَخْلُوقِينَ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَأَنَّهُ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ حَيَاةً مُسْتَقِرَّةً أَبْلَغَ مِنْ حَيَاةِ الشُّهَدَاءِ الْمَنْصُوصِ عَلَيْهَا فِي التَّنْزِيلِ، إِذْ هُوَ أَفْضَلُ مِنْهُمْ بِلَا رَيْبٍ، وَأَنَّهُ يَسْمَعُ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ'' (اتحاف النبلاء ص ۴۱۵ مطبوعہ کانپور)

ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلیٰ ہے اور یہ کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن پاک میں منصوص ہے، بہت بالا ہے۔ کیونکہ حضور خاتم النّبیین ﷺ ان سے بلا ریب افضل ہیں اور حضور خاتم النّبیین ﷺ اپنے روضہ اطہر میں سلام کرنے والوں کے سلام کو خود سنتے ہیں۔

روضہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی سعادت

یہ واقعہ مدینہ منورہ کی تاریخ کی تقریباً تمام کتب میں موجود ہے، اس کا ذکر شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب تاریخ مدینہ میں تین بڑی سازشوں کے ساتھ کیا ہے، جس میں سے یہ واقعہ سب سے مشہور ہے، علامہ سمہودی رحمہ اللہ وفاء الوفاء میں واقعہ تحریر فرماتے ہیں: ''ایک رات نماز تہجد کے بعد سلطان نور الدین زنگی نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم خاتم النّبیین ﷺ کی دو سرخی مائل رنگت کے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے سلطان سے کہہ رہے ہیں کہ أَنْجِدْنِي، أَنْقِذْنِي مِنْ هٰذَيْنِ۔ مجھے ان کے شر سے بچاؤ، سلطان گھبرا کر اٹھا، وضو کیا، نفل ادا کئے اور پھر اس کی آنکھ لگ گئی۔ پھر حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی زیارت ہوئی اور وہی حکم ملا۔ اس طرح ایک رات میں تین بار ہدایت ملی کہ ان دونوں کے شر سے بچاؤ۔

سلطان نے اپنے وزیر جمال الدین موصلی کو جو نہایت نیک وصالح تھا تذکرہ کیا تو وزیر صالح نے کہا پھر آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ اس خواب کا کسی سے ذکر نہ کریں اور فوراً مدینہ منورہ روانہ ہو جائیں۔ اگلے روز سلطان نے بیس مخصوص افراد اور بہت سے تحائف کے ساتھ مدینہ منورہ کے لئے کوچ کیا اور سولہویں روز شام کے وقت مدینۃ النبی ﷺ میں پہنچ گیا۔ سلطان نے روضہ رسول پر خدمت اقدس ﷺ میں حاضری دی اور مسجد نبوی خاتم النّبیین ﷺ میں بیٹھ گیا۔ اعلان کیا کہ اہل مدینہ منورہ مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ جائیں۔ جہاں سلطان ان میں تحائف تقسیم کرے گا۔ اہل مدینہ آتے گئے اور سلطان ہر آنے والے کو باری باری تحفہ دیتا رہا۔ اس دوران وہ ہر شخص کو غور سے دیکھتا رہا، لیکن وہ چہرے نظر نہ آئے جو ایک رات میں تین بار خواب میں حضرت خاتم النّبیین ﷺ نے دکھلائے تھے۔ سلطان نے پوچھا کیا مدینہ منورہ کا ہر باشندہ ومقیم مجھ سے مل چکا ہے؟ جواب ملا ہاں مل چکا ہے۔ سلطان کو یقین تھا کہ کچھ لوگ نہیں ملے اس لئے پھر شدت سے پوچھا کیا آپ حضرات کو یقین ہے کہ ہر شخص جو اہل مدینہ ہے یا مدینہ منورہ میں مقیم ہیں، مجھ سے مل چکے ہیں؟ اس بار حاضرین نے جواب میں کہا، سوائے دو آدمیوں کے۔ راز فاش ہو چکا تھا۔ سلطان نے پوچھا وہ کون ہیں؟ اور اپنا تحفہ لینے کیوں نہیں آئے۔ جواب ملا کہ وہ لوگ مراکش کے ہیں، صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند ہیں، وہ دو متقی و پرہیز گار باشندے ہیں۔ دن رات رسول کریم خاتم النّبیین ﷺ پر درود

وسلام بھیجتے ہیں اور ہر ہفتے مسجد قباء جاتے ہیں۔ فیاض اور مہمان نواز ہیں کسی کا دیا نہیں لیتے۔ سلطان نے کہا سبحان اللہ! اور حکم دیا کہ ان دونوں کو بھی اپنے تحائف وصول کرنے کے لئے فوراً بلایا جائے۔ جب انہیں خصوصی پیغام ملا تو کہا الحمد للہ! ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے اور ہمیں کسی تحفے تحائف یا خیر وخیرات کی حاجت نہیں یہ جواب سلطان تک پہنچایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ ان دونوں کو فوراً حاضر کیا جائے۔ حکم کی فوری تعمیل ہوئی۔ ایک جھلک ان کی شناخت کے لئے کافی تھی۔ تاہم سلطان نے اپنا غصہ قابو میں رکھا اور پوچھا۔ تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟ اس دشمن رسول ﷺ نے کہا ہم مراکش کے رہنے والے ہیں، حج کے لئے آئے تھے اور اب روضہ رسول ﷺ کے سائے میں زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ سلطان نے سختی سے کہا۔ کیا تم نے جھوٹ بولنے کی قسم کھا رکھی ہے؟ اب وہ چپ رہے، سلطان نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ کہاں رہ رہے ہیں؟

بتایا گیا کہ یہ روضہ نبوی ﷺ کے بالکل قریب ایک مکان میں جو مسجد نبوی ﷺ کے جنوب مغرب میں دیوار کے ساتھ تھا، سلطان فوراً اٹھا اور انہیں ساتھ لے کر اس مکان میں داخل ہوگیا۔ سلطان مکان میں گھومتا پھرتا رہا، اچانک نئے اور قیمتی سامان سے بھرے ہوئے اس مکان میں اس کی نظر فرش پر پڑی ہوئی ایک چٹائی پر پڑی، نظر پڑنی تھی کہ دونوں مراکشی باشندوں کی ہوائیاں اڑ گئیں، سلطان نے چٹائی اٹھائی، اس کے نیچے ایک تازہ کھدی ہوئی سرنگ تھی، سلطان نے گرج کر کہا کیا اب بھی سچ نہ بولو گے؟

ان کے پاس سچ کے سواء کوئی چارہ نہ تھا۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ وہ مسیحی ونصرانی ہیں اور ان کے حکمراں نے انہیں بہت سامان وزر اور ساز وسامان دے کر حاجیوں کے روپ میں مراکش سے اس منصوبے پر حجاز بھیجا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح رسول کریم خاتم النبیین ﷺ کا جسد اقدس روضہ مبارک سے نکال کر لے آئیں۔

اس ناپاک منصوبے کی تکمیل کے لئے انہوں نے حج کا بہانہ کیا اور اس کے بعد روضہ رسول ﷺ سے نزدیک ترین جو مکان کرائے پر مل سکتا تھا۔ وہ لے کر اپنا مذموم کام شروع کر دیا، ہر رات وہ سرنگ کھودتے جس کا رخ روضہ مبارک کی طرف تھا اور ہر صبح خود ہی مٹی چمڑے کے تھیلے میں بھر کر جنت البقیع لے جاتے اور اسے قبروں پر بکھیر دیتے، انہوں نے بتایا کہ ان کی ناپاک مہم بالکل آخری مراحل میں تھی کہ ایک رات موسلا دھار بارش کے ساتھ ایسی گرج چمک ہوئی جیسے زلزلہ آ گیا ہو اور جب کہ ان کا کام پایہ تکمیل کو پہنچنے والا تھا تو سلطان نہ جانے کیسے مدینے پہنچ گئے، سلطان ان کی گفتگو سنتے جاتے اور روتے جاتے اور ساتھ ہی فرماتے جاتے کہ میرا نصیب!!! کہ پوری دنیا میں سے اس خدمت کے لئے اس غلام کو چنا گیا۔

سلطان نور الدین زنگی نے حکم دیا کہ ان دونوں کو قتل کر دیا جائے اور روضہ مبارک کے گرد ایک خندق کھودی جائے اور اسے پگھلے ہوئے سیسے سے پاٹ دیا جائے تا کہ آئندہ کوئی بدبخت ایسی مذموم حرکت کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے۔ مذکورہ بالا واقعہ ۵۵۸ھ مطابق ۱۱۴۲ء کا ہے۔

اس واقعہ کو علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف وفاء الوفا باخبار دار المصطفی ﷺ میں تفصیل سے لکھا ہے، وہاں مراجعت کی جا سکتی ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۸۷-۱۸۵)

مسجد نبوی میں بدعقیدہ لوگوں کو دھنسانے کا واقعہ

خدام النبی ﷺ شیخ شمس الدین صواب اللمطی رحمۃ اللہ علیہ خود اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اس واقعہ کو بھی علامہ سمہودی وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی ﷺ میں بیان کرتے ہیں۔ شیخ شمس الدین صواب ایک متقی پرہیزگار اور رحم دل، فقراء مساکین پر بے حد خرچ کرنے والے اور رقیق القلب اور شفیق و مہربان شخص تھے۔ روضہ اقدس کے خدام میں سے تھے۔ واقعہ یوں بیان کرتے ہیں: ''روافض وشیعہ، حلب کی ایک جماعت والیٔ مدینہ منورہ کے پاس آئی اور اسے بہت زیادہ مال و دولت دے کر اس پر آمادہ کرلیا کہ وہ انہیں رات کے وقت حجرہ شریف تک بازیابی دے۔ تاکہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجساد مطہرہ کو وہاں سے نکال لے جائے۔ امیر مدینہ منورہ نے دربان کو طلب کر کے حکم دے دیا کہ رات میں جب کوئی آئے اور مسجد کا دروازہ کھولنے کو کہے تو کھول دینا اور وہ لوگ جو بھی کریں تم اس میں رکاوٹ نہ ڈالنا، نہ ہی کسی طرح کی مزاحمت اور مداخلت کرنا۔ خدام النبی ﷺ سمع وطاعت بجالائے کہ جب وہ لوگ آئیں گے اور حرم نبوی ﷺ کا دروازہ کھلوائیں گے تو کھول دیں گے اور انہیں کسی بات سے منع نہ کریں گے۔

شمس الدین صواب کا کہنا ہے کہ جب عشاء کی نماز ہو چکی اور تمام دروازے بند ہو گئے مسجد کا وہ دروازہ جو امیر کے دروازے کے سامنے تھا باب السلام کے قریب کھٹکھٹانے کی آواز آئی تو میں نے دروازہ کھول دیا تو یکے بعد ایک چالیس افراد مسجد خاتم النبیین ﷺ میں داخل ہو گئے اور ان کے ساتھ کھودے۔ گرانے کے تمام سامان اور روشنی کے لئے شمع و چراغ بھی تھے۔ میں دروازہ کھول کر حجرہ انور کے خلف میں بیٹھ کر رونے لگا اور میرے آنسو تھمتے نہ تھے۔

''فَوَ اللّٰہِ مَا وَصَلُوا الْمِنْبَرَ حَتّٰی ابْتَلَعَتْھُمُ الْأَرْضُ جَمِیْعَھُمْ بِجَمِیْعِ مَا کَانَ مَعَھُمْ مِنَ الْآلَاتِ وَلَمْ یَبْقَ لَھُمْ أَثَرٌ''

اللہ کی قدرت۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کہ وہ ابھی منبر شریف کے برابر بھی نہ پہنچے تھے کہ تمام کے تمام کو زمین نگل گئی یعنی زمین میں دھنس گئے اپنے سب آلات و سامان کے ساتھ اور ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

والیٔ مدینہ منورہ جو بدعقیدہ اور منافق تھا انجام کار کا منتظر تھا۔ جب ان کی سازش اور خبر ملنے میں تاخیر ہوئی تو اس نے مجھے بلایا اور حال احوال معلوم کیا کہ کیا وہ لوگ نہیں آئے تھے؟ میں نے کہا آئے تھے۔ مگر زمین پھٹی اور سب کے سب نوالہ بن گئے۔ جو میں نے دیکھا سب سچ و صحیح سنا دیا۔ امیر نے کہا کہ کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے، کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے کہا: ''قُمْ، فَانْظُرْ، ھَلْ تَرٰی مِنْھُمْ بَاقِیَۃً أَوْ لَھُمْ أَثَرًا؟ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۸۹)

امیر خود جا کر دیکھ لیں کیا ان میں کا کوئی باقی ہے یا ان کے آثار۔ یعنی سامان جو لائے تھے کھودنے وغیرہ کے ان کے ساتھ ساتھ ان کو زمین نے لقمہ عذاب و عقاب بنا لیا۔ البتہ ان کے دھسنے کے کچھ آثار اور ان کے کپڑوں کے بعض نشان ابھی بھی باقی ہیں۔

ایک حقیقت جو یاد رکھنی چاہئے

قرآن مجید یا احادیث مبارکہ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے مناقب و مراتب امتیازات و خصوصیات یا اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو ممیزات حضرت ﷺ کی ذات و صفات کو عطاء ہوئے ہیں وہ تمام کی تمام اکمل و اعلیٰ، اتم و اولیٰ، جس طرح حیات میں حاصل تھیں وہ سب کی سب ارفع اور اقوی تر ابھی بھی حاصل ہیں، ان میں سے کوئی بھی صفت صفات کمال سے آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوئی ہیں اور نہ کبھی ہوں گی بلکہ ان کمالات کا بدرجہ

اتم اب حضور خاتم النّبیین ﷺ کو مشاہدات کا مقام حاصل ہے اور یہی ہمارا ذوق ایمان ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ اس حقیقت کو نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں کو مختلف سوالات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النّبیین ﷺ کو قرآن میں فرمایا:

(۱) ''وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس (المائدۃ:۶۷) ''اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

(۲) ''وَإِن یُرِیدُوا أَن یَخْدَعُوکَ فَإِنَّ حَسْبَکَ اللّٰہُ، ھُوَ الَّذِي أَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِینَ (الانفال:۶۲) ''اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے اور وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی غیبی امداد (ملائکہ) اور (ظاہری امداد) مسلمانوں سے قوت دی۔

(۳) ''یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِینَ (الانفال:۶۴) ''اے نبی! آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا ہے (وہ کافی ہے)

(۴) ''اِلَّا رَحْمَۃً مِّن رَّبِّکَ، إِنَّ فَضْلَہٗ کَانَ عَلَیْکَ کَبِیْرًا (بنی اسرائیل:۸۷) ''مگر آپ کے رب ہی کی رحمت ہے۔ بے شک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔

(۵) ''وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیلًا (بنی اسرائیل:۶۵) ''اور آپ کا رب کافی کارساز ہے۔

(۶) ''وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیلًا (الاحزاب:۳، ۴۸) ''اور اللہ کافی کارساز ہے۔

(۷) ''یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا (الاحزاب:۴۵) ''اے نبی! ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں۔

(۸) ''إِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیمًا (الاحزاب:۵۶) ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

(۹) ''وَمَن یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیمًا (الاحزاب:۷۱) ''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

(۱۰) ''یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللّٰہَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ (محمد:۳۳، النساء:۵۹)''

(۱۱) ''قُلْ أَطِیعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُولَ (آل عمران:۳۲، ۱۳۲)''

(۱۲) ''وَأَطِیعُوا اللّٰہَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ (المائدۃ:۹۲)''

(۱۳) ''وَأَطِیعُوا اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ (الانفال:۱، ۲۰، ۴۶، المجادلہ:۵۸) ''اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو۔

(۱۴) ''إِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِینَ (یٰسین:۳)''

(۱۵) ''وَمَنْ یَعْصِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ (النساء:۱۶، الاحزاب:۳۶، الجن:۲۳)''

(۱۶) ''إِنَّ الَّذِینَ یُؤْذُونَ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ وَأَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِینًا (الاحزاب:۵۷) ''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۱۷)"مَن یُحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ فَأَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیھَا (التوبہ:۶۳)" جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو ایسے شخص کو دوزخ کی آگ نصیب ہوگی وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔

(۱۸)"إِنَّ الَّذِینَ یُحَادُّونَ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ (المجادلہ:۵، ۲۰)" بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں۔

(۱۹)"إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِینَ یُحَارِبُونَ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ (المائدۃ:۳۳)" جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔

(۲۰)"فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ (البقرۃ:۲۷)" تو (اشتہار) سن لو جنگ اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے۔

یہ چند مثالیں قرآن مجید سے آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں کیا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان اور خواہ کتنا ہی کمزور ہو اعمال میں یہ جرأت وجسارت کرسکتا ہے کہ یہ کہہ دے کہ مذکورہ مثالوں میں ایک آیت بھی ایسی ہو جو حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیات طیبہ میں تو صحیح تھی اور اب حضور خاتم النبیین ﷺ نے رفیق اعلیٰ میں تشریف فرما ہیں۔ لہٰذا جو حکم حضور ﷺ کی حرمت وعظمت یا اطاعت واتباع کا آپ ﷺ کی حیات میں تھا نہ رہا۔ معاذ اللہ! اللہ کی امان وپناہ۔

موت سے صفت نبوت اور حیات سلب نہیں ہوتی

اس لئے پہلے عرض کر دیا گیا تھا کہ موت ووفات سے صفت نبوت زائل وختم نہیں ہوتی۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی موت ووفات سے حیات سلب نہیں ہوتی۔ عام لوگوں کی موت حیات کو ختم کر دیتی ہے زائل کر دیتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی وفات حیات کو چھپا لیتی ہے۔ ساتر حیات ہے جب کہ عام لوگوں کی موت مزیل حیات ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی وفات اور موت ظاہری ہے۔ جس کے اندر باطن میں ان کی حیات چھپی ہوتی ہے۔ اسی طرح جس طرح سورج نکلا ہو اور بادل سامنے آکر پورے سورج کو چھپا لیتا ہے۔ ظاہر بینوں کو حیات نظر نہیں آتی۔ نظر نہ آنا یہ ہماری کمزوری ہے۔ جس کا باطن روشن اور اہل بصیرت ہیں ان پر واضح ہے۔ حاصل یہ کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی وفات یا موت ان کی حیات وزندگی کے لئے ساتر ہے۔ رافع حیات اور دافع حیات نہیں۔ بلکہ موت کے وقت انبیاء کرام کی حیات اور بھی شدید ہو جاتی ہے۔ موت انبیاء کرام اور موت عوام میں ایسا فرق ہے جیسا کہ شمع یا سر چراغ کو کسی ہنڈیا میں رکھ کر اوپر سر پوش رکھ دینے میں اور شمع اور چراغ گل ہو جانے میں فرق ہے، گل ہو جانے میں نور زائل ہو جاتا ہے اور ہنڈیا میں رکھ کر سر پوش رکھ دینے سے نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا۔ بلکہ سر پوش رکھ دینے سے تمام شعاعیں باہر سے سمٹ کر اس ظرف میں آجاتی ہیں۔ بلکہ خود شعلہ چراغ میں سما جاتا ہے۔ جس سے وہ نور اور شدید ہو جاتا ہے، بس عام مومنین کی موت سے ان کی حیات کا نور بالکل زائل ہو جاتا ہے۔

اور انبیاء کرام علیہم السلام کی موت سے ان کی حیات کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا اگرچہ ظاہر نظر میں فرق نہ معلوم ہو۔ شمع اور چراغ گل ہو جانے یا کسی ظرف میں رکھ دینے کی وجہ سے اس کا نور مستور ہو جائے باعتبار مکان کے اندھیرا دونوں صورتوں میں برابر ہے۔ (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۱۵۰)

اصل کی طرف واپسی

قارئین! آپ کے سامنے قرآن مجید سے بیس (۲۰) آیات پیش کی گئی ہیں ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت کا حکم بندوں کو دیا ہے۔ تو جس طرح وہ حکم حضرت خاتم النبیین ﷺ کی حیات مبارک میں تھا اب بھی ہے اور قیامت تک وہ حکم باقی رہے گا۔ ایسا قطعاً نہیں ہے کہ کوئی حکم اطاعت ختم ہو گیا ہو یا معصیت کی اجازت مل گئی ہو۔ آخر اس کی حکمت کیا ہے۔

شروع میں ہی اشارہ کر دیا گیا تھا اور وعدہ بھی کیا گیا تھا کہ بعد میں اس کی تفصیل بیان کر دی جائے گی۔ اس وقت آپ کے سامنے بس ایک واقعہ بطور شہادت کے پیش ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کو (المائدہ:۱) پر جو لکھی گئی ہے فرمایا: ''وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ''

یہ عصمت آپ ﷺ کی جس طرح پوری حیات میں ہوئی اور کتب سیرت میں بے شمار واقعات موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت وحراست اور عصمت، نگاہ ربوبیت میں کی، اور رفیق اعلیٰ میں تشریف لے جانے کے بعد جسد اطہر، انور، اقدس، اطیب، اجلی، احلی، احسن کی حفاظت کے لئے نورالدین زنگی کو شام سے بلوایا گیا۔ جس کو علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں لکھا ہے، جو حیات کی کھلی دلیل ہے۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی محبت میں زبان کٹنا اور خاتم النبیین ﷺ کا جوڑ دینا

حضرت یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھے صحیح سند کے ساتھ پہنچا ہے اور اس زمانے میں بہت مشہور ہوا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ عارف باللہ شیخ ابن الزعب یمنی کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے اوّل حج ادا کرتے اور پھر زیارت روضۂ اقدس ﷺ کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ دربار نبوی ﷺ کی حاضری کے وقت والہانہ اشعار وقصیدہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اور صاحبین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھ کر روضۂ اقدس ﷺ کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حسب عادت قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی بدعقیدہ ان کے پاس آیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجئے۔

حضرت شیخ ابن الزعب رحمۃ اللہ علیہ نے از روئے تواضع اور احترام مدینہ منورہ ﷺ اور اتباع سنت رسول خاتم النبیین ﷺ دعوت قبول فرمالی۔

شیخ کو اس بات کا بالکل وہم وگمان اور قطعاً اس کا علم نہ تھا کہ دعوت دینے والا بدعقیدہ رافضی ہے اور حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی میری زبان سے روضۂ اقدس پر مدح وتعریف سے ناراض ہے اور اس کے دل میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے لئے بغض وعداوت کی آگ جل رہی ہے، شیخ حسب وعدہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے، مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دو حبشی غلاموں کو اشارہ کیا، جن کو پہلے سے تیار کر رکھا تھا اور ساری منافقانہ حرکت سمجھا رکھی تھی۔

وہ دونوں حبشی غلام اس اللہ کے ولی کو لپٹ گئے اور زمین پر پٹخ کر منہ سے زبان نکال کر کاٹ ڈالی، جس کام پر حبشی غلام متعین تھے اور اس رافضی نے دعوت بھی اسی مقصد کے لئے کی ہوئی تھی، اس کے بعد اس رافضی بدعقیدہ کمبخت نے شیخ سے کہا: جاؤ یہ زبان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پاس لے جاؤ جن کی مدح وثنا میں تمہاری زبان گنگناتی تھی اور ترنم کے ساتھ زمزلہ سے لذت لیتی تھی، جاؤ وہ تمہاری زبان جوڑ دیں گے؟ شیخ اپنی کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لئے ہوئے، خون سے منہ بھرا ہوا ہے، روضہ اقدس پر خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنسوؤں کے نذرانہ عقیدت کے ساتھ حال دل، داستان غم کہہ سنایا، نڈھال تو تھے ہی، اسی حال میں آنکھ لگ گئی، نصیب وبخت بیدار ہو گیا۔

رحمت دوعالم، فخر کائنات، خاتم النبیین ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور سید دو عالم ﷺ کے ہمراہ وساتھ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی بھی زیارت نصیب ہوئی اور کیوں نہ ہوتی کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی مدح وثنا میں یہ سب کچھ ہوا تھا اور ہمارے حضور خاتم النبیین ﷺ اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اس واقعہ کی وجہ سے غمگین نظر آئے۔ حضرت فخر کائنات، رحمۃ للعالمین، سید عالم، شفیع اعظم ﷺ نے شیخ کے ہاتھ سے کٹی ہوئی زبان اپنے دست اقدس، اطہر وانور، اطیب ومبارک میں لے لی اور شیخ کو قریب کر کے منہ کھول کر زبان ان کے جہاں سے کٹی ہوئی تھی وہیں پر لگا دی، رکھ دی۔

شیخ جب خواب سے بیدار ہوئے تو زبان بالکل صحیح سالم اور درست وسلامت اپنی جگہ لگی ہوئی تھی اور کسی بھی طرح یہ محسوس نہ ہوا کہ حادثہ ہوا تھا۔

زندہ نبی ﷺ کے دست مبارک سے شفاء نہ ملے گی تو اور کہاں امید کی جاسکتی ہے؟

حیات النبی کا عقیدہ یہی تو ہے کہ جو بے جان چیز بھی ان کے دست مبارک میں اور ان کی جناب میں پہنچ جاتی ہے اس کو حیات ہی حیات مل جاتی ہے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ جس ذات عالی وگرامی ﷺ سے دوسروں کی بے جان چیز کو حیات وزندگی نصیب ہوتی ہے، وہ ذات اقدس واطہر خود حیات کے کس اعلیٰ واقوی مراتب بالاتر پر ہوگی۔ صلّی اللہ علیہ وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا کثیرًا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّینَ عَدَدَ خَلْقِکَ وَمِدَادَ کَلِمَاتِکَ وَزِنَۃَ عَرْشِکَ وَرِضَا نَفْسِکَ وَعَدَدَ تَنَفُّسِ کُلِّ نَفْسٍ وَعَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی بِعَدَدِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی کُلَّ آنٍ وَزَمَانٍ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ، آمین!

شیخ کی زبان کا صحیح وسلامت ہو جانا، دربار نبوت سے زبان کو حیات مل جانے کا یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر اپنے وطن واپس چلے گئے۔

شیخ ابن الرغب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان تراشنے والا بندر بنا دیا گیا

دوسرے سال پھر حج کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حسب معمول وعادت، ذوق وشوق اور وفور محبت وعقیدت، انبساط وانشراح کے ساتھ روضہ اقدس پر حضرت خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ قدسی میں حاضر ہو کر قصیدہ مرثیہ خاتم النبیین ﷺ کی جناب میں پیش کر کے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے دعوت طعام قبول کرنے کی درخواست پیش کی۔ شیخ نے پھر تَوَکُّلاً عَلَی اللّٰہِ قبول فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ تشریف لے گئے، وہی راستہ وہی پرانی گلی ومحلہ اور

وہی مکان، جس میں سال گزشتہ ان کے ساتھ حادثہ پیش آیا تھا، دل ہی دل میں نامعلوم کیا کیا باتیں آتی ہوں گی۔

تاہم مدینۃ الرسول اور النبی الخاتم ﷺ میں حق تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے مکان میں داخل ہو گئے، اس شخص نے نہایت عزت واحترام کے ساتھ استقبال کیا اور بٹھایا اور پر تکلف کھانے کھلائے، کھانے کے بعد یہ نوجوان شیخ کو ایک کوٹھری میں لے گیا، جو مکان کے اندر تھا، شیخ نے دیکھا کہ وہاں ایک بندر بیٹھا ہوا ہے۔

صاحب خانہ داعی نوجوان شیخ سے پوچھنے لگا کہ آپ جانتے ہیں یہ بندر کون ہے؟ شیخ نے جواب دیا نہیں مجھے کیا معلوم کون سا بندر ہے؟ نوجوان نے عرض کیا یہ وہی بدبخت وکمبخت، بدعقیدہ رافضی ہے جس نے آپ کو دعوت کے بہانے تقیہ کر کے کھانے پر مدعو کیا تھا اور پھر حبشی غلام کی مدد سے آپ کی زبان کو جو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی شان میں مدحیہ قصیدہ پڑھتی تھی، اس کو تراشا تھا اور قطع کر کے آپ کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ حق تعالیٰ نے اسے بندر کی صورت میں مسخ کر کے اس ذلت ورسوائی میں ڈال دیا ہے اور یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں۔

اس واقعہ سے واضح طور پر حیات رحمت کائنات ﷺ پر روشنی پڑتی ہے کہ شیخ روضہ اقدس ﷺ پر حاضر ہوئے۔ کیونکہ حضرت ﷺ کا جسد مبارک روح کے ساتھ قبر شریف میں حیات کی لازوال صفت سے متصف ہے اور شیخ نے اپنے غم کی داستاں بھی بزبان حال حضرت کی ذات عالی وگرامی ﷺ کو سنائی، جو روح مع الجسد ہے اور حضرت کی ذات اقدس نے اپنے دست مبارک سے ان کی زبان کو منہ میں جوڑ دیا۔ یہ عمل بھی روح کا تنہا نہیں اسی جسد اطہر ﷺ کے دست مبارک کا ہے جو روح مع الجسد ہے۔

اس واقعہ اور اس جیسے بے شمار واقعات سے حضرت خاتم النبیین ﷺ کی حیات وزندگی جو روضہ اقدس میں آپ کو حاصل ہے اس پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو برا کہنے والا مسخ ہو کر بندر ہو گیا

امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب دلائل النبوۃ میں بیان کیا کہ ایک ثقہ آدمی نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن جا رہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص کوفہ کا تھا وہ بدعقیدہ رافضی تھا جو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا۔ ہم ہر چند کے اسے اس گندی حرکت سے منع کرتے تھے مگر وہ بدعقیدہ وبدباطن رافضی نہ مانتا تھا۔ نا ہی اس بدکلامی سے باز آتا تھا، جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے تو ایک جگہ ہم نے پڑاؤ ڈالا اور سو گئے اور جب کوچ وروانگی کا وقت آیا تو ہم سب نے اٹھ کر وضو کیا اور اس شخص کو بھی جگایا۔

وہ اٹھ کر کہنے لگا افسوس میں تم سے جدا ہو کر اسی منزل میں رہ جاؤں گا۔ ابھی میں نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے کہ سید عالم خاتم النبیین ﷺ فرما رہے ہیں کہ اے فاسق تو اس منزل میں مسخ ہو جائے گا۔ ہم نے کہا کہ وضو کر، اس نے اپنے پاؤں سمیٹے تو ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے اس کا مسخ ہونا شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے دونوں پاؤں بندر کے سے ہو گئے، پھر گھٹنوں تک، پھر کمر تک، پھر سینہ تک، پھر منہ تک مسخ پہنچا اور وہ بالکل بندر بن گیا۔

ہم نے اس کو پکڑ کر اونٹ پر باندھ لیا اور وہاں سے روانہ ہوئے اور غروب آفتاب کے وقت ایک جنگل

میں پہنچے، وہاں چند بندر پہلے سے جمع تھے اس نے جب ان بندروں کو دیکھا تو رسی تڑوا کر ان بندروں میں جا ملا۔ نعوذ باللہ۔ الصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین والسلام علی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔ (دینی دسترخوان ج ۳ ص ۲۶۱)

خاتم النبیین ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والے کے لئے قتل کا حکم فرمایا

امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے کہ ایک نہایت نیک و صالح آدمی نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور تمام لوگ حساب و کتاب کے لئے بلائے جا رہے ہیں، میں پل صراط کے قریب پہنچا اور گزر گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ حوض کوثر پر کھڑے ہیں، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما لوگوں کو آب کوثر پلا رہے ہیں میں نے بھی پانی مانگا تو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے انکار کر دیا۔ پس میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ انہوں نے مجھے آب کوثر نہیں پلایا۔ حضور ﷺ آپ ارشاد فرما دیجئے کہ وہ مجھے پانی پلا دیں، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تیرا ایک پڑوسی اور ہمسایہ ہے جو علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا، سب و شتم کرتا ہے اور تو اس کو منع نہیں کرتا۔

میں نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کو روک سکوں، وہ قوی ہے مجھ کو مار ڈالے گا۔ اس پر حضرت محمد ﷺ نے مجھ کو ایک چھری عنایت فرمائی اور فرمایا کہ جا اس کو اس سے ذبح کر دے، میں نے خواب میں ہی اس کو ذبح کر دیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اس کو قتل کر ڈالا ہے۔ تب حضور خاتم النبیین ﷺ نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اس کو پانی پلا دو۔

حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: اُخْرُجْ یَا کَلْبُ، تو وہ کتا ہو گیا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار فی اسرار الابرار میں اپنے ساتھ بیتا ہوا ایک واقعہ لکھے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جب مدینہ منورہ میں علم حدیث سے فارغ ہوئے تو حضرت خاتم النبیین ﷺ نے خواب میں ارشاد فرمایا۔ ہندوستان چلے جاؤ اور وہیں علم حدیث کی اشاعت کرو، تا کہ وہاں کے لوگوں کو فیض پہنچے۔ شیخ نے حضرت ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ بغیر حضوری آستانہ مبارک میری زندگی کیسے کٹے گی۔ حکم ہوا پریشان مت ہو، رات کو مراقب ہو کر بیٹھا کرو، ہمارے پاس پہنچ جایا کرو گے، تم کو ہر رات زیارت ہوا کرے گی۔ شیخ اس ارشاد کے بعد مطمئن ہو گئے۔

جب ہندوستان آنے لگے تو حضرت خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ خاکساران ہند پر نظر رکھنا، اس کا شیخ پر بڑا اثر ہوا، شیخ جب ہندوستان تشریف لے آئے تو ان کا معمول بن گیا جہاں بھی جاتے تو معلوم کرتے کہ یہاں کوئی اللہ والا ہے تو اس کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک بار وہ دکن تشریف لئے، اور وہاں شیخ عبدالوہاب مندوی رحمۃ اللہ علیہ سے استدراج کے موضوع پر گفتگو ہوئی کہ گمراہ اور بددین اور بدعتیوں کو بھی بسا اوقات ایسی چیز حاصل ہو جاتی ہے، جس سے وہ اہل حق کو دھوکہ دے کر گمراہ کرتے ہیں اور اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد دکن کے ایک اور شہر میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں شہر کے قاضی عبدالعزیز نامی شافعی المذہب سے معلوم کیا کہ یہاں کوئی درویش اللہ والا ہے تو ملوں۔

قاضی صاحب نے بتلایا کہ فلاں جگہ ایک شخص اہل باطن فقیر سے مشہور ہے ان کے مریدین بھی ہیں مگر میں ان کی خلاف شرع باتوں سے خوش نہیں ہوں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ظہر کے وقت اس فقیر کے پاس پہنچ گئے۔ دیکھتے ہی اس نے کہا مولوی عبدالحق آپ کا بڑا انتظار تھا میں بیٹھ گیا مزاج پرسی کے بعد فقیر نے صراحی سے جام یعنی شراب نکالا اور خود پیا اور ایک پیالہ مجھے دیا۔ میں نے کہا میں آپ کو منع نہیں کرتا مگر میں نہیں پی سکتا کہ یہ حرام ہے اس معمولی استدراج والے فقیر نے تین بار پیالہ میری طرف بڑھایا اور کہا پی لو ورنہ پچھتاؤ گے۔

جب رات کو مراقب ہوا تو دیکھا کہ جہاں خیمہ دربار رسول خاتم النبیین ﷺ نصب ہے اس سے سو قدم پہلے وہ فقیر لٹھ لئے کھڑا ہے۔ ہر چند میں آگے جانا چاہتا ہوں لیکن اس فقیر نے نہ جانے دیا۔ مجبوراً واپس آ گیا۔ صبح پھر اس فقیر کے پاس چلا گیا، پھر اس نے جام وشراب پیش کیا، میں نے کہا میرے لئے حرام ہے اور تیرے حکم سے اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ماننا افضل ہے۔ فقیر نے کہا پی لے ورنہ پچھتائے گا۔ رات میں پھر وہی فقیر لٹھ لئے مراقبے میں رکاوٹ بنا رہا، اس طرح تین راتیں گزر گئیں، ہر صبح میں اس کے پاس جاتا اور وہ شراب پیش کرتا، میں انکار کرتا رہا وہ کہتا پی لے ورنہ پچھتائے گا، چوتھی شب جب مراقب ہوا تو پھر وہی فقیر رکاوٹ بنا رہا، اور وہ لٹھ لے کر میری طرف دوڑا کہ خبردار جو اس طرف قدم بڑھایا، اس وقت حالت اضطراب میں میری زبان سے نکلا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الْغِیَاث، اسی وقت حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ عبدالحق چار راتوں سے حاضر نہیں ہوا، دیکھو تو باہر کون پکارتا ہے، بلا لاؤ۔ انہوں نے ہم دونوں کو حاضر کیا، حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا عبدالحق چار راتوں سے کہاں تھا۔ میں نے سارا قصہ بیان فرما دیا۔ اس پر محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے اس فقیر کی نسبت فرمایا: أُخْرُجْ یَا کَلْبُ "نکل جا اے کتا۔"

صبح کے وقت میں پھر فقیر کی طرف گیا تو دیکھا کہ اس کا حجرہ بند ہے باہر دو چار مرید بیٹھے ہیں، میں نے پوچھا کہ دن چڑھ آیا ہے اور دروازہ نہیں کھلا آخر کیا بات ہے دیکھیں کہ وہ ہے بھی یا نہیں۔ جب دروازہ کھولا تو پیر ندارد۔ سب حیران ہوئے۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ دھلوی نے فرمایا کہ کوئی جانور یہاں سے نکلا تھا تو مریدین بولے کہ ایک کالا کتا تو ہم نے یہاں سے نکلتے دیکھا تھا۔ پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا وہی تمہارا پیر تھا۔ رات یہ معاملہ پیش آیا اور ان کے مریدوں کو پوری تفصیل بتلا دی، اب تم اس کی بیعت کو برقرار رکھو یا توبہ کرو تمہارا پیر تو کتا بن چکا ہے۔ وہ مریدین بھی حیران رہ گئے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ہاتھ بیعت ہو گئے۔

شیخ ابوالخیر اقطع رحمۃ اللہ علیہ کو حضور خاتم النبیین ﷺ نے روٹی دی جو ان کے ہاتھ میں تھی

شیخ ابوالخیر اقطع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ میں آیا پانچ دن وہاں قیام کیا اور مجھے ان دنوں میں کوئی چیز چکھنے کو بھی نہ ملی، میں قبر شریف کے پاس حاضر ہوا اور حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور عرض کیا: اے رسول اللہ ﷺ آج میں آپ ﷺ کا مہمان ہوں، پھر وہاں سے ہٹ کر ممبر کے پیچھے سو رہا۔

خواب میں حضور سرور عالم خاتم النبیین ﷺ کو دیکھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی داہنی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی بائیں جانب تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے آگے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ کو ہلایا اور فرمایا کہ اٹھ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں، میں اٹھا اور حضرت محمد ﷺ کے دونوں آنکھوں کے درمیان چوما، حضور ﷺ نے ایک روٹی مجھ کو عنایت فرمائی میں نے آدھی کھائی اور جاگا تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔

(قول البدیع، فضائل درود ص ۷۶۸)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

(۱) ایک روز مجھے بہت ہی بھوک لگی (نہ معلوم کئی دن کا فاقہ ہوگا) میں نے اللہ جل شانہٗ سے دعا کی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی روح اقدس آسمان سے اتری ہے اور حضور ﷺ کے ساتھ ایک روٹی تھی گویا اللہ جل شانہٗ نے حضور ﷺ سے ارشاد فرمایا تھا کے روٹی مجھے مرحمت فرمائیں۔

(۲) ایک دن مجھے رات کو کھانے کو کچھ نہیں ملا تو میرے دوستوں میں سے ایک شخص دودھ کا پیالہ لایا جس کو میں نے پیا اور سو گیا، خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ دودھ میں نے ہی بھیجا تھا۔

(۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں میرے والد نے مجھ سے بتایا کہ وہ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو خواب میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی زیارت ہوئی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بیٹے کیسی طبیعت ہے؟ اس کے بعد شفا کی بشارت عطاء فرمائی اور اپنی داڑھی مبارک میں سے دو بال مرحمت فرمائے، مجھے اسی وقت صحت ہوگئی اور جب میری آنکھ کھلی تو وہ دونوں بال میرے ہاتھ میں تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان دو بالوں میں سے ایک مجھے مرحمت فرمایا تھا۔ (فیوض الحرمین)

رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے چند درہم عطا فرمائے بیداری کے بعد ہاتھ میں موجود تھے

احمد بن محمد صوفی فرماتے ہیں کہ میں تین مہینوں تک جنگلوں میں پھرتا رہا یہاں تک کہ میرے جسم کی کھال گل گئی تو مدینہ منورہ آیا اور خدمت اقدس ﷺ میں حاضری دی اور حضور خاتم النبیین ﷺ کو سلام عرض کیا اور روضہ اقدس کے پاس سو گیا۔ میں نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا احمد تو آ گیا، دیکھ تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں بھوکا ہوں۔ آپ ﷺ کا مہمان ہوں۔ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ہاتھ کھول، جب میں نے ہاتھ کھولا تو رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے اس میں چند درہم رکھ دیے، جب میں بیدار ہوا تو درہم میرے ہاتھ میں موجود تھے، بازار گیا اور کھانا خرید کر کھایا۔ (دینی دسترخوان ج ۱ ص ۲۲۸)

خاتم النبیین ﷺ کا خواب میں روٹی عنایت فرمانا

ابو عبداللہ الجلا فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا دو روز کے فاقے سے تھا، روضۂ اطہر ﷺ پر حاضر

ہوکر سلام پیش کیا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کا مہمان ہوں۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔خواب میں دیکھا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی ہے، آدھی روٹی تو میں نے بحالت خواب ہی کھالی اور جب بیدار ہوا تو باقی آدھی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔آپ بغداد کے رہنے والے تھے۔ (دینی دسترخوان ج۱ص ۴۴۲)

خاتم النبیین ﷺ کے دست رحمت کے پھیرنے سے نابینا بینا ہوگیا

مرادح بن مقبل ایک سید حسنی قاہرہ میں رہتے تھے، ان کی آنکھوں میں بادشاہ وقت نے سلائی پھروادی تھی، جس کے صدمے سے دماغ پک گیا تھا اور پھول گیا، اور بدبو دے اٹھا تھا۔آنکھیں بہہ گئی تھیں اور بے چارے اندھے ہوگئے تھے، ایک عرصے بعد ان کا جانا مدینہ منورہ ہوا۔روضہ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پیش کر کے قریب کھڑے ہوکر اپنا حال زار دربار نبوت ﷺ میں سنایا اور بیان کیا، رات میں جب سوئے تو خواب میں رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ تشریف لائے اور ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک ورحمت پھیرا۔ بیدار ہوئے تو دونوں آنکھیں بالکل درست وسلامت تھیں۔تمام مدینے میں اس واقعے کی خبر پھیل گئی اور وہ صحیح وتندرست آنکھوں سے قاہرہ واپس گئے۔بادشاہ بھی اس واقعے کے بعد نادم وپشیمان ہوا۔ (دینی دسترخوان ج۱ص ۴۴۱)

خاتم النبیین ﷺ نے عید کے کپڑوں کا انتظام کرادیا

ابوالحسن تمیمی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خرچ سے بہت تنگ تھا، عیدالفطر کی وجہ سے سخت اضطراب میں تھا کہ کل عید ہے خرچ وغیرہ کہاں سے آئے گا۔بظاہر کوئی سبب نظر نہ آرہا تھا۔بچوں کا کپڑا وغیرہ کا انتظام کیسے ہوگا اسی سوچ میں تھا کہ اچانک کسی نے دروازے سے آواز دی۔میں باہر آیا تو ابن ابی عمر تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں ابھی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو دیکھا ہے، اور حضور خاتم النبیین ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ابوالحسن تمیمی اور ان کی اولاد بڑی تنگی میں ہے، اسی وقت ان کی کچھ مدد کر کہ انکی بھی عید ہوجائے۔میں نے بیدار ہوکر فوراً کپڑے وغیرہ خریدے اور وہ لے کر اب آپ کے پاس آیا ہوں اور اس طرح ابوالحسن تمیمی اور ان کے گھر والوں کا پورا انتظام ہوگیا۔ (دینی دسترخوان ج۱ص ۴۵۱)

مدینہ منورہ میں سخت قحط اور گنبد خضراء کے کلس میں سوراخ کا قصہ

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا تو اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں سید عالم ﷺ کو دیکھا اور حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ حجرے کی چھت میں سوراخ کردو۔پس آرام گاہ نبوی ﷺ۔ عَلٰی صَاحِبِھَا اَلْفَ اَلْفَ صَلَوَاتٍ وَّ اَلْفَ اَلْفَ سَلَامٍ کے محاذ میں ایک سوراخ اس طرح بنایا گیا کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہی۔ایسا کرتے ہی خوب بارش ہوئی، چارہ خوب اگا اور ہر طرح کی شادابی کی فراوانی ہوگی۔اس طرح اس سال کا نام ہی۔الفتق۔سرسبزی والا سال پڑگیا۔گنبد خضراء کے کلس کی جڑ میں غربی پہلو میں قبر شریف کے محاذ میں آج بھی جالی لگا ہوا سوراخ موجود ہے۔ (دینی دسترخوان ج۱ص ۴۴۵)

خاتم النبیین ﷺ نے جہاز ڈوبنے سے بچنے کے لئے درود تنجینا تعلیم فرمائی

منہاج الحسنات میں ابن فاکہانی کی کتاب فجر منیر سے نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ نیک صالح موسیٰ ضریر بھی تھے انہوں نے اپنا گزرا ہوا قصہ نقل کیا ہے کہ ایک جہاز ڈوبنے لگا اور میں اس میں موجود تھا، اس وقت مجھ کو غنودگی سی ہوئی اس حالت میں رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے مجھ کو یہ درود تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز والے اس کو ہزار بار پڑھیں۔ ابھی ۳۰۰ مرتبہ ہی نوبت پہنچی تھی کہ جہاز نے نجات پائی۔ وہ درود شریف یہ ہے: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَ الْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ، اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" (فضائل درود شریف ص ۲۴۶)

خاتم النبیین ﷺ نے دار العلوم دیوبند کی بنیاد کا نشان لگایا جو صبح میں موجود تھا

دار العلوم دیوبند اہل حق، اہل سنت والجماعت، کتاب وسنت کی اشاعت کا ایک الہامی مدرسہ ہے۔ جس کی بنیاد ۱۵ر محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ رمئی ۱۸۶۷ء کو رکھی گئی اور دار العلوم دیوبند کا آغاز ہوا۔ زمین مل جانے کے بعد مدرسے کی عمارت کے لئے بنیاد رکھ دی گئی، جب وقت آیا کہ بنیاد بھری جائے اور اس پر عمارت تعمیر کی جائے تو مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ وسلم مہتمم ثانی دار العلوم دیوبند نے خواب میں دیکھا اس بنیاد والی زمین پر حضرت محمد رسول اللہ نبی آخر الزماں ﷺ تشریف فرما ہیں، ہاتھ مبارک میں عصا ہے، رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔ شمالی جانب جو بنیاد کھودی گئی ہے اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا اور حضور خاتم النبیین ﷺ نے عصائے مبارک سے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹا کر نشان لگایا کہ بنیاد یہاں ہونی چاہئے تاکہ مدرسہ کا صحن وسیع رہے۔ (جہاں تک اب صحن کی لمبائی ہے) خواب دیکھنے کے بعد مولانا علی الصبح بنیادوں کے معائنے کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا لگایا ہوا نشان بدستور موجود تھا اسی نشان پر بنیاد کھدوائی اور مدرسے کی تعمیر شروع ہوگئی۔

اس طرح دار العلوم دیوبند حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ علم کی قائم کردہ بنیاد پر قائم ودائم ہے اور اہل حق اور کتاب وسنت اور دین کی اشاعت کا ذریعہ ہے۔ اللہ اپنی نگاہ ربوبیت میں بجاہ خاتم النبیین ﷺ اس ادارہ کو ہر طرح کی حفاظت وحراست میں رکھ کر قائم ودائم رکھے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ!

خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا مولانا نانوتوی اور شاہ ولی اللہ نے میرے دین کی اشاعت کی ہے

حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی ہاشمی عباسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جہاں تک میں نے غور کیا دیوبند والوں کو حق پر پایا۔ حاسدوں نے جھوٹے الزامات لگا کر ان کو بدنام کر رکھا ہے، ایک بار دیوبند تشریف لائے اور سب سے پہلے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے فاتحہ خوانی کے بعد مع مراقب ہو گئے، مراقبے سے فراغت کے بعد سیدھے دار الحدیث دار العلوم دیوبند میں تشریف لائے اور طلباء سے خطاب فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی روح پر فتوح ظاہر ہوئی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی روح بھی وہیں موجود تھی۔

تو حضور خاتم النبیین ﷺ نے مولانا قاسم نانوتوی اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان دونوں نے ہندوستان میں میرے دین کی اشاعت وتبلیغ کی ہے۔ (دینی دسترخوان ج ۱ ص ۳۶۵)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ پچھتر مرتبہ زیارت نبوی ﷺ سے مشرف ہوئے

علامہ حافظ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک فریادی نے درخواست کی کہ میں سلطان قاتبائی کے پاس جاکر ان کی سفارش کروں میں نے ان کو جواب دیا کہ میرے بھائی میں ۷۵ مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہوں، سوتے اور جاگتے یعنی نیند اور بیداری دونوں میں، حضور ﷺ سے بعض احادیث کی صحت کے بارے میں دریافت کر چکا ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں سفارشی بن کر آپ کے ساتھ سلطان کے پاس جاؤں تو پھر مجھے زیارت نصیب نہ ہو، میں اس شرف کو شرف سلطان پر ترجیح دیتا ہوں۔ (دینی دسترخوان ج ۱ ص ۲۴۷)

نیند یا بیداری میں زیارت خاتم النبیین ﷺ

(۱) ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب و نیند میں دیکھا سو وہ عنقریب مجھے دیکھے گا بیداری و ہوش میں کیونکہ کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ (اخرجہ البخاری رقم ۶۹۹۳، مسلم ۲۲۶۶، فیض القدیر رقم ۸۶۹۰، ابوداؤد ۵۰۲۳)

(۲) ”مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَزَيَّى بِي“ جس نے مجھے دیکھا (یعنی خواب میں) تو مجھے ہی یقیناً دیکھا، بے شک شیطان میری شکل وصورت اختیار نہیں کر سکتا۔

(فیض القدیر رقم ۸۶۸۹، بخاری، مسلم، مسند احمد عن ابی قتادۃ)

(۳) ”مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي“ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری شکل وصورت اختیار نہیں کر سکتا۔ (بخاری، ترمذی، مسند احمد، فیض القدیر ۸۶۸۸)

زیارت رسول اللہ ﷺ کی پہلی بنیادی اساس

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بنیادی بات یہ جان لینی چاہئے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی بے شمار خصوصیات ہیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ خواب میں حضور سید دو عالم ﷺ کو دیکھنا حق وسچ ہے، اور جس نے بھی دیکھا، صحیح دیکھا، اس نے حقیقتاً حضور خاتم النبیین ﷺ کو ہی دیکھا اور حضور خاتم النبیین ﷺ اس کے ساتھ خاص کئے گئے ہیں کہ خواب میں آپ ﷺ کو دیکھنا صحیح، درست، حق، سچ اور حقیقت وصداقت کے سواہ کچھ بھی نہیں۔ ذرہ برابر تردد یا اس میں کسی شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

شیطان کو نبی ﷺ کی شکل وصورت اختیار کرنے کی قدرت نہیں

دوسری ایک اہم خصوصیت خاتم النبیین ﷺ کی عصمت وحراست اور منجانب اللہ پر عظمت حفاظت ہے کہ شیطان لعین کو ہر اعتبار وجہت سے روک دیا گیا ہے کہ وہ ہمارے سراپا رحمت، خاتم النبیین ﷺ کی مبارک صورت میں، اپنے کو بدل لے یا تصور ہوسکے یا ہیئت اختیار کرلے۔

دوسری تعبیر آپ یوں بھی کرسکتے ہیں کہ ہمارے حضرت ﷺ سراپا رشد وہدایت کے پیکر ہیں، رحمت وبرکت کے منبع ومخزن ہیں اور قیامت تک ختم نبوت ورسالت کے تخت وتاج کی زینت وبہجت ہیں۔

دین وایمان کو شرور وطغیان سے نکھار کر کمال اور اکمال واتمام تک پہنچا چکے ہیں۔ حق وباطل، رطب ویابس، طیب وخبیث میں تمیز وفرق کو واضح کرچکے ہیں اور ''مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ'' سے، بارگاہ حق میں استغاثہ واستعاذہ کرچکے ہیں اور آپ ﷺ کو تمام تر ہر جہت سے عصمت منجانب اللہ عطاء کی جاچکی ہے۔

جب کہ شیطان مکمل ہی شر ہی شر اور مرکز فساد وافساد ہے۔ کفر وطغیان ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی جانب سے عصمت رسول خاتم النبیین ﷺ کی حفاظت وحراست کے سبب۔ شیطان کو ہر طرح کی ابن آدم کو گمراہی کی شیطنت ومعصیت میں کید ودھوکہ اور اغواء کی تدبیر کی اجازت ہے، کچھ بھی شکل وصورت اختیار کرسکتا ہے اور وہ کرتا بھی ہے۔

مگر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی مبارک ورحمت والی شکل وصورت اختیار کرنے کی اس کو قدرت نے قوت وطاقت ہی نہ دی اور شیطان لعین ورجیم، حضور خاتم النبیین ﷺ جو رؤف ورحیم ہیں ان کی مبارک ومنور صورت میں متصور ہوکر یا متشکل ہوکر یا ظاہر ہوکر کذب وجھوٹ۔ آپ ﷺ کی جانب نسبت کرے یا منسوب کرے ناممکن ومحال ہے۔

(۳) تیسری بات اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوگئی کہ شیطان کو جس طرح خواب میں اس سے روک دیا گیا، قدرت ہی نہیں، استطاعت ہی نہیں کہ وہ ہمارے سراپا رحمت سید دو عالم ﷺ کی صورت میں متشکل ہو، اسی طرح بیداری میں بھی رحمت خاتم النبیین کے اکرام واعزاز کے خاطر شیطان ہمارے پرنور خاتم النبیین ﷺ کی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَتَمَثَّلُ لَهُ الشَّیْطَانُ فِی النَّوْمِ وَالْیَقَظَةِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ خَلْقِکَ وَمِدَادَ کَلِمَاتِکَ وَزِنَةَ عَرْشِکَ وَرِضَا نَفْسِکَ وَعَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى کُلَّ یَوْمٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ اِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ، آمِیْنَ یَا مُجِیْبُ''

حاصل کلام یہ ہے کہ بیداری میں یا خواب میں شیطان کو روک دیا گیا ہے، منع ہے یا یوں کہئے کہ استطاعت ہی نہیں، قدرت وطاقت ہی نہیں کہ وہ ذات نبوی جو روح وجسم سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں، جن پر مومنین درود وسلام پیش کرتے ہیں نزدیک وقریب سے یا دور وبعید سے، شیطان دھوکہ وفریب دے کر ہمارے حضور خاتم النبیین ﷺ کے روپ میں ظاہر نہیں ہوسکتا۔ یہی عصمت نبوی اور حفاظت وحراست ختم نبوت ہے اور اسی طرح

نہ ہی کسی بات کو نبی کی طرف نسبت کر کے بول سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کو شیطانی دجل سے ظاہری اور معنوی دونوں طرح کی، نیز خواب میں یا بیداری میں ہر طرح کی عصمت عطاء فرمائی ہے۔

اور یہ بھی حضور ﷺ کی رحمت بشکل نعمت ہے امت خیر پر کہ قیامت تک جن نفوس زکیہ، طاہرہ، قدسیہ کو ہمارے حضور ﷺ کی مبارک ومیمون رؤیت وزیارت ہوگی وہ لاتعداد حق وصداقت کے ساتھ حق ہوگی سچ ہوگی اور حق وصداقت والے نبی کی رؤیت وزیارت حق وسچ ہے اور صداقت کے ساتھ ہوتی رہے گی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات نبی صادق ومصدوق نے خود ہی مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَزَى بِيْ (بخاری ومسلم) ارشاد فرما کر، رؤیت نبی خاتم ﷺ کو صاف وواضح فرما دیا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے بغیر شک وشبہ کے یقیناً مجھے ہی دیکھا اور حق وصداقت کے ساتھ دیکھا، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

صاحب تحفۃ الالمعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے تعلق سے دو متفق علیہ روایتیں ہیں:

پہلی حدیث مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِي الْيَقْظَةِ، وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِيْ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں مجھے دیکھے گا اور شیطان میرا پیکر اختیار نہیں کر سکتا۔

اس حدیث کا تعلق حیات نبوی ﷺ سے ہے، جب آپ ﷺ بقید حیات تھے، اس وقت اگر کوئی آپ ﷺ کو خواب میں دیکھتا تو اس کی تعبیر یہ تھی کہ وہ بیداری میں آپ ﷺ کو دیکھے گا اور خواب میں آپ ﷺ کو دیکھنا، آپ ﷺ کو دیکھنا تھا۔ کیونکہ شیطان خواب میں بھی آپ ﷺ کی شکل نہیں بنا سکتا۔

دوسری حدیث میں مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِيْ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میرا پیکر اختیار نہیں کر سکتا۔''

متقدمین اور متاخرین کی رائے

یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے اور متقدمین میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ جس نے نبی ﷺ کو آخری زندگی والے حلیہ میں دیکھا، اس نے بالیقین آپ ﷺ کو دیکھا۔

چنانچہ وہ حضرات خواب دیکھنے والے سے حلیہ دریافت کیا کرتے تھے اگر خواب دیکھنے والا وہ حلیہ بیان کرتا جو آپ ﷺ کا آخری زندگی میں تھا تو وہ اس خواب کی تصدیق کرتے تھے، ورنہ کہتے کہ آپ نے نبی ﷺ کو خواب میں نہیں دیکھا۔

اور متقدمین کی دوسری رائے یہ ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے حلیہ میں دیکھا خواہ وہ آخری زندگی کا حلیہ ہو یا پہلے کا اس نے آپ ﷺ کو دیکھا اور اگر ایسی حالت میں دیکھا جو آپ ﷺ کا حلیہ کبھی نہیں رہا تو اس نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا۔

اور متاخرین کی رائے یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے نے آپ ﷺ کو جس حلیہ میں بھی دیکھا ہو گرچہ نامناسب حلیہ میں دیکھا ہو اور خواب میں قرائن سے جانا کہ یہ نبی ﷺ ہیں تو وہ آپ ﷺ ہی ہوتے ہیں اور کوئی نہیں، خواہ روایات میں منقول حلیہ میں دیکھا ہو یا کسی اور حلیہ میں۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی رائے: ”اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں یہی رائے برحق ہے۔ کیونکہ خواب دیکھنے والے کو جس شخص سے مناسبت ہوتی ہے اس کی شکل میں آپ نظر آتے ہیں، نیز خواب دیکھنے والے کی ایمانی حالت، نیت اور امور باطنہ کے اختلاف سے بھی آپ ﷺ کی زیارت مختلف صورتوں میں ہوتی ہے۔“ (تحفۃ الالمعی ج ۶ ص ۶۱ حدیث نمبر ۲۲۷۴)

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي وَمَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَتِي، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میرا نام شوق سے رکھا کرو، مگر میری کنیت نہ رکھا کرو، جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا بلاشبہ اس نے مجھ کو ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا اور جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا اس کو چاہئے کہ اپنی جگہ دوزخ میں تیار کرلے۔

(انوار الباری ج ۶ ص ۲۱۵ رواہ البخاری فی کتاب العلم رقم ۱۱۰ ترجمان السنہ رقم الحدیث ۱۱۰۹)

محدث عظیم حضرت مولانا بدر عالم مدنی قدس سرہ لکھتے ہیں: ”سبحان اللہ، آپ ﷺ کا مقام بھی کتنا بلند مقام تھا اور آپ ﷺ کی شکل مبارک بھی کتنی مطہر شکل تھی کہ شیطان کو تمثل بشری کی طاقت کے باوجود یہ طاقت نہ تھی کہ وہ آپ ﷺ کی صورت میں متمثل ہوسکے، بے شک جو ابد الآباد کے لئے ملعون ہو، اس کی کیا مجال کہ وہ ان کی صورت اختیار کرسکے جو کونین کے حق میں مجسم رحمت ہوں۔ نہ اللہ کی لعنت اس کی رحمت کی صورت بن سکتی ہے، نہ شیطان کی یہ طاقت ہوسکتی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی صورت اختیار کرسکے۔“

سبحان اللہ، جس کی صورت اتنی مبارک ہو اس کی سیرت کا بھلا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کو آنحضرت ﷺ کی ذات پاک پر تو کوئی دسترس کیا ہوتی اس کو یہ قدرت بھی نہیں کہ وہ خارجی طور پر اپنی شکل، آپ ﷺ کی شکل بنا سکے، پھر جب وہ خواب میں آپ ﷺ کی شکل بنانے پر قادر نہیں تو یقیناً بیداری میں بھی کسی کے سامنے آپ ﷺ کی صورت بنانے پر قادر نہ ہوگا، لہٰذا جس طرح خواب کی زیارت میں شیطانی رؤیت کا شبہ نہیں ہوسکتا اسی طرح عالم بیداری کی زیارت میں بھی یہ شبہ نہیں ہوسکتا۔

یہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ عام طور پر خواب کی صرف دو قسمیں ہی مذکور ہوتی ہیں:

(۱) بُشْرٰی مِنَ اللّٰهِ۔ یعنی اللہ کی طرف سے بشارت۔

(۲) تَحْزِيْنٌ مِنَ الشَّيْطَانِ۔ یعنی شیطان کی طرف سے مومن کا جی برا کرنے کی بات۔

لیکن بعض مقامات سے ایک تیسری قسم بھی ثابت ہوتی ہے۔ تَحْدِيْثُ النَّفْسِ۔ نفس کے خیالات۔

اس تقسیم کی بنا پر حدیث مذکور میں خواب کی حالت کی زیارت میں صرف شیطانی مداخلت کی نفی ہوگی مگر تیسری قسم کا احتمال پھر باقی رہے گا، کیونکہ وہاں نفی صرف شیطانی تمثل کی فرمائی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض مرتبہ نفسی محبت کی وجہ سے خیالی بھی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا خواب کی ہر زیارت پر قطعیت کے ساتھ حقیقی زیارت کا حکم لگایا نہیں جاسکتا اس میں خیالی زیارت کا احتمال ہوسکتا ہے۔ بالخصوص جب کہ زیارت میں کوئی بات ظاہر شریعت کے خلاف بھی نظر آئے۔

علامہ سیوطی قدس سرہ لکھتے ہیں: ”إنَّ جَمَاعَةً مِنْ اَئِمَّةِ الشَّرِيْعَةِ نَصُّوْا عَلٰى أَنَّ مِنْ كَرَامَةِ الْوَلِيِّ أَنَّهُ يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَجْتَمِعُ بِهِ فِي الْيَقْظَةِ وَيَأْخُذُ عَنْهُ مَا قُسِمَ لَهُ مِنْ مَعَارِفَ وَمَوَاهِبَ، وَمِمَّنْ نَصَّ عَلٰى ذٰلِكَ مِنْ أَئِمَّةِ الشَّافِعِيَّةِ، الْغَزَالِيُّ، وَالْبَارِزِيُّ، وَالتَّاجُ بْنُ السُّبْكِيِّ، وَالْعَفِيْفُ الْيَافِعِيُّ، وَمِنْ أَئِمَّةِ الْمَالِكِيَّةِ، الْقُرْطُبِيُّ، وَابْنُ أَبِي جَمْرَةَ، وَابْنُ الْحَاجِّ فِي الْمَدْخَلِ، وَقَدْ حُكِيَ عَنْ بَعْضِ الْأَوْلِيَاءِ أَنَّهُ حَضَرَ مَجْلِسَ فَقِيْهٍ، فَرَوَى ذٰلِكَ الْفَقِيْهُ حَدِيْثًا فَقَالَ لَهُ الْوَلِيُّ: هٰذَا الْحَدِيْثُ بَاطِلٌ، فَقَالَ الْفَقِيْهُ: مِنْ أَيْنَ لَكَ هٰذَا؟ فَقَالَ هٰذَا النَّبِيُّ ﷺ وَاقِفٌ عَلٰى رَأْسِكَ، يَقُوْلُ إِنِّيْ لَمْ أَقُلْ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَكُشِفَ لِلْفَقِيْهِ فَرَآهُ، وَقَالَ الشَّيْخُ أَبُو الْحَسَنِ الشَّاذِلِيُّ: لَوْ حُجِبْتُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ طَرْفَةَ عَيْنٍ مَا عَدَدْتُ نَفْسِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ“ (الحاوی ج ۲ ص ۱۶۲)

ائمہ شریعت کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ کرامت کے طور پر آنحضرت ﷺ کی زیارت بحالت بیداری بھی کرسکتا ہے اور آپ ﷺ کی محفل میں حاضر بھی ہوسکتا ہے، بلکہ اپنی استعداد کے مناسب کچھ علوم و معارف کا استفادہ بھی کرسکتا ہے۔ اس کی تصریح کرنے والے ائمہ شافعیہ میں غزالی، بارزی، ابن السبکی اور یافعی جیسے حضرات ہیں اور ائمہ مالکیہ میں سے امام قرطبی حافظ ابن ابی جمرہ، ابن الحاج وغیرہ حضرات ہیں۔ بعض اولیاء کے حالات میں نقل کیا ہے کہ وہ کسی فقیہ کی مجلس میں تشریف لے گئے تو اس فقیہ نے کوئی روایت بیان کی تو یہ ولی بولے یہ حدیث تو باطل ہے۔ اس فقیہ نے کہا تم نے یہ حکم کیسے لگا دیا۔ اس ولی اللہ نے کہا کہ یہ آنحضرت ﷺ تیرے سامنے کھڑے ہوئے فرمارہے ہیں کہ یہ حدیث میں نے بیان نہیں کی۔ اس فقیہ کو بھی اس کا انکشاف ہوگیا، اس نے بھی آپ کو دیکھ لیا۔ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ کا مقولہ تو یہ ہے کہ اگر میرے اور آنحضرت ﷺ کے درمیان ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی حجاب پڑ جائے تو میں اپنے آپ کو زمرہ مسلمین میں شمار نہ کروں۔

ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

”ثُمَّ قَالَ ابْنُ الْعَرَبِيِّ مِنْ عِنْدِهٖ رُؤْيَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمَلَائِكَةِ وَسِمَاعُ كَلَامِهِمْ مُمْكِنٌ لِلْمُؤْمِنِ كَرَامَةً وَلِلْكَافِرِ عُقُوْبَةً“ اس کے بعد ابن العربی اپنی رائے بیان کرتے ہیں کہ میرے نزدیک انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کی زیارت اور ان کے کلام کا سننا بھی ممکن ہے، مومن اور کافر دونوں کے لئے، مگر مومن کے لئے کرامت کے طور پر اور کافر کے لئے عقوبت کے طور پر۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام لکھتے ہیں: ”وَقَالَ الشَّيْخُ عِزُّ الدِّيْنِ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ فِي الْقَوَاعِدِ الْكُبْرٰى، وَقَالَ ابْنُ الْحَاجِّ فِي الْمَدْخَلِ: رُؤْيَةُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْيَقْظَةِ بَابٌ ضَيِّقٌ، مَعَ أَنَّنَا لَا نُنْكِرُ مَنْ يَقَعُ لَهُ هٰذَا مِنَ الْأَكَابِرِ الَّذِيْنَ حَفِظَهُمُ اللهُ فِيْ ظَوَاهِرِهِمْ وَبَوَاطِنِهِمْ، فَقَالَ: وَقَدْ أَنْكَرَ بَعْضُ عُلَمَاءِ الظَّاهِرِ رُؤْيَةَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْيَقْظَةِ“ شیخ عزالدین عبدالسلام قواعد کبریٰ لکھتے ہیں کہ ابن الحاج نے المدخل میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بحالت بیداری زیارت کا مسئلہ بہت ہی دقیق ہے، بایں ہمہ جو اکابر اس مرتبہ کے ہوں ان کے حق میں ہم اس کے منکر نہیں ہیں، لیکن بعض علماء ظاہر نے اس کا انکار کیا ہے۔ (الحاوی ج ۲ ص ۲۵۸)

قاضی شرف الدین البارزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وَقَالَ الْقَاضِيْ شَرَفُ الدِّيْنِ هِبَةُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ الْبَارِزِيْ وَقَدْ سَمِعَ مِنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ فِيْ زَمَانِنَا وَقَبْلَهُ أَنَّهُمْ رَأَوْا النَّبِيَّ ﷺ فِي الْيَقْظَةِ حَيًّا بَعْدَ وَفَاتِهِ'' قاضی شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانے کے اولیاء اور گزشتہ دور کے اولیاء کے متعلق بھی سنا ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد زیارت کی ہے۔

پھر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات کی ایک فہرست پیش کی ہے جن کو یہ سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) ابو عبداللہ قرشی۔ (۲) سراج الدین بن الملقن۔ (۳) شیخ عبدالقادر جیلانی۔ (۴) شیخ خلیفہ بن موصلی۔ (۵) شیخ محمد بن یحییٰ۔ (۶) شیخ عبدالغفار۔ یہ صاحب ہمہ وقت آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف رہا کرتے تھے۔ (۷) شیخ ابو العباس۔ یہ صاحب وہی ہیں جن کا مقولہ آپ نے پڑھا کہ اگر میں آنحضرت ﷺ کے شرف زیارت سے ایک لحہ کے لئے بھی محروم رہوں تو میں زمرہ مسلمین میں اپنا شمار نہ کروں۔ (۸) شیخ عبداللہ الدلاصی۔ (۹) شیخ ابو العباس الحرار۔ (۱۰) سید احمد الرفاعی۔ (۱۱) سید نور الدین۔ (۱۲) ابو نصر کرخی۔ (۱۳) یوسف بن علی۔ (۱۴) محمد بن سمعون۔ (۱۵) ابن ثابت رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (الحاوی ص ۱۳ و ۲۶۲ ج ۲)

شیخ عبدالوہاب شعرانی نے علامہ سیوطی سے نقل کیا ہے کہ خود علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف حاصل تھا: ''قَالَ الشَّيْخُ جَلَالُ الدِّيْنِ السُّيُوْطِيْ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فِي الْيَقْظَةِ بِضْعًا وَسَبْعِيْنَ مَرَّةً، وَقُلْتُ لَهُ فِيْ مَرَّةٍ مِنْهَا: هَلْ أَنَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ۔ فَقُلْتُ مِنْ غَيْرِ عَذَابٍ يَسْبِقُ، فَقَالَ: لَکَ ذٰلِکَ۔ قَالَ الشَّيْخُ عَطِيَّةُ سَأَلْتُ الشَّيْخَ جَلَالَ الدِّيْنِ مَرَّةً أَنْ يَجْتَمِعَ بِالسُّلْطَانِ الْغَوْرِيِّ فِيْ ضَرُوْرَةٍ وَقَعَتْ لِيْ، فَقَالَ لِيْ: يَا عَطِيَّةُ! أَمَا أَجْتَمِعُ بِالنَّبِيِّ ﷺ يَقْظَةً وَأَخْشٰى إِنِ اجْتَمَعْتُ بِالْغَوْرِيِّ أَنْ يَحْتَجِبَ صَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَنِّيْ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ فُلَانًا مِنَ الصَّحَابَةِ كَانَتِ الْمَلَائِكَةُ تُسَلِّمُ عَلَيْهِ فَاكْتَوٰى فِيْ جَسَدِهٖ لِضَرُوْرَةٍ فَلَمْ يَرَ الْمَلَائِكَةَ بَعْدَ ذٰلِکَ عُقُوْبَةً لَهُ'' شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو بحالت بیداری ستر مرتبہ سے بھی زیادہ دیکھا ہے، ایک مرتبہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میں جنتی ہوں؟ فرمایا ہاں! میں نے کہا کیا عذاب کے بغیر؟ فرمایا جاؤ تمہارے لئے یہ بھی سہی۔ شیخ عطیہ کہتے ہیں میں نے شیخ سیوطی سے ایک مرتبہ درخواست کی کہ میری ایک ضرورت کے متعلق سلطان غوری کے پاس جا کر سفارش فرما دیں تو انہوں نے جواب دیا عطیہ میں بحالت بیداری آنحضرت ﷺ کی محفل میں حاضر ہوتا ہوں، مجھے خطرہ ہے اگر میں سلطان غوری کی محفل میں جاؤں تو اس سعادت سے محروم نہ ہو جاؤں، اس کے بعد فرمایا بعض صحابہ (عمران بن حصین رضی اللہ عنہ) کو ملائکہ سلام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک مرض کی وجہ سے اپنے جسم پر لوہے کا داغ دے کر علاج کیا تو وہ اس سعادت سے محروم ہو گئے۔ (کیونکہ داغ کے ذریعے علاج سنت نبوی ﷺ کے خلاف ایک عمل ہے جس کی وجہ سے یہ حجاب بن گیا۔ واللہ اعلم، ثمین) (الیواقیت والجواہر ص ۲۳۳ ج ۲)

''ثُمَّ قَالَ الشَّعْرَانِيْ: إِنَّ مَا ذَكَرْنَاهُ أَنَّ الشَّيْخَ جَلَالَ الدِّيْنِ ذَكَرَهُ الْأَشْيَاخُ الثَّلَاثَةُ الْعُدُوْلُ الَّذِيْنَ لَا يَتَّهِمُوْنَ فِيْ مِثْلِ ذٰلِکَ، يَعْنِي الشَّيْخَ الصَّالِحَ عَطِيَّةَ وَالشَّيْخَ صَالِحَ قَاسِمَ الْمَغْرِبِيَّ وَالْقَاضِيْ زَكَرِيَّا

الشَّافِعِيَ'' شیخ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ شیخ سیوطی سے اس واقعہ کو نقل کرنے والے تین بڑے بڑے مشائخ ہیں جن کی نسبت غلط بیانی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ بالخصوص ایسے نازک معاملے میں (ہوسکتا ہے، شیخ سیوطی نے جب اس قسم کے اشخاص کی فہرست شمار کرائی ہو تو اولیاء کے دستور کے موافق اپنے نام کے اظہار سے قصداً سکوت فرمالیا ہو)

بیداری میں زیارت رسول اللہ ﷺ کے ادراک کی قوت وکیفیت

''قَالَ السُّيُوطِيُ فِيْ فَتَاوَاهُ: إِنَّ أَكْثَرَ مَا تَقَعُ رُؤْيَةُ النَّبِيِّ ﷺ بِالْقَلْبِ، ثُمَّ يَتَرَقَّى إِلَى أَنْ يَرَى بِالْبَصَرِ ۔۔۔ لٰكِنْ لَيْسَتِ الرُّؤْيَةُ الْبَصَرِيَّةُ كَالرُّؤْيَةِ الْمُتَعَارَفَةِ عِنْدَ النَّاسِ مِنْ رُؤْيَةِ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ، وَإِنَّمَا هِيَ جَمْعِيَةٌ حَالِيَةٌ وَ حَالَةٌ بَرْزَخِيَةٌ وَأَمْرٌ وِجْدَانِيٌّ لَا يُدْرِكُ حَقِيقَتَهُ إِلَّا مَنْ بَاشَرَهُ، وَقَدْ تَقَدَّمَ عَنِ الشَّيْخِ عَبْدِ اللهِ الدلاصي، فَلَمَّا أَحْرَمَ الْإِمَامُ وَأَحْرِمْتُ أَخَذَتْنِي أَخْذَةٌ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَشَارَ بِقَوْلِهِ: أَخَذَهُ إِلَى هٰذِهِ الْحَالَةِ'' (الحاوي ۲۶۲ و ۲۶۳ ج ۲)

اس زیارت کی حقیقت ٹھیک وہ نہیں سمجھنی چاہئے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہے بلکہ اس زیارت کا ادراک پہلے قلب سے شروع ہوتا ہے پھر وہ حاسہ بصر تک بھی سرایت کر جاتا ہے، درحقیقت یہ ایک برزخی کیفیت ہوتی ہے جس کا صحیح اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جس کو یہ کیفیت حاصل ہو۔

شیخ اکمل الدین بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شیخ اکمل الدین بابرتی حنفی علیہ الرحمہ شرح المشارق میں حدیث مَنْ رَآنِي کے تحت لکھتے ہیں: ''اس قسم کی زیارت کا مدار انسان کی اندرونی مناسبت ہوتی ہے، جس شخص میں یہ مناسبت جتنی زیادہ ہوتی ہے اسی کے مناسب اس کو یہ زیارت بھی میسر آتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں کو گزشتہ بزرگوں کی ارواح کے ساتھ اتنی مناسبت ہوتی ہے کہ وہ جب ارادہ کرتے ہیں ان سے روحانی ملاقات کر لیتے ہیں۔'' (الحاوی ص ۲۶۱ تا ۲۶۳ ج ۲۔ ترجمان السنہ ج ۳ ص ۳۸۲)

شیخ اکمل الدین کے نزدیک دو شخصوں کا عالم خواب یا بیداری میں اتحاد یا معیت کے حصول کے لئے اجتماع کے پانچ بنیادی اصول ہیں:

(۱) ''اِشْتِرَاکٌ فِي الذَّاتِ'' (۲) ''اِشْتِرَاکٌ فِي الصِّفَاتِ'' (۳) ''اِشْتِرَاکٌ فِي الحال''
(۴) ''اِشْتِرَاکٌ فِي الْأَفْعَالِ'' (۵) ''اِشْتِرَاکٌ فِي الْمَرَاتِبِ''

پھر دو شخصوں کے درمیان محبت کی قوت وضعف اور مناسبت دو کامل روح کے درمیان جب چاہتی ہے اجتماع ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ثمین۔

حضور اکرم ﷺ کی حالت بیداری میں زیارت ممکن ہے یا نہیں؟

نبی اکرم ﷺ کو اگر خواب میں کسی نے دیکھا تو آپ ﷺ کو ہی دیکھا، لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو بیداری میں دیکھا ہے تو کیا اس کی بات معتبر ہوگی؟ اور آپ ﷺ کو بیداری میں دیکھنا ممکن ہے یا نہیں؟ بعض حضرات نے اس کی نفی کی ہے اور کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے رویت منامی تو ثابت ہے، بلکہ علامہ سیوطی

رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ متواتر ہے۔ جب کہ رُؤْيَةٌ فِي الْيَقَظَةِ بیداری کے بارے میں حضور اکرم ﷺ سے کچھ ثابت نہیں ہے۔ البتہ مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ کے احتمالات میں سے ایک احتمال کے طور پر اشارہ ملتا ہے۔

اسی طرح حضرات صحابہ تابعین میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے شدت تعلق کے باوجود حضور اکرم ﷺ کو بیداری کے عالم میں دیکھا ہو۔ حتیٰ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم ﷺ کے فراق کی وجہ سے جو صدمہ لاحق ہوا تھا ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوا اور حضور اکرم ﷺ کے وصال کے صرف چھ ماہ بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان کا گھر روضہ مبارک سے ملا ہوا تھا۔ تاہم ان سے بھی منقول نہیں کے اس پورے عرصے میں انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو عالم بیداری میں دیکھا ہو۔

اس کے مقابلے میں بہت سے محققین نے اس کا اثبات کیا ہے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کے اثبات کے لئے ایک مستقل رسالہ: تنویر الحلک فی رؤیۃ النبي والملک۔ لکھا ہے۔

علامہ بارزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: توثیق عُرَی الاسلام میں علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے، بھجۃ النفوس میں علامہ عفیف یافعی نے روضۃ الریاحین میں علامہ شیخ صفی الدین بن ابی المنصور نے اپنے رسالے میں سلف صالحین سے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔

علامہ ابن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

علامہ ابن ابی جمرۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلف و خلف کی ایک بڑی جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا پھر بمصداق حدیث: مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ انہوں نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو بیداری کے عالم میں بھی دیکھا۔ آپ ﷺ سے ان حضرات نے اپنی بعض مشکلات و مسائل کا حل بھی پوچھا، آپ ﷺ نے ان کا حل بتایا۔

بیداری میں خاتم النبیین ﷺ کی زیارت کا انکار آخر کیوں؟

علامہ ابن ابی جمرۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات کا منکر یا تو کرامات اولیاء کا ماننے والا ہوگا یا نہیں ہوگا، اگر وہ کرامات اولیاء کا منکر ہے تو ہماری اس سے بحث ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے ایسی چیز کا انکار کیا ہے جو سنت سے واضح اور دلائل کے ساتھ ثابت ہے اور اگر وہ کرامات اولیاء کو برحق سمجھتا ہے تو یہاں بھی یہ تسلیم کر لے کہ حضور اکرم ﷺ کی رؤیت منامًا بحالت بیداری دیدار نبی ﷺ بطور کرامت ہے۔

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا دلوں کو شفا بخشنے والا عارفانہ کلام

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بیداری کی حالت میں نہ دیکھنے اور بعد والوں کے دیکھنے میں توجیہ کی ضرورت ہے، جس سے اطمینان ہو سکے۔ یہ کہنا بھی ممکن نہیں جن حضرات صالحین سے دیکھنا منقول ہے یہ سب جھوٹ اور بے اصل ہے، کیونکہ اس کے ناقلین بھی بہت زیادہ ہیں اور یہ دعویٰ کرنے والے بڑے جلیل القدر اللہ والے لوگ ہیں، اسی طرح یہ بھی نہیں

کہا جاسکتا کہ ان حضرات نے دیکھا تو واقعی ہے لیکن یہ رؤیت منامی ہے، بیداری کے عالم میں نہیں۔ کیونکہ اس محمل پر حمل کرنا ایک تو بعید ہے دوسرے بعض واقعات کو منام پر محمول کیا ہی نہیں جاسکتا۔

البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ از قبیل خوارق عادت ہے جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامتیں۔

عہدِ صحابہ میں بحالتِ بیداری زیارت نہ ہونے کی وجہ

جہاں تک صدر اول میں نہ دیکھنے کا تعلق ہے تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا حالت بیداری میں دیکھنا خارقِ عادت کے طور پر ہے اور صدر اول میں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں خوارق کا صدور بہت کم ظاہر ہوا ہے، اس کی وجہ یہ کہ آپ ﷺ جو آسمان رسالت کے آفتاب ہیں۔ آپ ﷺ کا زمانہ بہت قریب ہے۔ ظاہر ہے کہ آفتاب کی روشنی میں ستارے دکھائی نہیں دیتے۔

لہٰذا عین ممکن ہے کہ ان حضرات کے دور میں بعض حضرات نے آپ ﷺ کو بیداری میں دیکھا ہو، لیکن انہوں نے خلاف مصلحت سمجھ کر اس کو ظاہر نہ کیا ہو۔

ان حضرات کے نہ دیکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے فراق سے ان کی ابتلاء وآزمائش مقصود ہو۔

یہ بھی عین ممکن ہے کہ اس وقت کوئی حضور اکرم ﷺ کو عالم بیداری میں دیکھ لیتا تو دوسروں کے لئے فتنہ وآزمائش کا دروازہ کھل جاتا۔

ایک مصلحت یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت کیونکہ بہت سے حضرات ایسے تھے جو حضور اکرم ﷺ کے بعینہ (یعنی ہو بہو) عکس (مشابہ) تھے، اس لئے آپ ﷺ کو کسی نے بیداری دیکھنے میں نہیں دیکھا۔

نیز اس کا بھی قوی امکان ہے کہ آپ ﷺ کو بیداری میں کثرت سے دیکھتے تو آپ ﷺ سے اس موقع پر براہ راست استفادہ کیا جاتا۔ اس طرح کتاب وسنت میں اجتہاد کا دروازہ نہ کھلتا۔ اب جب کہ حضور اکرم ﷺ موجود نہیں اور نہ ہی عالم بیداری میں کوئی آپ ﷺ کو دیکھ رہا تھا۔ اس لئے اجتہاد کا دروازہ کھل گیا۔ اس طرح امت کے لئے آسانی پیدا ہوگئی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر روح المعانی صفحہ ۳۹ جلد ۱۲) زیر آیت: ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب)“

خواب وبیداری دونوں میں رسول اللہ ﷺ کی عصمت ہے

جہاں تک منکرین کا یہ کہنا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خواب کی صحت کی ضمانت دی ہے، بیداری میں نہیں۔ لہٰذا بیداری میں ممکن ہے کہ جنات وشیاطین متمثل ہوکر اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کردیں اور رائی یعنی دیکھنے والے کو دھوکہ میں ڈال دیں۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ بیداری کی حالت خواب کی حالت سے اقوی ہے، جب حالت خواب میں تمثل شیطانی نہیں ہوسکتا تو بیداری میں بھی نہیں ہوسکتا۔

ممکن ہے منکرین یہ کہیں کہ: ''فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي'' کا تعلق خواب سے ہے بیداری سے نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ: ''فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي'' کا تعلق خواب سے ہے، تاہم اس کی علت میں غور کریں کہ کس علت کی بناء پر آپ ﷺ نے یہ فرمایا؟ وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ ہدایت محض ہیں، اور شیطان ضلال محض ہے۔ ضلال محض ہدایت محض کی شکل اختیار نہیں کرسکتا۔

لہٰذا جس طرح یہ علت حالت خواب میں ہے بعینہٖ یہی علت بیداری کی حالت میں بھی ہے۔ لہٰذا یہ ممکن نہیں ہے کہ حالت بیداری میں شیطان متمثل ہوکر دھوکے میں ڈال دے۔ واللہ اعلم!

(کشف الباری ص ۲۰۵ کتاب العلم باب اثم من کذب ج ۴۔ حدیث نمبر بخاری ۱۱۰)

حضرت علامہ سلیم اللہ خان صاحب نے کشف الباری میں اس حدیث پر خوب ہی تمام گوشوں پر محدثانہ، فقیہانہ، عارفانہ دلکش کلام کیا ہے جن حضرات کو علمی ذوق ہو کشف الباری صفحہ ۱۸۸ سے ۲۱۴ تک مطالعہ کرلیں یہ رسالہ تفصیل کا متحمل نہیں ہے۔ ثمین)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اصولی بات

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب انسان کا قلب، غضب وشہوت اور اخلاق ردیہ ورذیلہ سے بالکل پاک صاف ہوجاتا ہے اور اس کے قلب سے اس فانی دنیا کی تمام حرص وہوس بالکل خالی ہوجاتی ہے اور ہمہ وقت اس کا قلب، اللہ، اللہ، اللہ، کہنے لگتا ہے اور بندہ فانی اللہ اور باقی باللہ کی کیفیت میں زندگی بسر کرنے لگتا ہے تو اس کو اسی فانی دنیا میں رہتے ہوئے عالم ملکوت سے مناسبت تام پیدا ہوجاتی ہے تو اس سے پردہ اور حجاب بقدر طہارت قلب اور طہارت طینت اٹھ جاتا ہے۔ پھر ایمانی بصیرت وبصارت دونوں ہی ان چیزوں کو دیکھنے کی استعداد منجانب اللہ عطاء ہوتی ہے جو عام لوگ خواب میں دیکھتے ہیں وہ یہ بحالت بیداری دیکھتا ہے اور پھر وہ فرشتوں کو عیاناً حسی طور پر دیکھتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو بھی دیکھتا ہے ان سے استفادہ کرتا ہے اور بعض امور انبیاء علیہم السلام سے مدد بھی لیتا ہے اور پھر وہ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ کا مشاہدہ کرتا ہے اور بھی بے شمار بڑی بڑی عظیم چیزیں اس پر عیاں ہوتی ہیں، جن کو حس وخیال میں بھی نہ سوچا جاسکتا ہے، نہ ہی بیان کیا جاسکتا ہے، مگر اس کی شرط اول ہے نظافت ظاہر وباطن، اور حضور اکرم ﷺ کی فکر ونظر میں اتباع واتحاد کا پیدا کرنا اور قلب وسوچ وفکر اور دیگر دنیاوی تمام خرخشوں سے باطن کا صاف وشفاف ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَكَذٰلِكَ نُرِيْ إِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (الانعام: ۷۵)'' اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں۔ (تھانوی)

''إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى زَوٰى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا'' بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی تو میں نے مشرق ومغرب کو دیکھا۔ (مسلم رقم ۲۸۸۹)

یعنی حضرت خاتم النبیین ﷺ کے سامنے اللہ تعالیٰ نے زمین کو سمیٹ کر پیش کردیا تو خاتم النبیین حضور ﷺ نے مشرق ومغرب کی تمام چیزوں کا مشاہدہ کرلیا۔

پھر جس طرح انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات ہیں اولیاء کرام کے لئے کرامات ہیں اور کرامات درحقیقت انبیاء علیہم السلام کی ہی اتباع سے اور اتحاد فکر ونظر سے اللہ تعالیٰ عطاء کرتے ہیں۔

تو جس طرح ہم انبیاء کے معجزات کو خارج ہونے کے باوجود مانتے اور تسلیم کرتے ہیں کہ معجزہ دلیل نبوت ہے، اولیاء کرام کی کرامات کو دلیل ولایت جانتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں، نہ اس میں تردد ہے نہ اس میں تعجب، دونوں ہی اپنی اپنی جگہ حق ہی حق ہیں۔ واللہ اعلم! (الکواکب الزاہر فی اجتماع الاولیاء یقظۃ بسید الدنیا والآخرۃ ﷺ ص ۲۵)

حاصل کلام

حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام یا دیگر انبیاء علیہم السلام کی حالت بیداری رؤیت وزیارت کے واقعات، اولیاء امت کی سیرت اور سوانح میں اتنی کثرت سے ملتے ہیں کہ نہ تو ان نفوس قدسیہ کی طرف کذب وجھوٹ اور غلط بیانی کا وہم وگمان کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان حضرات کی بحالت بیداری رؤیت وزیارت کا انکار کیا جاسکتا ہے، کورچشم واندھا آنکھ والوں کی دید اور رؤیت کا انکار کردے تو قابل تعجب اور مضحکہ خیز ہے، آسان وسہل بات ہے نہ دیکھنے والے دیکھنے والوں کی باتوں کا یقین کرلیں اور ان قدسی صفات اولیاء کرام کی طرح تزکیہ قلوب، تہذیب نفوس اور نفس کی آمادگی سے طمانینت کی جانب مجاہدہ کی راہ اخلاص وللہیت کے ساتھ گامزن ہوں۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ ''إِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ''

ہمارے ہندوستان میں ایک بزرگ دہلی میں گزرے ہیں، یہ عاجز وراقم بھی ایک مجذوب کی ہدایت ومعیت میں ان کی قبر پر حاضری کی سعادت حاصل کرچکا ہے۔ الحمد للہ!

وہ کچھ شرائط کے ساتھ لوگوں کو عیاناً یعنی سر کی آنکھوں سے حضرت خاتم النبیین ﷺ کی زیارت کرادیتے تھے۔ ان کا نام بھی پڑ گیا تھا۔ رسول نما۔

ہمارے قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک عرصہ وزمانہ ایسا گزرا ہے کہ کوئی تحریر اس وقت تک نہیں لکھتے تھے جب تک کہ اس کی تصدیق وتوثیق حضرت خاتم النبیین ﷺ سے نہیں مل جاتی، اتنے اونچے مقام پر فائز تھے۔

امام انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

علامہ انور شاہ کشمیری کی رائے فیض الباری میں موجود ہے: ''ثُمَّ قَدْ تَكُونُ يَقْظَةً أَيْضًا كَمَا أَنَّهَا قَدْ تَكُونُ مَنَامًا وَيُمْكِنُ عِنْدِيْ رُؤْيَتُهُ ﷺ يَقْظَةً لِمَنْ رَزَقَهُ اللهُ سُبْحَانَهُ كَمَا نُقِلَ عَنِ السُّيُوطِيِّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى، وَكَانَ زَاهِدًا مُتَشَدِّدًا فِي الْكَلَامِ عَلَى بَعْضِ مُعَاصِرِهِ مِمَّنْ لَهُ شَأْنٌ، أَنَّهُ رَآهُ النَّبِيَّ ﷺ اثْنَيْنِ وَعِشْرِينَ مَرَّةً وَسَأَلَهُ عَنْ أَحَادِيْثَ ثُمَّ صَحَّحَهَا بَعْدَ تَصْحِيْحِهِ ﷺ'' (فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴)

پھر آگے لکھتے ہیں: ''فَالرُّؤْيَةُ يَقْظَةً مُتَحَقِّقَةٌ وَإِنْكَارُهَا جَهْلٌ'' رسول اللہ ﷺ کی زیارت جس طرح خواب میں نصیب ہوتی ہے اسی طرح کبھی بحالت بیداری بھی ہوتی ہے۔

اور میرا رجحان بھی یہی ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی بحالت بیداری رؤیت وزیارت ممکن ہے، اللہ تعالیٰ جس شخص کے لئے آسان کردے۔

اور یہی رائے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے انہوں نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی ۲۲ مرتبہ زیارت بحالت بیداری کی ہے اور بعض احادیث کے متعلق استفسار کیا، جن کی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے درستگی فرمائی، چنانچہ انہوں نے بھی ان احادیث کی ویسے ہی تصحیح کر لی۔

پھر آگے لکھتے ہیں: لہٰذا بحالت بیداری خاتم النبیین ﷺ کی رؤیت وزیارت امر محقق اور ثابت شدہ معاملہ ہے اور اس کا انکار ناواقفیت ولاعلمی کی دلیل ہے، جہل ہے۔ (فیض الباری)

بہت ہی سیدھی سادی بات ہے نہ دیکھنے والے دیکھنے والے کی رؤیت وزیارت کا انکار نہ کریں، دیکھنے والے کی تصدیق کر کے ہی دید کی لذت کے ساتھ دیکھنے والوں کو دیکھ لیں یہ بھی ایک سعادت ہے کہ آپ کی آنکھ نے دیکھنے والوں کو دیکھ لیا اور یہ بات بھی علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ معراج میں لکھی ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ جب حق تعالیٰ کا دیدار کر کے واپس آرہے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جمال انور مصطفی ﷺ کو دیکھ کر محسوس کر لیا کہ بار بار خاتم النبیین ﷺ کی زیارت ہی ہو جائے جنہوں نے رب العزت کو دیکھا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قصد کیا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ بار بار لوٹ کر بارگاہ قدس میں حاضر ہوں اور بار بار ان کو دیدار الٰہی حاصل ہو، تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کو بار بار دیکھ کر اپنے قلب کو تسکین دیں اور بار بار خاتم النبیین ﷺ کے چہرہ انور پر انوار وبرکات قدسیہ الٰہیہ کا مشاہدہ کریں۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے؛ ''لَعَلِّي أَرَاهُمْ أَوْ أَرَى مَنْ رَآهُمْ'' میری تمنا ہے کہ محبوب کو دیکھوں ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم ان لوگوں کو دیکھ کر اپنے دل کی تسلی وتسکین کر لوں، جنہوں نے میرے محبوب کو دیکھا ہے۔ (دیدار الٰہی کا شوق صفحہ ۱۰۷)

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام طلباء کو مشاہدہ کرا دیا

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ مسجد نبوی میں بخاری کا درس دے رہے تھے، حیات انبیاء کی بات آگئی، حضرت نے حیات النبی ﷺ پر جم کر دلیل دی۔ طلباء نے حضرت کی دلیل میں رد وکد کیا۔ پھر حضرت نے جواب دیا طلباء نے پھر تردد کا اظہار کیا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ رسول اللہ خاتم النبیین کی جانب اشارہ فرما کر۔ طلباء سے کہا۔ دیکھ لو۔ دیکھ لو۔ دیکھ لو۔ پھر فرمایا اپنے خاص موج ومستی کے انداز میں۔ کیا مشاہدہ کے بعد بھی دلیل کی ضرورت پڑتی ہے اور تین بار اس جملہ کو دہرایا۔ تمام طلباء آہ وگریہ میں مبتلاء ہوگئے اور سب کو حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی رؤیت وزیارت ہوش وحواس اور بحالت بیداری میں ہوگئی۔ کیا یہ حیات وزندگی کی دلیل نہیں ہے؟

ہمارے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تو کتنوں کو بیداری میں زیارت کرائی اور خوش نصیب حضرات دیدار جمال انور خاتم النبیین ﷺ سے شرف یاب ہو گئے۔ (حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر میں تقریباً نوے ہزار کا مجمع تھا۔ اللہ پاک نے ان کی برکت سے سارے مجمع والوں کو اسٹیج پر (بحالت بیداری) نبی علیہ السلام کی زیارت کرادی۔ (دیکھئے دکان عشق صفحہ ۲۲۲ مکتبہ لدھیانوی۔ کراچی)

ہمارے والد حاجی محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے حضرت مولانا احمد حسن منوروا شریف، ضلع سستی پور۔ حضرت مدنی قدس سرہ نے ان کو بھی عیاناً بحالت بیداری حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ سے مصافحہ کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ تفصیل الاکلیل صفحہ ۳۱۶ میں دیکھ لیں۔ عبارت یوں ہے: "جس وقت مصافحہ کے لئے ہاتھ ملایا تو درجہ بدرجہ سرکار دوعالم ﷺ کے دست مبارک نظر آئے۔ فرمایا اسی کو بیعت ارشاد کہتے ہیں۔

شاہ عبدالغفور عباسی، خواجہ فضل علی قریشی کے خلفاء میں ہیں، دارالعلوم دیوبند کے شوریٰ کے ممبر بھی تھے۔ آپ مدینہ منورہ کے قطب الارشاد تھے اور جب مزار مقدس ﷺ پر اپنی مرزاپوری لاٹھی کے سہارے حاضر ہوتے تو مصافحہ کے لئے خود سرکار دوعالم ﷺ کے دست مبارک باہر آجاتے، حضرت ممدوح (یعنی حضرت حاجی منظور احمد مصرولیا) نے فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھ سے یہ مبارک منظر دیکھا ہے۔ (الاکلیل ص ۳۷۴)

میرے مرشد حضرت حاجی منظور احمد مصرولیا کا بحالتِ بیداری حضور ﷺ کا مشاہدہ ورؤیت

ہمارے والد محترم جناب حاجی محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بادشاہ شاہ بشارت کریم قدس سرہ کے صحبت یافتہ تھے، پھر شاہ نوراللہ پنڈت جی سے باضابطہ بیعت ہو گئے، حضرت کے ہجرت کرنے کے بعد حضرت مولانا احمد حسن منوروا سے ربط و تعلق رکھا اور حضرت کے مجاز بھی تھے اور کبھی کبھی منوروا جانے اور پھر قیام اور حضرت مولانا احمد حسن قدس سرہ کی توجہ وعنایت کا تذکرہ بھی کرتے تھے، جس کا یہ مقام نہیں۔ پھر حضرت حاجی منظور احمد قدس سرہ سے بہت ہی گہرا ربط و تعلق رہا اور حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہ بھی والد رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی قدر کرتے تھے، والد رحمۃ اللہ علیہ میں استقامت بھی پکی پختہ تھی۔ یہ راقم وعاجز ثمین اشرف بھی والد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مصرولیا حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کبھی کبھی آیا کرو، حضرت کی سادگی اور بے لوث والد رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کی بنیاد پر اس عاجز کی زبان سے نکل گیا حضرت کے یہاں کیا ملے گا؟

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے ایک نگاہ دیکھا اور کہا...... خیر عاجز ایک روز وہیں رات میں قیام کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہٗ بہت پر لطف اور باذوق صاحب تصرف اور صاحب حال اہل بصیرت اولیاء کاملین میں سے تھے اور سادگی کا مجسم نمونہ تھے، بہت ہی بے تکلف، تصور سے بالاتر، عجز و نیاز اور ہمہ وقت چہرے پر ابتسام انبساط کا مظہر اتم، ہمہ وقت فیض ختم نبوت سے اخذ فیض اور القاء فیض کے لئے طالب صادق اور سالک مخلص کی جستجو میں رہتے تھے۔ اس معاملے میں اس عاجز نے ان کو سخاوت کا بحر رواں پایا۔ ایسا پیر، مرشد، مخلص، صاحب حال، صاحب تصرف، صاحب جذب، صاحب انس، نرم وسبک گفتگو، فقہی مسائل سے بھرپور واقفیت، بزرگوں کے حالات واقعات سے شناسا، رموز و اسرار شریعت پرنور بصیرت کے ساتھ مطلع اور واقف، الغرض حضرت

حاجی صاحب سلف وصالحین کے صحیح اور سچے جانشین تھے۔ مگر صاحب مشاہدہ اور حضوری کی صفات سے متصف تھے۔ ان کے بعد نگاہ ترس گئی، دل کو قرار نہ ملا، سکون وسرور بخشنے والے کی آج بھی تلاش ہے۔ اپنی حرماں نصیبی کہ ان کے آخری ایام میں صحیح مقام ومکان پر پہنچا تھا، قبل اس کے کہ کوئی سیرابی کا گھونٹ پیتا حضرت خلد بریں کے مکین ہو گئے۔ یہ چند سطور جملہ معترضہ کے طور پر درمیان میں آگئیں۔ قارئین سے معذرت اور صد معذرت ہے۔

مسجد نبوی میں اعتکاف اور مسلسل بحالتِ بیداری خاتم النبیین ﷺ کی رؤیت

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ، جب کبھی تنہا ہوتے تو اس عاجز سے، بہت سارے مشاہدات یا فتوحات ربانیہ کا ذکر کرتے، عاجز حیرت وتعجب کے ساتھ سنتا اور ان کی مجلس سے واپسی کے بعد ان واقعات کو شریعت کی روشنی میں ڈھونڈتا اور تلاشتا۔ الحمد اللہ کہ اس طرح ان سے ربط اور تعلق عقیدت کے ساتھ مستحکم ومضبوط ہوتا گیا۔ شعر

مریض عشق پر رحمت خدا کی — مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ایک روز حضرت نے اپنا مشاہدہ سنایا کہ مسجدِ نبوی میں رمضان المبارک کے ایام میں معتکف تھا اور اِن ایام میں مسلسل وپیہم بحالتِ بیداری حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی عنایت سے رؤیت رہی، اور میں بغیر آنکھ کے پلک مارے ٹکٹکی باندھ کر بغور سید دو عالم، فخر الرسل، ختم الرسل، دانائے سبل، مولائے کل ﷺ کو دیکھتا تھا اور یہ نعمت وعنایت پورے اعتکاف کے تقریباً بیس دنوں تک رہی۔

یہ تمام واقعات قارئین اس لئے لکھے گئے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ حیات سے ہیں اور حضور ﷺ کی اَب جو حیات ہے وہ دنیوی حیات سے اَعلٰی، اَقوٰی، اَکمَلْ، اَتَمْ، اَفْضَلْ، اَطْهَرْ، اَنْوَرْ، اَزْکیٰ، اَجْلیٰ، اَخلیٰ، اَوْضَحْ، اَحْسَنْ، اَطْوَلْ، اَجْوَدْ، اَرْجَحْ، اَفْصَحْ، اَشْمَخْ، اَوْفیٰ، اَصْفیٰ، اَظْهَرْ، اَنْجَمْ، اَبْهَجْ، اَطْلَعْ، اَنْزَهْ، اَقْدَسْ، اَصْدَقْ، اَقْرَبْ، اَکْرَمْ، اَرْفَعْ، حیات ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ عَدَدَ خَلْقِکَ وَمِدَادِ کَلِمَاتِکَ وَزِنَةَ عَرْشِکَ وَرِضَا نَفْسِکَ وَمَبْلَغَ رِضَاکَ وَمُنْتَهٰی رَحْمَتِکَ وَمِلْءَ اللَّوْحِ وَالْفَضَاءِ وَمِثْلَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ وَمِدَادَ الْقَطْرِ وَالْحَصٰی وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ صَلٰوةً وَسَلَامًا لَا تُعَدُّ وَتُحْصٰی إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ... اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی بَدْرِ التَّمَامِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی نُوْرِ الظَّلَامِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَی الشَّفِیْعِ فِیْ جَمِیْعِ الْأَنَامِ

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَسْتَغْفِرُکَ وَأَتُوْبُ إِلَیْکَ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

۱۴؍ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ — العبد محمد ثمین اشرف قاسمی

۴؍اگست ۲۰۲۰ء بروز منگل قبیل الظہر — حال مقیم الحستو ربلڈنگ دبئی

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

اشاعت التوحید والسنۃ کے مشہور عالم مولانا امان خان بادشاہ کا مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی کتب پر اعتراضات اور شبہات کا ازالہ
دارالعلوم دیوبند کے علماء سے تصدیق شدہ

امام اہل السنۃ کا

عادلانہ دفاع

پسند فرمودہ:
محقق العصر شیخ سجاد الحجابی حفظہ اللہ

تصنیف لطیف: ترجمان اہل السنۃ والجماعۃ
حضرت مولانا رسال محمد حفظہ اللہ
مدرس جامعہ حدیقۃ العلوم باجا صوابی